علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

معاشیات پاکستان (گیس پیپر) کورس کوڈ : 406

اردو سطح : بی اے جنرل گروپ

سوال نمبر1۔ کیا ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے درمیان پایا جانے والا معاشی بعد (Economic Gap) پھیل رہا ہے؟ اپنے نقطہ نظر سے اس کی وضاحت کیجیے۔

جواب۔

معاشی ترقی: معیشت دانوں کے کئی گروہ ہیں۔ ہر گروہ نے ''عمل'' اور ''طویل عرصہ'' کی اہمیت سے اتفاق کیا ہے مگر جس امر سے معاشی ترقی کا مفہوم واضح ہوتا ہے، اس کی شناخت کے لیے انہوں نے مختلف امور کو قابل توجہ ٹھہرایا ہے۔ ان امور کو معاشی ترقی کے معیار کہتے ہیں۔

معاشی ترقی کے معیارات: معاشی ترقی کے معیارات کچھ یوں ہیں۔

پہلا معیار: حقیقی آمدنی: معاشی ترقی کی پہچان کے لیے مائر اور بالڈون اور ان کے حامیوں نے جس لفظ پر زور دیا ہے، وہ ''حقیقی قومی آمدنی'' ہے۔ حقیقی قومی آمدنی کسی ملک کی مجموعی یا خام قومی آمدنی سے مختلف چیز ہے۔

وضاحت: کسی ملک میں سال بھر میں پیدا ہونے والی پیداوار اور خدمات کی کل مقدار کو خام قومی پیداوار (GNP) کہتے ہیں۔ یہ پیداوار جن مشینوں اور دیگر آلات کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں، ان کی ٹوٹ پھوٹ، اور مرمت پر ہر سال اُٹھنے والے اخراجات کو قومی پیداوار کا حصہ تصور نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اخراجات تو لازماً صرف ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں مشینوں وغیرہ کی درستی کے لیے مخصوص نہ کیا جائے تو پیدائش دولت کا عمل طویل عرصہ تک جاری نہیں رہ سکتا کیونکہ کچھ ہی مدت کے بعد مشینوں وغیرہ کی ٹوٹ پھوٹ اس عمل کو معطل کر دے گی۔

قیمتوں کا اثر: خام قومی آمدنی یا پیداوار میں سے ایک چیز اور بھی منہا کرنی پڑتی ہے اور وہ ہے ''افراط زر کا اثر''۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کے طفیل قومی آمدنی کی سطح بہت بلند نظر آنے لگتی ہے۔ اس بلند سطح سے مرعوب ہونا خوش فہمی کی دلیل ہوتی ہے۔ حقیقت پسندی کا تقاضہ یہ ہے کہ خام قومی آمدنی میں سے بڑھی ہوئی قیمتوں کا اثر خارج کر دیا جائے۔ اس امر کی وضاحت ہم ایک مثال سے کر سکتے ہیں۔ اگر کسی ملک میں اشیا کی تعداد 100 ہو اور ہر شے کی اوسط قیمت 40 روپے ہے تو کل قومی آمدنی (40x100) = 4000 روپے کے برابر ہو گی۔ اگر اگلے سال قومی آمدنی کی سطح (60x150) = 9000 روپے ہو جائے تو یہ اس قدر خوشی کا مقام نہیں ہو گا کہ یہ کہا جا سکے کہ ہماری قومی آمدنی دگنی سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ اشیا کی تعداد 100 سے بڑھ کر 150 ہو گئی ہے۔ اگر قیمتوں میں اضافہ نہ ہوا ہوتا تو قومی آمدنی کی موجودہ سطح (10x150) = 6000 روپے ہوتی ہے یعنی سابقہ سال سے صرف ڈیڑھ گنا۔ چنانچہ قومی آمدنی میں 2000 روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ نہ کہ 5000 روپے کا۔ اس طرح ظاہر یہ ہوتا ہے کہ 9000 روپے کی قومی آمدنی میں 3000 روپے کا اضافہ اشیا کی بدولت ظاہر نہیں ہوا بلکہ یہ اضافہ افراط زر کے باعث رونما ہوا ہے۔

نتیجہ: چنانچہ خام قومی آمدنی میں اخراجات فرسودگی (ٹوٹ پھوٹ کا خرچ) اور افراط زر کا اثر منہا کر کے جو باقی رہ جاتا ہے وہ خالص یا حقیقی قومی آمدنی کہلاتا ہے۔ اس حقیقی قومی آمدنی میں جو اضافہ ''عمل'' کی بدولت طویل عرصہ تک رونما ہوتا چلا جائے، اسے معاشی ترقی کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تھا معاشی ترقی کی پیمائش یا پہچان کا پہلا معیار۔

دوسرا معیار: فی کس آمدنی

معیشت دانوں کا دوسرا گروہ معاشی ترقی کا اندازہ لگانے کے لیے ''عمل'' اور ''طویل عرصہ'' پر زور دینے سے تو اتفاق کرتا ہے مگر ''حقیقی قومی آمدنی میں اضافے'' کی بجائے ''فی کس آمدنی میں اضافہ'' کو قابل توجہ گردانتا ہے۔ اس گروہ کے نزدیک معاشی ترقی سے مراد ایسا ''عمل'' ہے جس کی بدولت کسی قوم کی ''فی کس آمدنی'' میں طویل عرصہ تک اضافہ رونما ہوتا چلا جائے۔ اس گروہ کے نزدیک معاشی ترقی کی بدولت جب تک فی کس آمدنی میں اضافہ رونما نہ ہو، وہ ترقی قابل قبول نہیں۔ ترقی کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ اوسطاً ہر فرد کے حصے میں پہلے سے زیادہ آمدنی آئے۔ یہ گروہ ایسی ترقی کو ترقی نہیں مانتا کہ جس میں پیداوار اور آبادی میں یکساں شرح سے پیش رفت ہو مگر اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ اوسطاً ہر فرد کے حصے میں آمدنی آئے جو پہلے آتی تھی۔ مگر اس معیار پر کافی تنقید بھی کی گئی ہے۔ اگر فی کس آمدنی کے معیار کو معاشی ترقی کی شناخت کا مظہر مان لیا جائے تو کئی طرح کی پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ ان پیچیدگیوں کو ہم تین حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔

پہلی صورت: ایک صورت تو یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے آبادی میں کمی واقع ہونے کی بنا پر کچھ دیر کے لیے فی کس آمدنی میں بظاہر اضافہ نظر آئے مثلاً سیلاب، قحط، جنگ یا نقل وطن کی بنا پر آبادی کم ہو جانے سے فی کس آمدنی کا معیار بلند نظر آئے گا مگر فی الحقیقت اسے معاشی ترقی کا نام نہیں دیا جا سکتا کیونکہ کچھ عرصے بعد آبا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

دی کی مستقل کمی پیدائش دولت میں بھی کمی کا باعث بن جائے گی۔

دوسری صورت: فی کس آمدنی کے معیار کو معاشی ترقی کا مظہر ماننے کی شکل میں ایک اور قباحت یہ بھی درپیش ہوتی ہے کہ اگر کسی ملک کی پیداوار اور آبادی میں یکساں شرح سے اضافہ ہو رہا ہو تو اس معیار کے نقطہ نظر سے اسے معاشی ترقی کا نام اس لیے نہیں دیا جا سکے گا کہ فی کس آمدنی میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پیداوار میں اضافہ تو ہوا ہے جو معاشی ترقی کی علامت ہے مگر وہ اضافہ آبادی میں اضافے کی نذر ہو گیا ہے۔

تیسری صورت: یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ملک میں معاشی ترقی یعنی پیداوار میں اضافہ کی شرح آبادی میں اضافے کی شرح سے کم ہو۔ اس طرح فی کس آمدنی میں کمی آ جانے کی بنا پر معیشت دانوں کا موجودہ گروہ یہ فیصلہ صادر کرتے گا کہ ملک میں معاشی ترقی رونما نہیں ہوئی۔ حالانکہ معاشی ترقی تو پیدا ہوتی ہے مگر اس سے کہیں زیادہ اضافہ آبادی میں رونما ہو جانے کی بنا پر فی کس آمدنی پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا۔

فوقیت: فی کس آمدنی کو معاشی ترقی کی علامت سمجھنے کی صورت میں درج بالا قباحتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اس لیے معیشت دانوں کا خیال یہ ہے کہ پہلے معیار یعنی حقیقی قومی آمدنی میں اضافے کو ہی معاشی ترقی کی شناخت قرار دیا جائے۔ ان لوگوں کے نزدیک پہلے معیار کو دوسرے معیار پر فوقیت حاصل ہے۔ فوقیت دلانے والے نکات درج ذیل ہیں:

☆ حقیقی فی کس آمدنی میں اس وقت تک اضافہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ پہلے حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ نہ ہو۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آخر الذکر، اول الذکر کا ماخذ ہے۔ اس بات کی اہمیت اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے جب ہم پسماندہ ممالک کی بات کرتے ہیں۔ کہ جہاں معاشی نشوونما کی شرح کے مقابلے میں آبادی میں اضافے کی شرح زیادہ رہتی ہے۔ اور فی کس آمدنی میں اضافہ کی نوبت نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ پسماندہ یا ترقی پذیر ممالک میں فی کس آمدنی کو قابل اعتماد اشاریہ (Index) تصور نہیں کیا جاتا۔

☆ فی کس آمدنی کو معاشی ترقی کا مظہر سمجھ کر یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ جس ملک میں آبادی کی شرح افزائش، شرح ترقی سے زیادہ ہو، وہاں سرے سے معاشی ترقی ہی رونما نہیں ہوتی۔ یہاں یہ مثال دینا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر دو مختلف ملکوں ''ا'' اور ''ب'' میں معاشی ترقی اور افزائش آبادی کی شرحیں مختلف ہوں تو ایسی صورت میں کیا فیصلہ کیا جائے گا کہ کون سا ملک ترقی کر رہا ہے؟ اگر ''ا'' ملک میں آبادی اور پیداوار دونوں دگنے اور ''ب'' ملک میں چار گنے ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ دونوں کی فی کس آمدنی یکساں ہی رہے گی حالانکہ ''ا'' ملک نے آہستہ رفتار سے ''ب'' ملک نے تیز رفتار کے ساتھ ترقی کی ہے۔ اگر فی کس آمدنی کے ذریعے معاشی ترقی کی پیائش کی جائے تو مسئلہ آبادی کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم آبادی کو ایک علیحدہ مسئلہ سمجھ کر بحث کریں اور اسے حقیقی قومی آمدنی کا تقسیم کنندہ نہ بنا ڈالیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آبادی کی شرح افزائش سے معاشی ترقی کی شرح بلند ہونی چاہیے تا کہ فی کس آمدنی میں اضافہ نظر آ سکے۔ ان تین امور کی روشنی میں یہ بات صداقت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے۔ کہ فی کس آمدنی سے بڑھ کر حقیقی قومی آمدنی کا معیار زیادہ قابل قبول ہے۔

تیسرا معیار: معاشی فلاح

معاشی ترقی کی پیائش کا تیسرا پیمانہ ''معاشی فلاح'' ہے۔ معاشی فلاح سے مراد تسکین اور تشفی کی وہ سطح ہے جو کسی شخص کو اشیاو خدمات کے کسی مخصوص مجموعے سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو ماضی کے مقابلے میں آج اشیاو خدمات کا زیادہ ذخیرہ دستیاب ہو تو وہ زیادہ معاشی فلاح و بہبود کا حامل ہوگا اشیاو خدمات کی زیادہ مقدار، معاشی بہبود کی علامت ہوتی ہے۔ اگر کسی معاشی جدوجہد اور عمل کے نتیجے میں کسی ملک کے معاشی فلاح و بہبود میں طویل عرصے تک اضافہ ہوتا جائے تو ایسی کیفیت کو معاشی ترقی کا نام دیا جائے گا۔

مقداری اور وصفی معیار: اس تیسرے معیار کی روشنی میں یہ بات کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معاشی ترقی صرف ایک مقداری مسئلہ نہیں ہے بلکہ صفاتی بھی ہے۔ معاشی ترقی کی پہچان کے لیے یہاں دو معیاروں کو ''مقداری معیار'' کا نام دیا جائے گا تو تیسرے معیار کو ''صفاتی معیار'' کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ تیسرے معیار یعنی معاشی فلاح بہبود کے ذریعے معاشی ترقی کی پیائش کافی حد تک موزوں معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ قیمتوں، مکانوں، فرنیچر، کراکری، کتابوں اور دوسری اشیا و خدمات کی بڑی تعداد عوام کو زیادہ معاشی بہبود فراہم کرتے ہیں۔ اگر ان اشیاء و خدمات کی تعداد میں معاشی جدوجہد کی بدولت اضافہ ہوتا جائے تو اسے معاشی ترقی سے تعبیر کیا جائے گا۔ بظاہر یہ تیسرا معیار ترقی کی پیائش کا ایک قابل قبول پیمانہ نظر آتا ہے مگر اس معیار کے اپنے میں بھی چند دشواریاں حائل ہیں جو درج ذیل ہیں:

تقسیم دولت: اس امر کی گنجائش موجود ہے کہ معاشی ترقی کے ہمراہ تقسیم دولت غیر منصفانہ ہوتی چلی جائے۔ ممکن ہے کہ معیشت اس طرح سرگرم عمل ہو کہ اشیاو خدمات کی زیادہ مقدار تیار ہو رہی ہو مگر اس میں سے بڑا حصہ محدود طبقے کو مل جاتا ہو اور غریب اکثریت ان فوائد سے محروم ہو۔ تقسیم دولت کے غیر منصفانہ ہونے پر غریب لوگ غریب تر اور امیر لوگ امیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں یہ کہنا کہ معاشی بہبود میں اضافہ ہو رہا ہے، اس لیے اسے معاشی ترقی کا نام دے دیا جائے تو فلاح و بہبود کے حامی لوگ ایسی معاشی ترقی کو قابل حقارت سمجھیں گے کہ جس کی بدولت اوسطاً معیار فلاح میں اضافہ ہو رہا ہے مگر عملاً غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسی معاشی ترقی پر لوگ انگلیاں ہی اٹھائیں گے، خاموشی سے صاد نہیں کریں گے۔

اشیاء کی نوعیت: معاشی فلاح کے نقطہ نظر سے جب معاشی ترقی کو پرکھا جاتا ہے تو ایک غیر معاشی عامل سامنے آتا ہے۔ یہ صفاتی ہے کہ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کچھ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشتقاقی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

اشیاءخدمات پیدا ہورہی ہیں وہ کس نوعیت کی ہیں۔یعنی صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ چونکہ اشیاوخدمات کی زیادہ تعداد پیدا ہورہی ہے،اس لیے اسے معاشی ترقی سے تعبیر کردیا جائے۔ہونا یہ چاہیے کہ ہم اس امر پر بھی توجہ دیں کہ اشیاءکونوعیت کیا ہے۔کہیں ایسا تو نہیں معاشی سرگرمیوں کا رخ نشہ آور اشیا کی تیاری، چرس،افیون،ایل ایس ڈی اور دیگر مضرصحت منشیات بنانے کی طرف ہو۔اگر ایسی غیر پسندیدہ اشیا کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے تو صاف عیاں ہے کہ اسے معاشی ترقی کا نام دینا زیادتی ہوگی۔یہ بھی ممکن ہے کہ جوہری ہتھیاروں،عسکری سازوسامان اور بموں کی تیاری کی شکل میں اشیا ظہور پذیر ہورہی ہوں۔ایسے حالات کوبھی معاشی فلاح کا نام نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی معاشی ترقی کا۔

طریقہ پیدائش: اشیا وخدمات کی مقدار میں اضافے کو معاشی فلاح کا نام دے کر معاشی ترقی کا پیمانہ بنانا اس لیے دشوار ہے کہ اس کام میں طریقہ پیدائش کے بارے میں خاموشی اختیار کرلی گئی ہے۔عملاً ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مزدوروں کا استحصال کرکے،حالات کار اور شرائط کو بدتر بناکے، وسائل کو دن رات بری طرح استعمال کرکے،انتظامیہ اور محنت کشوں کے تعلقات کو خراب کرکے،الاؤنسوں وغیرہ میں کمی کرکے یا ماحول کو مخدوش بنا کر پیداوار میں اضافہ کرلیا جائے۔ایسے ہتھکنڈوں کو طریقہ پیدائش کی ابتری کہا جاسکتا ہے۔ان حربوں سے اگر اشیا وخدمات میں اضافہ رونما بھی ہو تو اسے کس طرح معاشی فلاح یا معاشی ترقی کا نام دیا جاسکتا ہے؟

چوتھا معیار سماجی بہبود: معاشی ترقی کی پیمائش کے لیے معیشت دانوں کا ایک گروہ جس پیمانہ کو قابل استعمال سمجھتا ہے وہ ''سماجی بہبود'' کا پیمانہ ہے۔اس گروپ کا کہنا ہے کہ معاشی ترقی کو صرف معاشی سرگرمیوں اور معاشی فلاح تک محدود نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ آخر معاشی سرگرمیوں کسی مخصوص سماجی حالات میں ہی جاری رہتی ہیں،اس لیے مناسب یہ ہوگا کہ (معاشی) فلاح کے تصور کو وسیع کر کے سماجی بہبود کا نام دیا جائے اور اس میں اضافے کو معاشی ترقی کی علامت گردانا جائے۔اس نظریئے کے حامیوں کا کہنا ہے کہ معاشی ترقی کی تعریف یوں استوار کرنا پڑے گی کہ ''معاشی ترقی وہ عمل ہے جس کی بدولت کسی قوم کے سماجی بہبود میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جائے۔'' جہاں تک معاشرہ میں رہتے ہوئے معاشی سرگرمیوں کو جاری رکھ کر معاشی بہبود میں اضافے کا تعلق ہے تو ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ کتنے امور کا لحاظ رکھ کر ہی ہم ''معاشی بہبود'' کے پیمانے کو قابل قبول بناسکتے ہیں۔اگر معاشی بہبود کی جگہ ہم معاشرتی یا سماجی بہبود کو اپنا مطمع نظر بنالیں تو ہمیں کتنے ہی زیادہ امور کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔سماجی بہبود بطور پیمانہ استعمال کرنے کی شکل میں ہمارا معاشی ترقی کی پیمائش کا کام اور بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

ترقیاتی عمل کا دارومدار: ترقیاتی عمل چونکہ کئی دیگر سیاسی،سماجی،تہذیبی اور اقداری عوامل سے عبارت ہے،اس لیے سماجی بہبود کو بنیاد بنانا معاشی بہبود کے مقابلے میں اور بھی دشوار ہوجائے گا۔جب معاشی ترقی کا عمل وجود میں آئے گا تو ان تمام مذکورہ بالا اداروں اور تنظیمات میں تبدیلی بھی رونما ہوگی۔یہ تبدیلی کہیں پسندیدہ اور کہیں غیر پسندیدہ کہلائے گی۔اس طرح سماجی بہبود کے وسیع تصور کو سامنے رکھتے ہوئے معاشی ترقی کی بدولت ہم کئی الجھنوں کا شکار ہو جائیں گے کہ آیا ہم اپنی معاشی سرگرمیوں کو معاشی ترقی کا پیامبر سمجھیں گے یا نہ سمجھیں کیونکہ ایک طرف تو یہ سرگرمیاں پیداوار میں اضافہ کا موجب بن رہی ہوں گی مگر دوسری طرف سماجی سطح پر ایسی تبدیلیوں کا پیش خیمہ بھی بن رہی ہوں گی۔جنہیں بہت سے لوگ پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ایسے حالات میں عجب گومگو کی کیفیت ہوگی،یعنی معاشی بہبود تو بہتر ہورہا ہوگا مگر سماجی بہبود کا یقین کرنا مشکل امر ہوگا۔

پانچواں معیار: انسانی بہبود

معاشرتی ترقی کی پیمائش کا ایک نسبتاً کم اہم معیار انسانی بہبود کا تصور بھی ہے۔انسانی بہبود کو معاشی ترقی کی منزل قرار دینے والے اسی بات کا اظہار کرتے ہیں کہ معاشی ترقی کی صحیح پہچان اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اس کی بدولت انسانی بہبود میں اضافہ واقع ہو۔اس تصور کے حامی کل دنیا کو ایک وحدت شمار کرتے ہیں۔اوراس بات کے خواہاں ہیں کہ معاشی ترقی جہاں بھی اور جس طرح بھی ہو،اس کا واحد مقصد نوع انسانی کی خدمت ہونا چاہیے۔اس طرز فکر کے حامل معیشت دان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں امن وامان مثالی حد تک قائم رہے اور کرۂ ارض کو ہم جنت نشان بنانے کا عہد اور کوشش کریں۔اس عظیم مقصد کو سامنے رکھ کر جہاں کہیں بھی معاشی بھاگ دوڑ کا عمل وجود میں آئے گا۔اس کے ذریعے کرۂ ارض کے تمام انسانوں کی خدمت ہوتی ہو تو ایسی معاشی سعی وکوشش کو مستحسن سمجھا جائے گا۔ایسی کوشش کا ثمرہ جو بھی حاصل ہوگا وہ معاشی ترقی کے نام سے یاد کیا جائے گا۔اس نقطہ نظر کی موجودگی میں معاشی ترقی کے مفہوم کا دائرہ اس قدر وسیع ہوجاتا ہے کہ اس کی حدود کا تعین ناممکن ہوجاتا ہے۔حد نظر سے بھی پرے ہماری سعی وکوشش کے جو نتائج برآمد ہوں گے،ان کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی سعی وپیکار کو کوئی نام دینا ہوگا۔اگر ہماری کوشش کا ثمرہ ہمیں ذاتی یا قومی سطح پر فائدہ پہنچا بھی رہا ہو تو اسے ہم حاصل کرنے میں غیر مستحق قرار دیئے جائیں گے کیونکہ ممکن ہے ہمارے فائدہ کی بنیاد ہمارے ہمسائیوں یا دور دراز کے ممالک کے باشندوں کے نقصان پر اٹھائی گئی ہو۔جب معاشی ترقی کو معاشی بہبود کے پیمانے سے ناپنے میں تین اہم دشواریاں حائل ہیں تو اس سے وسیع تر تصور یعنی ''سماجی بہبود'' میں سینکڑوں رکاوٹیں حائل ہوں گی۔جب معاشی ترقی کی پیمائش کے لیے ہم سماجی بہبود سے ہزاروں گنا بڑے پیمانے ''انسانی فلاح'' کو استعمال کریں گے تو ہماری متوقع دشواریوں کی تعداد بھی کئی ہزار گنا بڑھ جائے گی۔

سوال نمبر2۔ معاشرتی ترقی کے لیے سرمایہ کاری کے مختلف ذرائع کا جائزہ لیجیے۔

جواب:

سرمایہ سازی: معاشی ترقی کے لیے کارخانوں اور پیداواری اداروں کا وجود میں آنا ضروری ہے۔یہ ادارے سرمایہ کے بغیر وجود میں نہیں آسکتے۔چنانچہ سرما

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

یہکیفر اہمی ایک لازمی امر کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ سرمایہ کی مطلوبہ مقدار کا اندازہ لگانے کے لیے ''شرح سرمایہ و پیداوار'' کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ شرح سرمایہ و پیداوار کا مطلب ہے کہ پیداوار میں ایک فیصد اضافہ کرنے کے لیے مزید کتنے فیصد سرمایہ درکار رہے۔ اگر پیداوار میں 10 روپے کی مالیت کا اضافہ کرنے کے لیے مزید 30 روپے کی ضرورت پیش آتی ہے تو یہ کہا جائے گا کہ شرح سرمایہ و پیداوار 10:30 یا 1:3 ہے۔ اگر اس شرح کی موجودگی میں کوئی ملک کم از کم 5% معاشی ترقی کا پروگرام بناتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اسے پیدوار میں اس 5% اضافہ کے لیے 15% سرمایہ درکار رہوگا۔ اگر اس ملک میں 15 فیصد سرمایہ اکٹھا ہو سکتا ہے تو معاشی ترقی کا 5% کا ہدف بآسانی تکمیل پذیر ہوگا۔ لیکن اگر ملک میں بچتوں کی شرح 15% نہیں ہے تو پھر سرمایہ کی مطلوبہ فراہمی کے لیے کئی دوسرے وسائل پر بھی بھروسہ کرنا ہوگا۔

سرمائے کی مطلوبہ فراہمی نہ ہونے کی صورت میں جن مزید ذرائع پر تکیہ کیا جائے گا وہ حسب ذیل ہیں:

- ☆ صرف دولت میں کمی
- ☆ بچتوں کا فروغ
- ☆ ٹیکسوں میں اضافہ
- ☆ عوام سے قرضہ
- ☆ درآمدات میں تخفیف
- ☆ برآمدات کی حوصلہ افزائی
- ☆ افراط زر
- ☆ بیرونی سرمایہ کاری کا استعمال
- ☆ دفینوں کا استعمال

ان تمام اقدامات کے ذریعے ملک کو سرمایہ کاری کرنے کے لیے مطلوبہ رقم فراہم ہو جائے گی۔ یہ تمام اقدامات اپنے اثرات کے لحاظ سے یکساں اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔ مذکورہ بالا طریقوں سے سرمایہ اکٹھا کرتے وقت ان کے ممکنہ اثرات کا اندازہ لگا لینا چاہیئے۔ صرف دولت میں کمی انتہائی غریب معاشروں میں ممکن نہیں ہے البتہ قدرے ترقی یافتہ معیشتوں میں اس ذریعہ پر انحصار کیا جا سکتا ہے۔ صرف دولت میں کمی کے لیے اشیائے صرف پر ٹیکس نافذ کر دیا جاتا ہے۔ بچتوں کے فروغ کے لیے شرح منافع کا دلکش بنایا جانا ضروری ہے یا لمبے عرصے کے سرٹیفکیٹ جاری کر کے بھی عوام کی معمولی بچتوں کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

☆ سرمایہ کی فراہمی کے لیے ٹیکسوں میں اضافہ کرنے کا راستہ حکومتوں کے لیے ہر وقت کھلا ہے۔ البتہ یہ ضرور دیکھا جاتا ہے۔ کہ ٹیکسوں کا بار عوام کی استطاعت سے زیادہ نہ ہو اور ان کا نفاذ عوام کی پیداواری صلاحیتوں میں اضافے کا موجب ہونا چاہیے۔

☆ عوام کا وہ پیسہ جو معمولی مقداروں میں مختلف جگہ پر بکھرا ہوا ہوتا ہے، قرضوں کی صورت میں اکٹھا کر کے کام پر لگایا جا سکتا ہے۔ عوام سے قرضہ لینا آسان رہتا ہے مگر اس کی واپسی قدرے تکلیف دہ ہوتی ہے۔

☆ تعیّشات زندگی اور غیر ضروری اشیاء کی درآمد کی حوصلہ شکنی کر کے یا ان کی درآمد پر بھاری ٹیکس لگا کر یا ان کا کوٹہ وغیرہ مقرر کر کے کافی سرمایہ خرچ ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس طرح بچنے والے سرمایہ کو معاشی ترقی کے منصوبوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

☆ برآمدی اشیا کی کوالٹی بہتر بنا کر، قیمت مناسب رکھ کر اور نئی منڈیاں تلاش کر کے کوئی بھی ملک برآمدات کے فروغ کا باعث بن سکتا ہے۔ اس طرح سے بیرونی وسائل دستیاب ہو جائیں گے جو معاشی ترقی میں استعمال ہو سکتے ہیں۔

☆ کچھ حکومتیں افراط زر کا طریقہ بھی معاشی ترقی کے لیے اختیار کرتی ہیں۔ سرمایہ کی قلت دور کرنے کے لیے حکومتیں اپنے مرکزی بینک سے نئے نوٹ شائع کرنے کے لیے کہتی ہیں۔ کرنسی کی نئی اشاعت سے افراط زر کا مسئلہ تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن معاشی ترقی کے لیے سرمایہ کی فراہمی بھی ہو جاتی ہے۔

☆ سرمایہ کی قلت دور کرنے کے لیے بیرونی دنیا کے سرمایہ کاروں کو اندرون ملک سرمایہ کاری کی دعوت دی جاتی ہے۔ بیرونی سرمایہ کی آمد کے ساتھ ہی سرمایہ کی قلت کا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر اس ذریعہ میں قباحت یہ ہے کہ بیرونی کمپنیاں منافع باہر لے جاتی ہیں۔

☆ بہت سے ترقی پذیر ملکوں میں اکثر لوگوں کے پاس قیمتی دھاتیں، سونا، چاندی، زیورات وغیرہ دفینوں کی شکل میں محفوظ رہتے ہیں۔ اگر ان دفینوں کو باہر لانے کا اہتمام ہو جائے تو معاشی ترقی کے لیے بڑی مقدار میں وسائل دستیاب ہو جائیں گے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ترقی پذیر ملکوں میں قومی آمدنی کا کم از کم سرمایہ دفینوں کی شکل میں پایا جاتا ہے۔

سرمایہ کاری کے مواقع

تیزی کے ساتھ معاشی ترقی حاصل کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس ملک میں سرمایہ کو استعمال کرنے کے کثیر مواقع بھی موجود ہوں۔ سرمایہ کاری کے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ، بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

مواقع کا انحصار دو امور پر ہوتا ہے۔

ا۔ دیگر مداخل کی موجودگی

۲۔ توازن ادائیگی

دیگر مداخل سے مراد خام مال، مزدوروں کی فراہمی، محنت کش طبقے کی ہنرمندی، حرکت پذیری کا رجحان اور ٹیکنالوجی کی دستیابی۔ اگر یہ مداخل (Inputs) کہ جن کے ساتھ مل کر سرمایہ نے کام کرنا ہے مفقود ہوں تو سرمایہ کی کھپت کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں کثیر سرمایہ کی فراہمی بھی بے سود ہوگی۔ سرمایہ کاری کے مواقع کا انحصار توازن ادائیگی پر بھی ہے اگر حکومت نے توازن ادائیگی کو درست کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے تو سرمایہ کاری منافع پرور ہوگی ورنہ سرمایہ کاری کی گنجائش محدود ہو جائے گی۔ اگر حکومت کے پیش نظر ایسے کارخانے وجود میں لانا ہے کہ جو یا تو برآمدی اشیاء کی مقدار میں اضافہ کا باعث بنیں یا درآمدات کے متبادل تیار کریں تو یقیناً ایسے ماحول میں سرمایہ کاری کے وسیع امکانات موجود رہیں گے۔ سرمایہ کاری کے مواقع کثیر ہونے کی صورت میں نہ صرف اندرونی بلکہ بیرونی سرمایہ کار بھی ان مواقع سے مستفید ہونے کے لیے قدم آگے بڑھائیں گے۔ دونوں طرح کے سرمایہ کاروں کے طفیل نئے کارخانے اور ادارے وجود میں آئیں گے۔ اور معاشی ترقی کا سلسلہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔

معاشرتی ماحول

معاشی ترقی کے لیے معاشرتی ماحول کا سازگار رہنا بھی ایک ضروری شرط قرار دی جاتی ہے۔ معاشی ترقی کا آغاز کسی نہ کسی مخصوص شعبے سے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک شعبہ کی معاشی ترقی ماحول میں اس طرح تبدیلی لا رہی ہو کہ لوگوں کے عقائد، روایات، رسومات، مزاج، فیشن، اور عادات متاثر ہو رہے ہوں۔ اتنے بڑے پیمانے پر تبدیلی کے آثار دیکھ کر ممکن ہے کہ لوگ اس معاشی ترقی کے مخالف ہو جائیں۔ ایک صدی پیشتر جب ریلوے نئی نئی قائم ہو رہی تھی تو اکثر ملکوں کے قدامت پرست طبقے نے ریلوے لائن بچھانے کی سخت مخالفت کی۔ ان مخالفین کا کہنا تھا کہ اگر ان کے پرانے طرز کے محدود معاشروں میں ریلوے کا عمل دخل ہو گیا تو ان کے جاگیرداری پر مبنی زرعی نظام کو گزند پہنچے گی۔ چند سرداروں کا اپنے مزارعین پر اثر و رسوخ ختم ہو جائے گا۔ لوگوں کا باہر دنیا سے رابطہ قائم ہو جائے گا تو جدید تہذیب کے ''گندے انڈے'' بھی دقیانوسی معاشرہ میں آبراجمان ہوں گے۔ تاریخ یہاں تک گواہ ہے کہ لوگوں نے ریلوے کی مخالفت میں جانوں کا نذرانہ تک پیش کیا۔ ایسے تنگ نظر معاشروں میں معاشی ترقی کا پودا پروان نہیں چڑھ سکتا۔ مذہبی عقائد بھی بعض اوقات معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ دنیا کے ایک مذہب میں سمندر پار جانا گناہ کبیرہ سمجھا جاتا رہا ہے ایسے معاشرہ میں بحری تجارتی بیڑہ بنانا اور تجارت کو ترقی دے کر معاشی پیش رفت حاصل کرنا خاصا دشوار امر ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ معاشرہ میں اخلاقی تعلیم، آداب اور روایتی علم وفن کو قدر و منزلت حاصل ہوتی ہے۔ جب معاشی ترقی ان میں تبدیلی کا تقاضہ کرتی ہے یعنی نئے علم و ہنر کے دروازے کھول دیتی ہے تو ماں باپ اپنے بچوں کو نئی روشنی سے جان بوجھ کر دور رکھتے ہیں کہ مبادا وہ بے ادب، بے مروت اور بے اخلاق نہ ہو جائیں۔ ''گلستان'' پر زور دیا جاتا ہے مگر انجنئیرنگ اور پولی ٹیکنیک کالجوں سے فارغ التحصیل ہونے کو برا خیال کیا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ معاشرے میں قدامت پسندی کے بادل چھٹ رہے ہوں، پرانی نسل کے اعتقادات میں تبدیلی رونما ہو رہی ہو، نئے علم و ہنر کو قدر و فضیلت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہو، مذہبی احکامات حرکت پذیری کا راستے میں حائل نہ ہو رہے ہوں، تعلیم سے عمومی لگاؤ بڑھ رہا ہو، لوگوں کا طرز عمل جدیدیت اور نئے چیلنجوں کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوا اور لوگ لکیر کے فقیر بنے رہنے کو ترجیح نہ دیتے ہوں تو یہ کہا جائے گا کہ معاشرتی سطح پر معاشی ترقی کے لیے سازگار فضا موجود ہے۔ ورنہ اس کے برعکس حالات میں معاشی ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔

سوال نمبر3۔ معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت و افادیت پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

منصوبہ بندی کی اہمیت: ترقی پذیر ممالک کی موثر معاشی ترقی اس ملک کی بقاء اور سالمیت دونوں کے لیے بہت ضروری ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کی تیسری دہائی سے منصوبہ بندی کے تصورات اور نظریات نے اہمیت حاصل کرنا شروع کی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد تو اس کی افادیت سے کسی کو بھی انکار نہ رہا۔ 90-1980ء کی دہائی میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جہاں معاشی منصوبہ بندی پر عمل نہ کیا جاتا ہو۔ مختلف ممالک نے معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے معاشی ترقی کے وہ عظیم فائدے حاصل کیے ہیں کہ جن کو دیکھ کر پسماندہ ممالک کے لوگ ششدر رہ جاتے ہیں۔ ویسے بھی کثیر فائدوں کا حصول اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب معاشی ترقی کے پروگراموں کو باقاعدہ کسی نظم و ضبط کے تحت شروع کیا جائے۔ یونہی بے خیالی میں شروع کیا ہوا کام مفید نتائج کا حامل نہیں ہوتا

ملی جلی معیشت: مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر موجودہ زمانے میں تقریباً ہر ایک ملک نے منصوبہ بندی کو اپنایا ہوا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ منصوبہ بند شعبوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ خالص سرمایہ دارانہ نظام اپنی ساخت اور ہیئت بدل رہا ہے۔ اب اسی نظام میں نجی شعبے کے ہمراہ منصوبہ بند شعبے بھی کام کر رہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اب اس طرز کی معیشت کا نام ''ملی جلی معیشت'' رکھا گیا ہے۔

معاشی ترقی کے مانع عوامل۔

معاشی ترقی کے لیے سیاسی عوامل کی اہمیت سے انکار محال ہے۔ سیاسی عوامل کی اہمیت ترقی پذیر ممالک میں اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ ترقی پذیر ممالک کو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

03345504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

منڈی کی ناکاملیات، سرمایہ کاری کی قلت، سرمایہ کاری کی ناسازگار فضا اور فنی مہارتوں کی کمی جیسے شدید مسائل کا سامنا ہے۔ ایسے حالات میں حکومت اور سیاسی عوامل کی طرف سے اقدامات اور بھی ناگزیر ہو جاتے ہیں۔ سیاسی عوامل کئی قسم کے ہوتے ہیں:

ترقی کی دلدادہ حکومت: معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ جو حکومت برسراقتدار ہو وہ معاشی ترقی کی طرف جھکاؤ رکھتی ہو۔ اقتصادی ترقی کے لیے منصوبہ بندی اہم مقام رکھتی ہے۔ اقتصادی منصوبہ بندی سرکاری سطح پر ہی کی جاتی ہے۔ ترقی کی دلدادہ حکومت معاشی ترقی کے لیے اقتصادی منصوبہ بندی کے عملی نفاذ کے لیے منصوبہ بندی کمیشن کا قیام عمل میں لاتی ہے۔ آج کل کے دور میں تو ویسے بھی کوئی حکومت معاشی ترقی سے کنارہ کشی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ دیگر حکومتوں کی طرح پاکستان کی ہر حکومت 1947ء سے ہی معاشی ترقی کی واضح طرف دار رہی ہے۔ ہر حکومت ترقیاتی منصوبے تیار کرتی ہے۔ ان کے عملی نفاذ کا بندوبست کرتی ہے، پروگراموں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتی ہے۔ ان افعال کے ذریعے معاشی ترقی کے لیے سازگار ماحول بنانے میں مدد ملتی ہے۔

جمہوری حکومت: معاشی ترقی کے لیے نہ صرف ترقی کی دلدادہ حکومت کی موجودگی ضروری ہے بلکہ اس کا جمہوری ہونا بھی ازبس لازمی ہے۔ جمہوری طرز رکھنے والی حکومتوں کی زیرنگرانی ترقی زیادہ تیز ہوتی ہے۔ جن معاشروں میں آمریت یا بادشاہت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ وہاں معاشی ترقی کے تیز تر عمل کی ضمانت دینا کافی مشکل ہے۔ جمہوری معاشروں میں برسراقتدار حکومتوں کو معاشی ترقی کے حصول کے لیے بہت کام انجام دینا پڑتا ہے۔ اگر ترقیاتی پروگراموں کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے تو جمہوری حکومتوں کو آئندہ انتخابات میں شکست کا احتمال ہوتا ہے۔ شکست سے بچنے کے لیے ہر حکومت اپنی مقدور بھر کوشش کرتی ہے کہ ترقی کا عمل رواں دواں رہے بادشاہت یا آمریت میں حکمران انتخابات کے جھنجھٹ سے آزاد ہونے کے باعث معاشی ترقی کے لیے اپنی صلوحیتوں کو بروئے کار لانے کو اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ انتخابات میں شکست وغیرہ کا خدشہ نہ ہونے کے باعث سخت گیر آمر معاشی ترقی کے پروگرام بنانے اور انہیں نافذ کرنے کے معاملات سے دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے۔

جمہوریت معاشی ترقی کی رفتار کو بڑھانے کا کام کرتی ہے۔ جمہوری ملکوں میں ہر سیاسی پارٹی انتخاب کے وقت اپنے ووٹروں کے سامنے کوئی نہ کوئی منشور پیش کرتی ہے اور پھر برسراقتدار آ کر اپنے وعدوں کی تکمیل کی کوشش کرتی ہے تا کہ اگلے انتخابات میں ان کا برسراقتدار آنا یقینی ہو جائے۔ اکثر ممالک میں سیاسی جماعتیں تقسیم دولت کو منصفانہ بنانے کا وعدہ کرتی ہیں۔ حکومت میں آ کر یہ جماعتیں کسی نہ کسی حد تک دولت کی تقسیم کو بہتر بنانے کی حتی الوسع کوشش بھی کرتی ہیں۔ جس حد تک یہ تقسیم منصفانہ ہو جائے اتنی ہی معاشی ترقی کے لیے سرمایہ سازی ممکن ہو جاتی ہے۔

مضبوط حزب اختلاف: معاشی ترقی کے لیے جمہوری حکومتوں کی موجودگی کے علاوہ مضبوط حزب اختلاف کا قیام بھی اہم شرط ہے۔ کوئی حکومت خواہ کتنی بھی ذمہ دار کیوں نہ ہو، اس سے کسی نہ کسی قسم کی کوتاہی یا وسائل کی عام تخصیص کا جرم سرزد ہو سکتا ہے۔ ان کوتاہیوں اور غلطیوں کی نشاندہی کا کام حزب اختلاف کو انجام دینا چاہیئے۔ حزب اختلاف کی غیر موجودگی یا کمزوری کی صورت میں برسراقتدار حکومت نشہ اقتدار میں بدمست ہو سکتی ہے جس کے باعث قومی وسائل ملکی مفاد کی بجائے ذاتی اغراض پر خرچ ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

مستعد انتظامیہ: ایک باصلاحیت حکومت کی انتظامیہ بھی مستعد ہوتی ہے۔ مستعد انتظامیہ معاشی ترقی کے پروگراموں کو چار چاند لگا سکتی ہے۔ منصوبوں کی تشکیل، نفاذ اور عملی نتائج کے مرتب کرنے میں حکومتوں کو انتظامیہ پر ہی بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ باصلاحیت انتظامیہ معاشی ترقی کے یہ سب کام بحسن وخوبی انجام دیتی ہے۔ اس کے برعکس اگر انتظامیہ راشی ہو جائے، پروگراموں میں دلچسپی نہ دکھائے، سرخ فیتے کا استعمال زیادہ کرے تو ظاہر ہے ایسی انتظامیہ معاشی ترقی میں سدراہ بن جائے گی۔ ترقی پذیر ممالک کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ان کو کبھی کبھی باصلاحیت، ترقی کی دلدادہ حکومتیں نصیب بھی ہو جاتی ہیں مگر سست نااہل اور کام چور انتظامیہ کے ہاتھوں عوام کی طرف سے ان کو ہمیشہ بدنامی اور رسوائی کا داغ بھی ملا۔

امن وامان: معاشی ترقی کے سیاسی عوامل کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ ملک کے طول وعرض میں امن وامان قائم ہو۔ پرامن فضا میں معاشی جدوجہد زیادہ تیزی سے پروان چڑھتی ہے۔ اگر ہر طرف بدامنی ہو، لوٹ مار کا بازار گرم ہو، جلاؤ اور گھیراؤ کی مہم زوروں پر ہو، ہڑتالیں اور تالہ بندیاں عام ہوں، غبن، رشوت اور اقربہ پروری عام ہوا اور طبقاتی خانہ جنگی عروج پر ہو تو ظاہر ہے کہ معاشی ترقی کے پروگرام شرمندہ تعبیر نہ ہو سکیں گے۔ سرمایہ کاری کی سرگرمیاں پریقین ماحول کا تقاضہ کرتی ہیں۔ ذرا سی بےیقینی سرمایہ کاروں کو ہاتھ کھینچ لینے پر مائل کر دیتی ہے۔ ہے جو عوام اور حکومت کے درمیان دیانتدار رابطہ کار کا فرض انجام دے۔ اسے یہ معلوم ہو کہ برسراقتدار حکومت ترقیاتی میدان میں کیا کیا عزائم رکھتی ہے اور عوام کی اس بارے میں کیا کیا امیدیں ہیں۔ دونوں سمتوں کا خوبصورت سنگم بنانا مستعد انتظامیہ کا کام ہے باصلاحیت انتظامیہ مشنری معاشی ترقی کے کام کو کس طرح منزل عروج تک پہنچاتی ہے۔ اس کا ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

اعلیٰ صلاحیت کار: حکومت کی انتظامیہ ان افراد پر مشتمل ہونی چاہیئے جو بہت زیادہ تعلیم یافتہ، تربیت یافتہ اور ذہین لوگ ہوں۔ ان افسران کا چناؤ کسی مناسب امتحانی اور تربیتی نظام کے ذریعے ہونا چاہیئے۔ جہاں ہر کوئی سخت آزمائش اور مسلسل جانچ پڑتال کے مرحلوں سے گزرے تا کہ جو کوئی بھی حکومت کی انتظامیہ کا رکن بنے۔ وہ بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ افسران کے چناؤ میں علاقائی تناسب کی تخصیص، سفارش اور اقربہ پروری جیسے نامسعود امور انتظامیہ کو نااہل اور کام چور بنانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ نااہل انتظامیہ، حکومت اور عوام کے درمیان گہرے رابطہ کا کام انجام نہیں دے سکتی۔

سماجی وثقافتی عوامل: معاشی ترقی کہیں خلا میں جنم نہیں لیتی بلکہ اس کا ظہور معاشرہ کے سماجی اور ثقافتی ڈھانچے کے اندر ہی ہوتا ہے۔ اگر سماجی اور ثقافتی

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03455504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

ڈھانچہ اسی اقدار اور قوموں سے عبارت ہے جو مثبت کردار ادا کرنے کی صلاحیتیں رکھتا ہے تو ایسے ڈھانچے کے تحت معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوتی جائے گی۔ان قوتوں کے منفی ہونے کی صورت میں معاشی ترقی ہونا بالکل ناممکن ہے۔معاشی ترقی کے لئے اہم سماجی وثقافتی عوامل درج ذیل ہیں:

1۔ مذہب کا اثر: دنیا کا کم وبیش ہر ایک معاشرہ کسی نہ کسی مذہب کا پیروکار ہے۔جو مذہب بدلتے وقت کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے پیروکار بہت جلد اور با آسانی معاشی ترقی حاصل کر لیتے ہیں۔جبکہ اس کے برعکس جامد مذہب کی وجہ سے حالات میں تنزلی ہی آتی ہے اور معاشی ترقی کی بجائے معاشرے میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہوتی ہے اور غربت وافلاس بڑھ جاتی ہے۔مثلاً اگر ایک جامد مذہب اپنے پیروکاروں کو سمندری سفر سے روکتا ہے اور مختلف قسم کی پابندیوں کی دیوار کھڑی کرتا ہے تو محنت کی حرکت پذیری رک جائے گی اور اس کے نتیجے میں مؤثر معاشی ترقی کی راہیں مسدود ہو جائیں گی۔

2۔ مشترکہ خاندان: لوگوں کا انفرادی خاندان یا مشترکہ خاندان کی صورت میں رہائش پذیر ہونا بھی معاشی ترقی کو متاثر کرتا ہے۔جس طرز زندگی میں کسی فرد کو یہ معلوم ہو کہ جو کچھ وہ کمائے گا وہ اسی کا ہے تو وہ زیادہ بچت کر کے سرمایہ کاری کرنے اور خطرہ مول لینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ایسے حالات میں محنت کی حرکت پذیری اور سرمایہ کی فراہمی خاطر خواہ طور پر مثبت کردار ادا کریں گے۔اس کے برعکس اگر کوئی ذہین فرد مشترکہ خاندانی نظام میں زندگی گزارتا ہو تو اس کی کمائی بڑھانے ،زیادہ بچت کرنے اور کاروباری سرگرمیوں میں شمولیت کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا کیونکہ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کمائی ،بچت ، اور سرمایہ کاری کے فوائد وثمرات میں تو سب کے سب شامل ہوں گے لیکن کوئی بھی اس کی مدد محنت یا سرمایہ میں نہیں کرے گا۔انسان کے سامنے کارکردگی کی یہ صورتحال مایوس کن ہوتی ہے جس وجہ سے معاشی ترقی بھی متاثر ہوتی ہے۔

3۔ قومی احساس برتری: قومی احساس تفاخر نے معاشی ترقی کے لیے مہمیز کا کام انجام دیا ہے۔جاپان نے 1868ء کے بعد محض اسی قومی جذبہ کے تحت جدید طرز ترقی حاصل کی۔یونان والے سکندر اعظم کے دور کو سنہری دور مان کر اسی شان وشوکت کے دوبارہ حصول کو اپنا قومی اعزاز سمجھتے ہیں۔مسلمان حضرت عمرؓ کے زمانے میں مروج اسلامی نظام کو اپنا آئیڈیل تصور کر کے معاشی سرگرمیوں کو اس نہج پر استوار کرتے ہیں کہ جلد سے جلد نشاۃ ثانیہ کی منزل قریب آجائے۔قومی احساس برتری نے ہی چین کو 1949ء کے بعد شاہراہ ترقی پر ڈالا۔یہ جذبہ 1776ء سے امریکہ میں کارفرما ہے کہ جس کی بدولت آج وہ ترقی کی انتہائی رفعتوں سے ہمکنار ہے۔

4۔ سماجی طرز عمل: کچھ معاشروں میں یہ رسم ہے کہ آدمی کی قدر ومنزلت کا تعین اس کے کام کی بجائے اس کے خاندان یا قبیلے کی نسبت سے کرتے ہیں۔جہاں کہیں آدمی کی وقعت کا تعین اس کی کارکردگی سے کیا جائے گا وہاں معاشی ترقی سہل تر اور تیز تر رونما ہوگی۔جہاں اس کی ذات کو برادری یا خاندان کے حوالے سے پہچانا جائے گا وہاں اس کی ذاتی خصوصیات اور کارکردگی کھل کر سامنے نہیں آسکے گی اور معاشی ترقی رُو بہ زوال ہو جائے گی۔

5۔ تعلیم وتربیت: جس ملک میں تعلیمی سطح بلند ہوگی ، فنی ماہرین کی تعداد زیادہ ہوگی اور تربیتی ادارے مستعد ہوں گے تو وہاں ڈاکٹروں، نرسوں، پروفیسروں، منتظمین، افسروں، کارندوں، ہنرمندوں اور کاریگروں کی بھرمار ہونے کے باعث معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوگی۔جہاں اس کے برعکس جہالت چھائی ہوگی وہاں معاشی تنزل کے آثار نمایاں ہوں گے۔

6۔ اقدار اور ادارے: کسی معاشرے کی اقدار اور ادارے جن پر اس کی عمارت تعمیر ہوتی ہے وہ بھی معاشی ترقی میں بنیادی اور نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔کچھ قوموں کے نوجوانوں میں ہوٹلوں اور سینماؤں میں وقت ضائع کرنے کا فیشن ہے۔سیاست اور مذہبی باریکیوں پر بحث کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔جذباتی نعرے لگانا، جلسہ اور جلوس میں شرکت کرنا ان کا روزمرہ کا معمول ہے۔ایسے معاشروں میں معاشی ترقی کے امکانات محدود ہوتے ہیں۔اس کے برعکس جہاں لوگ وقت کی قدر کرتے ہیں، جذباتیت کا مظاہرہ نہیں کرتے اور ہنگاموں سے پرہیز کرتے ہیں وہ ترقی کی رفعتوں کو پا لیتے ہیں۔

سوال نمبر4۔ پاکستان اس لیے ایک پسماندہ ملک ہے کیونکہ یہ بہت گنجان آباد ہے کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے؟ اپنے دلائل سے بیان کریں۔

جواب۔

افراط آبادی کے لغوی معنی ہیں آبادی کا زیادہ ہونا، لیکن آبادی کا محض زیادہ ہونا کوئی معاشی مسئلہ نہیں کرتا بشرطیکہ اس آبادی کو اچھا معیاد زندگی مہیا کرنے کے ذرائع اور وسائل موجود ہوں۔معاشیات میں افراط آبادی کا مرکب لغوی معنی میں نہیں بلکہ اصطلاحی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔اصطلاحی طور پر افراط آبادی سے مراد ایک ایسی صورتحال ہے جب کسی ملک کے معلوم وسائل پیداوار اس ملک کے لوگوں کو معقول معیار زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہوں۔یہ ایک اضافی اصطلاح ہے۔زمان ومکان کی تبدیلی سے صورتحال بدل سکتی ہے۔ہوسکتا ہے کہ ایک ملک میں آبادی کی گنجائی زیادہ ہو لیکن اسے ذرائع پیداوار بھی وافر مقدار میں میسر ہوں اور وہ ملک صنعتی وتجارتی نقطہ نظر سے اس قدر ترقی یافتہ ہو کہ لوگوں کو اچھے معیار زندگی کی ضمانت دے سکتا ہو۔مغربی یورپ کے صنعتی ممالک جن میں اٹلی، جرمنی اور برطانیہ شامل ہیں، اسی زمرے میں شامل ہیں۔دوسری طرف ایسے ممالک بھی ہیں جو نسبتاً کم گنجان آباد ہیں۔لیکن ان کے وسائل پیداوار اور رائج ٹیکنالوجی لوگوں کو معقول معیار زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہیں۔براعظم افریقہ اور لاطینی امریکہ کے بہت سے ممالک اسی صورتھال سے دوچار ہیں۔پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ جو ملک آج افراط آبادی کے مسئلہ سے دوچار ہے وہ ہمیشہ ایسے ہی رہے گا۔عین ممکن ہے کہ مستقبل میں اسے مزید وسائل حاصل ہو جائیں مثلاً نئ معدنیات دریافت ہو جائیں۔بھاری مقدار میں معدنی تیل مل جائے، یا خام لوہے اور کوئلے کے بڑے ذخائر حاصل ہو جائیں تو ہی موجودہ آبادی سے بھی کہیں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

زیادہ تعداد کو بہتر اور خوشحال زندگی کا دور میں داخل ہونے کا موقعہ فراہم کرسکتا ہے۔

کیا پاکستان افراط آبادی کا شکار ہے؟ نسبتاً کم گنجان آباد ہونے کے باوجود پاکستان افراط آبادی کے مسئلہ سے دوچار ہے کیونکہ گذشتہ 62 برس کی معاشی جدوجہد کے باوجود ہمارے ملک کے معلوم وسائل پیداوار آبادی کو معقول معیار زندگی مہیا نہیں کرسکے اور ملک کی آبادی کا بیشتر حصہ انتہائی غریب وافلاس سے دوچار ہے۔اس بات کو ثبوت مندرجہ ذیل حقائق سے ملتا ہے۔

فی کس آمدنی کا کم ہونا: پاکستان کی فی کس آمدنی انتہائی قلیل ہے۔فی کس آمدنی سے مراد وہ اوسط آمدنی ہے جو کسی ملک کی قومی آمدنی کو اس ملک کی کل آبادی پر تقسیم کرکے حاصل ہوتی ہے یعنی فی کس آمدنی = کل قومی آمدنی / آبادی اس سے کسی ملک کے لوگوں کے عام معیار زندگی کا پتہ چلتا ہے۔اس جگہ یہ بات خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ فی کس آمدنی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ واقعی پاکستان کے ہر شہری کو برابر روپے ملتے ہیں۔درحقیقت آمدنیوں میں بہت فرق پایا جاتا ہے کئی لوگ کروڑوں روپے سالانہ کماتے ہیں کئی لاکھوں روپے اور کئی ہزاروں روپے اور کئی ایسے بھی ہیں جو کچھ بھی نہیں کرتے اور بھیک مانگ کر گزر بسر کرتے ہیں۔فی کس آمدنی محض ایک اوسط آمدنی ہے جس کی افادیات یہ ہے کہ اس سے ملک کے لوگوں کے عام معیار زندگی کا پتہ چلتا ہے۔چونکہ پاکستان کی فی کس آمدنی بہت قلیل ہے اس لئے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ پاکستان افراط آبادی کا شکار ہے۔

فی کس زیر کاشت رقبے کا کم ہونا: پاکستان میں فی کس زیر کاشت رقبہ بہت کم ہے جو ایک ایکڑ فی کس سے بھی کافی کم ہے۔ماہرین کی رائے میں لوگوں کو کم از کم معیار زندگی کی ضمانت دینے کے لئے زیر کاشت رقبہ کی اوسط ایک ایکڑ سے کم نہیں ہونی چاہیے نہ صرف یہ کہ فی کس کاشت رقبہ کم ہے بلکہ اس میں برابر کمی ہوتی چلی گئی ہے (فی کس کاشت رقبہ معلوم کرنے کے لیے ہم کسی ملک کے زیر کاشت رقبہ کو اس کی آبادی سے تقسیم کردیتے ہیں)۔

خوراک کی قلت کا مسئلہ: آج سے تقریباً سوا دوصدی قبل ایک برطانوی ریاضی دان اور معیشت دان رابرٹ تھامس مالتھس نے یہ کہا تھا کہ دنای کی آبادی کا تعین وسائل خوراک سے ہوتا ہے اور آبادی میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ یہ وسائل خوراک سے تجاوز کرجاتا ہے کہ یہ وسائل خوراک سے تجاویز کرجاتی ہے۔یہ نظریہ اپنی اصلی صورت میں رد کیا جاچکا ہے۔آبادی کا تعین محض وسائل خوراک سے بھی نہیں بلکہ کسی ملک کے مجموعی وسائل سے ہوتا ہے۔مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک صرف تیل کی دولت سے مال مال ہیں اور اس کے بدلے نہ صرف اپنی خوراک بلکہ دیگر ضروریات زندگی بھی درآمد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان ممالک کو کسی قسم کا افراط آبادی کا مسئلہ درپیش نہیں ہے لیکن جو بات کسی ایک ملک یا پسند ممالک کے لیے درست ہے وہ ضروری نہیں کہ ساری دنیا کے لیے بھی درست ہو۔اگر دنیا کے چند ایک ممالک اپنی جرورت کی خوراک خود پیدا کرنے والے ملکوں کو قحط کا سامنا کرنا ہوگا۔اس وقت پاکستان کی آبادی 1.8 فیصد سلالانہ سے زیادہ شرح سے بڑھ رہی ہے۔1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی تقریبا 13 کروڑ پر مشتمل تھی۔ظاہر ہے کہ موجودہ آبادی سے دگنی آبادی کیلئے دگنی خوراک کی ضرورت ہوگی لیکن موجودہ صورتحات یہ ہے کہ ہم کوششوں کے باوجود ابھی تک گندم کی پیداوار میں خود کفیل نہیں ہو پائے۔اس کے علاوہ ہم کھانے کا تیل بھی وافر مقدار میں درآمد کرتے ہیں۔نہ صرف یہ کہ مقداری طور پر خوراک کی کمی ہے بلکہ وہ وصفی طور پر بھی ناقص ہے۔ہماری خوراک زیادہ تر اناج یعنی گندم، چاول، مکئی وغیرہ پر مشتمل ہے اور صحت آور خوراک یعنی گوشت ،انڈے، دودھ اور پھل بہت قلیل مقدار میں میسر ہیں۔

رہائشی ضروریات کی قلت: ہر خاندان کو رہنے کے لیے ایک مکان کی ضرورت ہوتی ہے۔پاکستان کی زیادہ تر آبادی دیہات میں رہتی ہے ان کے مکانات کچے ہوتے ہیں۔اور ضروریات کے لحاظ سے ناکافی۔برساتی موسم میں اور سیلابوں کی زد میں آکر اکثر مکان منہدم ہوجاتے ہیں۔شہروں میں پختہ مکانات ہیں لیکن بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بالکل ناکافی ہیں۔

صحت وصفائی کی سہولتوں کی کمی: ہمارا ملک افراط آبادی کے مسئلہ سے دوچار ہے۔اس کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ ہمارے ہاں طبی سہولتوں کی شدید قلت ہے۔ہمارے ملک میں بارہ سو افراد کے لیے ایک ڈاکٹر ہے۔اڑھائی ہزار افراد کے لیے ہسپتال میں صرف ایک نرس ہے۔اگرچہ وبائی امراض پر بڑی حد تک قابو پالیا گیا ہے لیکن ناقص خوراک اور غیر صحت مند ماحول کے سبب بیماریاں عام ہیں۔اس لئے لوگوں کی استعداد کار بہت پست ہے۔

تعلیم کی سہولتوں کی کمی: ہمارے ملک میں 1998ء میں دس برس یا اس سے زیادہ عمر کی آبادی کا صرف 44 فیصد خواندہ تھا جبکہ اس شخص کو بھی خواندہ سمجھ لیا گیا تھا جو ایک سادہ سی عبارت کو پڑھ کر سمجھ سکتا تھا۔اس سے یہ نتیجہ اگر نکلتا ہے کہ آبادی میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا تو تعلیمی سہولتوں کا مسئلہ اور بھی شدت اختیار کر جائے گا۔

روزگار کے مواقع کی کمی: تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے نتیجہ میں ہمارے ملک کی افرادی قوت میں ہر سال اضافہ ہورہا ہے لیکن زرعی اور صنعتی شعبہ میں روزگار کے مواقع اسی تناسب سے نہیں بڑھ رہے۔مشرق وسطی کے ممالک میں بڑے پیمانے پر ہجرت کے سبب بیروزگاری کی سنگینی میں کمی واقع ہوئی ہے۔اس وقت کثیر افراد غیر ممالک میں کام کررہے ہیں جو نہ صرف ہمارے ملک میں بیروزگاری کے مسئلے کو حل کررہے ہیں بلکہ کثیر مقدار میں ذرمبادلہ کما کر وطن بھیج رہے ہیں۔

افراط زر کی صورت حال: پاکستان میں افراط آبادی کی واضح اور اہم علامت افراط زر ہے۔گذشتہ چند برسوں سے ہمارے ملک میں عام اشیا کی قیمتوں مین تیزی سے اضافہ ہوتا رہا ہے جس سے عوام کی مشکلات بڑھتی چلی گئی ہیں بالخصوص محدود آمدنی حاصل والے لوگوں اور تنخواہ دار طبقے کو سخت پریشانی سے دوچار ہونا پڑ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

0334 5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

رہا ہے۔

آبادی کو فعال بنانے کی تجاویز

i) ملک کی دیہی افرادی قوت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے: ہماری آبادی سب سے بڑی معاشی قوت ہے۔ دیہی علاقوں میں افرادی قوت کا ایک بہت بڑا حصہ صرف جزوی طور پر برسر روزگار ہوتا ہے، فصل کی کاشت کے وقت اور فصل کی کٹائی کے وقت۔ درمیانی عرصہ میں وہ فارغ ہوتا ہے۔ اس فارغ جمعیت محنت کی مدد سے ہم قومی پیداوار میں کئی طرح سے اضافہ کر سکتے ہیں۔

الف) دیہات میں نہریں اور سڑکیں تعمیر کی جائیں۔ اسکول، ہسپتال اور مفاد عامہ کی دیگر تعمیرات عمل میں لائی جائیں۔

ب) دیہاتی علاقوں میں کاشتکاری کے جدید طریقوں کو روشناس کرانے کے لیے تربیتی مراکز قائم کیئے جائیں جہاں فارغ وقت میں کسان بھائی عملی طور پر پیدا وار کے نئے طریقوں کی تربیت حاصل کریں۔ اور زرعی پیداوار میں اضافہ کریں۔ ماضی میں حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کئی اسکیمیں چلائی گئیں جس میں ولیج پروگرام، دیہی تعمیراتی پروگرام، مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام اور پیپلز ورکس پروگرام اور ایگرو ولیز پروگرام وغیر شامل ہیں۔ پانچویں پانچ سالہ منصوبے (1978-83) کے آغاز کے وقت ان سب کو ملا کر ایک پروگرام میں مدغم کر دیا گیا اور اس کا نام ''دیہی ترقیاتی تنظیم'' رکھ دیا گیا تھا۔

ii) سائنسی اور فنی تعلیم کا فروغ: دور حاضر سائنس، فن اور ٹیکنالوجی کا دور ہے اس شعبہ میں حیرت انگیز ترقی سے زرعی اور صنعتی پیداوار میں اضافہ کے لیے نت نئے طریقے دریافت ہو رہے ہیں اس لیئے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جدید ٹیکنالوجی سے واقفیت حاصل کریں کیونکہ اس کے بغیر ہماری قومی زراعت اور صنعت کے میدان میں صحیح ترقی کے قابل نہیں ہو سکتی۔ اس شعبہ میں جو رقمیں خرچ کی جائیں اسے جدید ماہرین معاشیات، انسانی سرمائے میں افزائش، یا غیر مادی تشکیل سرمایہ، کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ انسانی علم کوئی مادی شے نہیں ہے جو ہمیں نظر آ سکتی ہو۔ لیکن یہ اتنی بڑی قوت ہے کہ جس قوم کے پاس یہ سرمایہ موجود ہے وہ کسی بھی مقدار میں مادی سرمایہ حاصل کر سکتی ہے۔ اور قومی پیدیاوار میں نمایاں اضافہ کر سکتی ہے۔ پس ہماری افرادی قوت اسی صورت میں ملک کی معاشی ترقی میں فعال کردار ادا کر سکتی ہے جب وہ زیور تعلیم سے آراستہ ہو۔ ماضی میں حکومت نے اس سلسلے میں بہت کچھ کیا ہے اور بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔ قومی پیداوار کا تقریباً 2 فیصد تعلیم کے شعبہ پر خرچ ہو رہا ہے۔

iii) طبی اور حفظان صحت کی سہولتوں میں اضافہ: ملک کی آبادی اسی صورت میں اقتصادی ترقی میں متحرک کردار ادا کر سکتی ہے کہ اگر اس کی استعداد کار بہتر ہو اور استعداد کار کا دارومدار اور باتوں کے علاوہ لوگوں کی صحت پر بھی ہے۔ ہمارے ملک میں غربت کے باعث لوگوں کی خوراک ناقص ہے۔ لباس اور رہائش غیر صحت مند ہے جس کے نتیجہ میں بیماریاں عام ہیں اس لیئے زیادہ تر افرادی قوت کی استعداد کار کم ہے۔ طبی سہولتوں میں اضافہ کر کے اور حفظان صحت کی مناسب تدابیر اختیار کر کے جمیعت محنت کی استعداد کار میں نمایاں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

iv) تقسیم دولت کا منصفانہ نظام اور جذبہ حب الوطنی: درحقیقت یہ محنت کا جذبہ ہی ہے جو ریت کو بھی سونے میں تبدیل کر دیتا ہے یعنی پانی کو ترستے ریگستان لہلہاتے کھیتوں میں بدل جاتے ہیں۔ کارخانوں میں چلنے والی مشینوں کی آواز خاموش آبادیوں کا سکوت توڑ دیتی ہے۔ گاڑیوں بسوں اور ٹرکوں کے ذریعہ لوگ اور ساز و سامان ملک کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک آنے جانے لگتا ہے ہر طرف چہل پہل اور گہما گہمی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ ملک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی میں کام کی تحریک پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے بڑھتی ہوئی قومی دولت سے اپنا جائز حصہ ضرور ملے تاکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ لگن سے کام کرے۔ ماضی میں اس سلسلے میں کئی اقدامات کیئے گئے جس میں 1959ء اور 1972ء کی زرعی اصلاحات اور 1960ء اور 1972ء کی مزدوروں کی پالیسی شامل ہیں۔ ان اصلاحات پر صحیح عملدر آمد کے ذریعہ ملک کی افرادی قوت کی فعالیت کو مزید تقویت پہنچائی جا سکتی ہے۔

v) آبادی کی منصوبہ بندی: پاکستان کی آبادی میں تیزی سے اضافہ افرادی قوت کی فعالیت پر برا اثر ڈال رہا ہے۔ کیونکہ آبادی میں بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آبادی کی منصوبہ بندی کے ذریعہ فعال افرادی قوت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 5۔ آپ کے نزدیک پاکستان کا کون سا پانچ سالہ منصوبہ زیادہ کامیاب ہوا اور کیوں؟

جواب۔

پاکستان کا پانچواں پانچ سالہ منصوبہ تکنیکی اور پالیسی کے لحاظ سے سب سے کامیاب منصوبہ تھا اس کے چیدہ عوامل کا تذکرہ کرنا بہت ضروری ہے جو کہ کچھ یوں ہیں۔

پاکستان کا پانچواں پانچ سالہ منصوبہ:

1۔ پس منظر:

سقوط مشرقی پاکستان کے بعد سے لے کر 1978ء تک ملک سیاسی، سماجی اور اقتصادی ابتری اور اتار چڑھاؤ کا شکار رہا اور ملکی فضا سرمایہ کاری اور تیز تر معاشی ترقی کے لئے ناسازگار رہی۔ ایک طرف قدرتی آفات نے زرعی پیداوار پر بُرا اثر ڈالا تو دوسری طرف مزدوروں اور مالکوں کے درمیان کشیدگی اور نجی سرمایہ کاری کے تقریباً ختم ہو جانے کے باعث صنعتی پیداوار مایوس کن حد تک کم ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ 77-1970 کے درمیان قومی پیداوار میں اضافہ کی اوسط شرح

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 03345504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

صرف 4 فیصد سالانہ رہی جو کہ بمشکل ملک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا ساتھ دے سکی اور فی کس آمدنی میں اس عرصہ کے دوران کوئی قابل ذکر اضافہ نہ ہو سکا۔ 1977ء کے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ملک میں امن وامان کی صورتحال بہتر ہوگئی۔ نیز اس وقت کی حکومت نے نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لئے جو اقدامات کیے اس سے ایک بار پھر معاشی بحالی کا دور شروع ہوگیا اور 79-1978ء کے مالی سال سے پاکستان کے پانچویں پانچ سالہ منصوبے کا آغاز بھی ہو گیا۔

2۔ پانچویں پانچ سالہ منصوبے کا حجم اور مالی وسائل:

پانچویں پانچ سالہ منصوبہ کی مدت کے دوران 210 ارب روپے خرچ کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ اس میں سے 148 ارب روپے سرکاری شعبہ میں اور 62 ارب روپے نجی شعبہ میں خرچ ہونے قرار پائے۔ اس منصوبہ میں زیادہ سے زیادہ مالی وسائل ملک کے اندر سے حاصل کرنے کا پروگرام بنایا گیا تا کہ غیر ملکی امداد پر انحصار کم کیا جا سکے۔ یہ طے پایا کہ 75 فیصد مالی وسائل گھریلو بچوں سے حاصل کئے جائینگے اور صرف 25 فی صد غیر ملکی امداد سے۔ جہاں تک وسائل کی شعبہ وار تقسیم کا تعلق ہے مجموعی رقم کا 12.37 فیصد زراعت، 8.14 فی صد آبپاشی، 20.22 فی صد صنعت اور کان کنی، 15.94 فی صد ایندھن اور طاقت، 18.36 فی صد ذرائع نقل وحمل اور رسل ورسائل، 10.94 فی صد فزیکل پلاننگ اور مکانات کے لیے اور 14.03 فی صد سماجی فلاح و بہبود اور دیگر شعبوں کے لئے متعین کیا گیا۔

3۔ مقاصد اور اہداف:

منصوبے کے مقاصد اور اہداف کے حصول کے لئے یہ طے کیا گیا کہ:

(الف) خام قومی پیداوار میں 7.2 فی صد سالانہ اضافہ ہوگا۔ فی کس آمدنی میں سالانہ 4.2 فی صد اضافہ ہوگا کیونکہ اس مدت میں آبادی میں تین فی صد سالانہ اضافہ متوقع ہے۔

(ب) زرعی پیداوار میں 6 فی صد سالانہ اضافہ کیا جائیگا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے گندم کی پیداوار 88 لاکھ ٹن سے بڑھ کر ایک کروڑ 30 لاکھ ٹن تک پہنچ جائے گی۔ چاول کی پیداوار 29 لاکھ ٹن سے بڑھ کر 39 لاکھ ٹن تک پہنچ جائے گی۔ گنے کی پیداوار دو کروڑ 84 لاکھ ٹن سے بڑھ کر تین کروڑ 48 لاکھ ٹن تک پہنچ جائے گی۔ خام روئی کی پیداوار 33 لاکھ گانٹھوں سے بڑھ کر 50 لاکھ گانٹھ تک پہنچ جائے گی۔

(ج) صنعتی پیداوار میں بحیثیت مجموعی 10 فی صد سالانہ اضافہ متوقع ہے۔

(د) نجی بچتیں گھریلو قومی پیداوار کا 7.8 فی صد سے بڑھ کر 12.5 فی صد تک پہنچ جائے گی۔ اور قومی بچتیں 12.5% سے بڑھ کر منصوبہ کی تکمیل تک 16% ہوجانے کی توقع کی جاتی ہے۔

(ذ) برآمدات میں سالانہ 11 فی صد اضافہ متوقع جبکہ درآمدات میں اضافہ سالانہ شرح 6.3 فی صد ہوگی۔ منصوبہ کے آخر تک برآمدات بڑھ کر 2.2 ارب ڈالر یا 22 ارب روپے تک پہنچ جائے گی۔

(ر) بجلی کا فی کس مصرف 105 کلوواٹ فی گھنٹہ سے بڑھ کر 149 کلوواٹ فی گھنٹہ ہو جائے گی۔

(س) صحت کے شعبہ میں 4596 سے زائد صحت کی اکائیاں قائم کی جائیں گی۔ 625 سے زائد دیہی صحت کے مراکز قائم ہوں گے۔ ہسپتالوں میں بستروں کا اضافہ ہوگا۔ 12917 سے زائد ڈاکٹر، 4780 مزید نرسیں اور 24886 مزید پیرا میڈیکل سٹاف کا اضافہ متوقع ہے۔

(ش) تعلیم کے شعبہ میں بحیثیت مجموعی لڑکوں کا داخلہ 56,32,2000 سے بڑھ کر 79,78,000 ہو جائے گا۔ اور لڑکیوں کا داخلہ 21,02,000 سے بڑھ کر 33,58,000 ہو جائے گا۔

4۔ منصوبہ کی حکمت عملی:

(۱) منصوبہ کی بنیادی حکمت عملی یہ ہے کہ ماضی میں اس سلسلہ میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ حقیقت پسندانہ ہدف مقرر کئے گئے ہیں تا کہ معیشت کے سب شعبے متوازن معاشی ترقی کریں اور معاشی ترقی کے ثمرات ملک کے سب طبقوں میں منصفانہ طریقے سے تقسیم ہوں۔

(۲) پانچویں منصوبہ میں زراعت کی ترقی کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے کیونکہ خوراک میں خود کفالتی کا مقصد ابھی تشنہ تکمیل ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے زمین، محنت اور پانی کے وسائل کو زیادہ بہتر طور پر استعمال کیا جائے گا اور زیادہ سے زیادہ کیمیاوی کھاد اور عمدہ بیجوں کا استعمال ہوگا۔

(۳) صنعتی شعبہ کی حکمت عملی یہ ہے کہ زیر تکمیل منصوبوں کو جلد از جلد مکمل کیا جائے اور ملک کی پیداواری استعداد کو بڑھانے کے لئے پاکستان سٹیل ملز نیز کھاد اور سیمنٹ کے کارخانوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

(۴) گھریلو بچتوں کی شرح گھریلو قومی پیداوار کے 7.8 فیصد سے بڑھا کر 12.5 فیصد کرنا تا کہ کم سے کم عرصہ میں ملک غیر ملکی امداد سے چھٹکارا حاصل کرے

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ، پروپوزل ، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

بڑھتے ہوئے قومی قرضہ کے بوجھ کو ہلکا کرنے کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

5۔ منصوبہ پر عمل درآمد کے پہلے دو سال کے نتائج (70-1978 اور 80-1979)

پانچویں پانچ سالہ منصوبہ پر عمل درآمد کے دو سالوں میں معیشت کے بیشتر شعبوں نے نمایاں ترقی کی جو کہ مندرجہ ذیل حقائق سے واضح ہوتی ہے۔(1) 1978-79 میں خام گھریلو پیداوار میں 5.9 فیصد کا اضافہ ہوا تھا جبکہ 80-1979 میں یہ اضافہ 6.2 فیصد ہوا یعنی منصوبے کا پہلے دو سالوں میں معاشی ترقی کی رفتار آبادی میں اضافہ کی رفتار سے تقریباً دگنی رہی۔ اس طرح فی کس آمدنی میں تقریباً 3 فیصد اضافہ ہوا۔

(2) 1978-79 میں زرعی پیداوار میں 4.2 فیصد کا اضافہ ہوا تھا جبکہ 80-1979 میں اضافہ کی شرح 6 فیصد رہی جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔ 1979-80 میں گندم ایک کروڑ 10 لاکھ ٹن پیدا ہوئی اور خام کپاس 43 لاکھ گانٹھیں گو کہ گنے اور چاول کی پیداوار مطلوبہ حد تک نہ بڑھ سکی۔

(3) 1978-79 میں صنعتی پیداوار میں اضافہ کی شرح 7.4 فیصد رہی تھی اور 80-1979 میں یہ شرح بڑھ کر 6.1 فیصد ہو گئی جو کہ منصوبہ کی مقرر کردہ 10 فیصد سالانہ شرح سے قدرے کم ہے۔

(4) برآمدات کے شعبہ میں پہلے دو سالوں کے دوران اضافہ کی رفتار خاص طور پر نمایاں ہے۔ 80-1979 میں برآمدات کی مالیت 203 ارب ڈالر یا 23 ارب روپے تھی جبکہ گزشتہ سال 79-1978 میں یہ مالیت 106 ارب ڈالر یا 16 ارب روپے تھی گویا صرف ایک سال میں برآمدات کی مالیت میں 43 فیصد اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں ادائیگیوں کے توازن میں 27 فیصد بہتری واقع ہوئی جہاں تک چاول اور خام کپاس کی برآمد کا تعلق ہے یہ بات خاص طور پر خوشکن ہے کہ ان دو اجناس کی برآمد کا جو ہدف پانچویں سالہ منصوبہ میں مقرر کیا گیا تھا وہ پہلے دو سالوں میں ہی پورا ہو گیا ہے برآمدات میں یہ خوشکن اضافہ کچھ تو ملک کے اندر اجناس کی پیداوار کے بڑھنے سے ہوا اور کچھ اجناس کی عالمی منڈی میں قیمتوں میں اضافہ کے وجود میں آیا۔

(5) منصوبے کے پہلے دو سالوں میں نجی سرمایہ کاری میں حوصلہ افزا اضافہ ہوا۔

(6) بیرون ملک کام کرنے والے لوگوں کی طرف سے اپنے وطن بھیجی گئی ترسیلات میں 23.5 فیصد اضافہ ہوا۔

(7) افراط زر کی طورت بدستور باعث پریشانی رہی گو کہ گھریلو پیداوار میں اضافہ اور ضروری درآمدات میں اضافہ سے قیمتوں کو کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کی گئی۔

(8) یہ بات باعث تشویش ہے کہ منصوبے کے پہلے دو سالوں کے دوران گھریلو بچتوں میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا پایا جس کے نتیجہ میں منصوبہ کی مدت کے دوران غیر ملکی امداد پر انحصار کم کرنے کیع مقصد کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے پس ضرورت اس بات کی ہے کہ بچتوں کی حوصلہ افزائی کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب حقیقی قومی پیداوار اور حقیقی فی کس آمدنی میں معقول اضافہ ہو اور افراط زر کی روک تھام کر کے روپے کی قوت خرید کو گرنے سے بچایا جائے۔

سوال نمبر6۔ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان رخنہ پھیلانے والے اسباب بیان کیجیے۔

جواب۔

<u>سرمایہ کی قلت</u> : کوئی بھی ملک ہو۔اپنی جدوجہد کے ذریعے خوشحالی کا خواستگار ہوتا ہے۔ معاشی خوشحالی کے لیے منصوبہ سازی ضروری ہے۔ مگر منصوبہ بندی کے مئوثر ہونے میں بڑی دقت یہ ہے کہ بے شمار ترقی پذیر ملکوں کو سرمایہ کی قلت کا سامنا ہے۔ یہ ممالک عاجزانہ سی شرح ترقی یعنی صرف 5% کے حصول کو اپنا ہدف بنا تے ہیں۔ پیداوار میں 5% اضافے کے لیے انہیں تقریباً 15% فیصد سرمایہ کارہیں مگر ان ممالک میں شرح بچت 15 فیصد بھی نہیں ہے۔ فی کس آمدنی کی سطح اس قدر پست ہے کہ افراد جو کچھ کماتے ہیں۔ اس ضروریات زندگی پر خرچ کر ڈالتے ہیں۔ ان ممالک میں بمشکل 5 تا 7 فیصد سرمایہ بچتوں کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

☆**<u>سرمایہ کے ذرائع</u>**: سرمایہ کی کمی کا مسئلہ پاکستان کو بھی درپیش ہے۔ سرمایہ کاری کے لیے مطلوبہ بچت ہمارے ہاں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نئے ٹیکس لگانے، افراط زر پیدا کرنے اور غیر ملکی قرضوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہے۔ ٹیکسوں، تمویل فاسد اور غیر ملکی قرضوں کے اپنے اثرات اور مجبوریاں ہیں۔ ایک طرف ٹیکسوں میں چوری عام ہے۔ اور تمویل فاسد کے سبب گرانی بڑھتی جارہی ہے۔

☆**<u>زرعی مجبوریاں</u>**: پاکستان سمیت بیشتر ترقی پذیر ممالک بنیادی طور پر زرعی ملک ہیں۔ ان کی آبادی کا تقریباً 65% حصہ دیہاتوں میں آباد ہیں۔ 50% سے ذائد لوگ راہ راست زراعت سے منسلک ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ ممالک زرعی میدان میں بھی خود کفیل نہیں ہیں۔ زرعی ملک ہونے کے باوجود ان ممالک کو خوراک والی اجناس بھی دوسرے ملکوں سے درآمد کرنی پڑتی ہیں۔

☆**<u>زرعی مجبوریاں</u>**: پاکستان سمیت بیشتر ترقی پذیر ممالک بنیادی طور پر زرعی ملک ہیں۔ ان کی آبادی کا تقریباً 65% حصہ دیہاتوں میں آباد ہیں۔ 5% سے زائد لوگ براہ راست زراعت سے منسلک ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ ممالک زرعی میدان میں خود کفیل نہیں ہیں۔ زرعی ملک ہونے کے باوجود ان ممالک کو خوراک والی اجناس یعنی دوسرے ملکوں سے درآمد کی جاتی ہیں۔

☆**<u>سیم وتھور</u>**: یہی نہیں بلکہ سیم وتھور جیسے مہلک مسائل بھی ترقی پذیر ممالک کی معیشتوں کا حصہ بن چکے ہیں موسم کی ناہمواریاں، سیلاب، ٹڈی دل اور مکوڑوں کی یورش اور

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

فصلی بیماریاں زرعی منصوبہ بندی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔کیسا ہی منصوبہ بنالیا جائے۔وہ ان زرعی مسائل کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجاتا ہے۔

☆**خوراک کی درآمد:** پاکستان کے حالات بھی کم وبیش ایسے ہی رہے ہیں ایک طویل عرصے تک ہم خوراک والی انجناس میں بھی دوسروں کے محتاج رہے ہیں۔سیلاب اورموسم کی خرابیاں ہماری زرعی معیشت کا جز ولانیفک ہیں زرمبادلہ کی کمائی کا ایک معتبر حصہ خوراک والی اجناس کی درآمد پہ صرف کرنا پڑتا ہے۔جب زرمبادلہ کا بڑا حصہ خوراک منگوانے پر صرف ہوجائے تو آپ اندازہ کرسکتے ہیں۔کہ ترقیاتی منصوبہ بندی کے لیے کتنے وسائل دستیاب ہوں گے۔

☆**افراطِ آبادی:** مئوثر منصوبہ بندی کی راہ میں ایک بڑی چٹان افراط آبادی بھی ہے۔پاکستان کے بارے میں یہ اعداد وشمار سامنے آئے ہیں کہ افزائش آبادی کی سالانہ شرح 1.8% سے بھی زیادہ ہے۔آبادی میں اس کثیر اضافے کے موجودگی میں وثر منصوبہ بندی کا احتمال باقی نہیں رہتا کیونکہ وسائل کی وافر مقدار نئی آبادی کو روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنے پر خرچ ہوجاتی ہے۔

☆**پاکستان میں افزائش آبادی:** پاکستان میں بھی آبادی کی شرح افزائش 1.8% سالانہ ہے۔اتنی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے پر کافی وسائل،وقت اور سرمایہ صرف ہوتا ہے۔طویل المدت ترقیاتی منصوبوں کے لیے اس طرح کم وسائل باقی بچتے ہیں۔

☆**اعداد وشمار کی قلت:** ترقی پذیر مما لک پسماندگی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکل کر آئے ہیں۔اور جدیدیت کی راہ پر گامزن ہیں ل مگر اس کے باوجود ابھی تک ان کی معیشتوں کا بڑا حصہ غیر زرعی شعبہ ہے۔یعنی اب بھی ان مما لک میں کاروباری سرگرمیاں بغیر زر کی مدد کے جاری ہیں براہ راست مبادلہ کا عام رواج ہے۔جس کی بدولت صحیح طور پر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان ملکوں میں بچت سرمایہ کاری، روزگار اور دوسرے امور کی بارے میں کتنی ترقی ہورہی ہے۔یا ان کی موجودہ حالت کیا ہے۔ ان تمام شعبوں کے بارے میں اعداوشمار دستیاب نہیں ہیں اعداد وشمار کی قلت کی پیش نظر منصوبہ بندی کے لیے نہ ہدف کا تعین کیا جاسکتا ہے نہ موجودہ حالت کا۔اسطرح منصوبہ سازوں کا کام کافی دشوار ہوجاتا ہے۔

☆پاکستان کی کیفیت: پاکستان میں اعداد وشمار کی کافی کمی ہے۔اگرچہ سابقہ 62 سالوں میں کئی سرکاری اور غیر سرکاری ادارے وجود میں آگئے ہیں۔جن کا کام اعداد وشمار فراہم کرنا اور اکٹھا کرنا ہے۔مگر اب بھی کئی شعبے ایسے ہیں جن کے بارے میں مستند اعداد وشمار دستیاب نہیں ہیں۔دوسری دقت یہ ہے کہ مختلف اداروں نے ایک ہی مسئلہ یا شعبے کے بارے میں مختلف اعداد وشمار اکٹھے کیے ہوئے ہیں۔اسطرح بے یقینی اور بداعتمادی کا عنصر جڑ پکڑتا ہے۔اور موثر منصوبہ بندی کا کام تعطل کا شکار ہوجاتا ہے۔

☆ماہرین کی کمی: مئوثر منصوبہ بندی کی راہ میں ایک مشکل یہ بھی درپیش ہے کہ اعداد وشمار اکٹھا کرنے ،ان کی جمع بندی کرنے ،انہیں ترتیب دینے اور ان سے نتائج اخذ کرنے والے ماہرین ترقی پذیر مما لک میں بہت کم ہیں۔ان ماہرین کی کمی سے منصوبہ سازوں کا کام متاثر ہوتا ہے۔ماہرین کی کمی کی اصل وجہ تو شرح خواندگی کا پست اور تعلیمی انحطاط ہے۔

☆**پاکستان میں کمی:** پاکستان میں اب ماہرین کی اتنی قلت نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔مگر ماہرین کی کمی کا مسئلہ آج بھی موجود ہےل اب بھی ہمارے ہاں کوئی ایسا ادارہ نہیں جو مختلف شعبوں کے جمع کردہ اعداد وشمار کو مستند قرار دے یا ان کو مربوط اور جامع صورت میں پیش کرسکے۔

☆**منصوبہ سازوں کی قلت:** ترقی پذیر مم الک کا ایک المیہ یہ ہے کہ ان کے ہاں جس قدر منصوبہ بندی کا ذوق وشوق پایا جاتا ہے۔اسی قدر منصوبہ سازی کی قلت انہیں درپیش ہے۔ان کے ہاں جو چند منصوبہ ساز ہیں۔وہ اپنے ملک میں کام کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ بیرونی مما لک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔یا پھر بین الاقوامی اداروں میں وابستہ ہیں۔ان ماہرین کی قلت کے سبب موثر منصوبہ سازی کا کام متاثر ہورہا ہے۔

☆ **کوتاہیاں اور بے انتظامیاں:** ترقی پذیر مما لک میں خود منصوبہ ساز ادارے اور انتظامیہ سے بہت سے ایسی کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں کہ وہ موثر منصوبہ بندی کی راہ میں مائل ہوجاتی ہیں۔مختلف شعبوں میں رابطہ کمزور ہے۔کئی محکموں میں باہمی تعاون کا فقدان ہے۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی طرح کا کام کئی محکمے انجام دیتے ہیں۔اس طرح لاگتوں میں اضافہ اور پیداوار میں کمی ہوجاتی ہے۔

☆**ہماری کوتاہیاں:** پاکستان میں بھی انتظامیہ کی کوتاہیاں عام رہی ہیں رشوت، اختیارات کا مرتکز ہونا، سرخ فیتہ، اور قابل افرادی جگہ کم اہلیت والے لوگ اور کوٹے کی بنیاد پر بھرتی کا عام رواج ہے۔ان کوتاہیوں کی ضرب منصوبہ بندی کے کام پر پڑتی ہے۔

☆افراطِ زر: پسماندہ ملک میں آئے دن گرانی کا زور بڑھ رہا ہے۔ملکی اور بین الاقوامی قوتوں کے سبب قیمتوں کی سطح بلند ہورہی ہے۔اس کے علاوہ سیلاب، آندھی، طوگان، ہڑتالوں اور تالہ بندی کے سبب بھی پیداوار متاثر ہورہی ہے۔پیداوار میں کمی، قیمتوں میں اضافے کا باعث ہورہی ہے۔افراطِ زر بہرصورت منصوبہ سازوں کے کام میں رکاوٹ بن رہا ہے۔انہوں نے جن منصوبوں کے لیے رقومات فراہم کی ہوتی ہیں۔مہنگائی کیسبب وہ منصوبے سرمایہ کی قلت کا شکار ہوکر تشنہ تکمیل رہ جاتے ہیں۔

☆**پاکستان میں مہنگائی:** مہنگائی اور افراطِ زر کے مسائل پاکستان کو بھی درپیش ہیں مہنگائی کیسبب منصوبہ سا زوں کو اپنے تخمینوں پر نظر ثانی کرنی پڑتی ہے۔منصوبوں کی تکمیل کے نئے نے سوائل اور ٹیکس کے ذرائع ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔اس منصوبہ بندی کا کام رواں دواں نہیں رہتا۔

☆محدود برآمدات: کسی بھی ملک کے لیے برآمدات، سرمایہ کاری کا اہم ذریعہ ہوتی ہے۔مگر موجودہ زمانے کے ترقی پذیر ملکوں کو بین الاقوامی سطح پر محدود منڈیاں حاصل ہیں۔ ترقی پذید مما لک سے تجارت پر کئی قسم کی پابندیاں نافذ کررکھی ہیں۔ دنیا میں کرنسی بلاک بنے ہوئے ہیں علاقائی معاشی انجمنیں تشکیل پاچکی ہیں۔ان اسباب کی بنا پر بین الاقوامی تجارت پر ترقی پذیر مما لک کا حصہ بڑھ نہیں رہا۔اسطرح ان مما لک کو وسائل کی کمی کا سامنا ہے۔منصوبہ سازوں کو موثر منصوبہ بندی تیزی سے روکتی ہے۔

سوال نمبر 7۔ کسی ملک کی معاشی ترقی کا انحصار زرعی ترقی سے ممکن ہے۔اس بیان کی وضاحت کریں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختلافی مشقوں کے لیے آئی ڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جواب۔

پاکستان میں زراعت کی اہمیت

پاکستان کی معیشت بنیادی طور پر ایک زرعی معیشت ہے۔اسے زرعی معیشت اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہماری معاشی ترقی کا بیشتر انحصار اسی شعبہ کی بہتر کارکردگی پر ہے۔اس شعبہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ملک کی دیہی آبادی کا تقریباً50 فیصد زرعی کاموں میں مشغول رہتا ہے اور اس وقت ملک میں کام کرنے والے افراد کا تقریباً44 فیصد حصہ اسی زرعی شعبہ میں کام کر رہا ہے۔اور یہیں سے اس کو اپنا اور اپنے بچوں کا رزق حاصل ہے۔ ہماری کل قومی پیداوار میں تقریباً21 فیصد حصہ زراعت کا ہے۔ نیز اس وقت مجموعی برآمدات میں سے تقریباً35 فیصد زرعی شعبہ کی پیداوار پر مشتمل ہے۔اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک کی گھریلو صنعتوں کا مکمل دارومدار اسی شعبہ سے حاصل ہونے والے خام مال پر ہے۔درمیانی صنعتیں اور بھاری صنعتیں مثلاً پارچہ بافی کی صنعت اور شکر سازی کی صنعت وغیرہ بھی اسی شعبہ سے حاصل ہونے والے خام مال پر انحصار کرتی ہیں۔

زرعی پیداوار میں اضافہ کی شرح

اگر ہماری زرعی پیداوار میں اضافہ ہو تو ظاہر ہے ہماری ملکی معیشت پر اس کا مثبت اثر پڑے گا۔اس وقت ہمارے ملک کی آبادی میں تقریباً1.8 فیصد سالانہ کا اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ اضافہ ہمارے لیئے سنگین خطرے کا الارم ہے۔ کیونکہ جس رفتار سے ہماری آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔اس لحاظ سے سنہ 2045ء میں ہماری کل آبادی دوگنی ہو چکی ہوگی۔اس طوفان کی طرح بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے رہائش اور خوراک و لباس کا مسئلہ ہماری قوم کو درپیش ہوگا۔اگر ہماری زراعت کو ترقی نہ دی گئی اور فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ نہ کیا گیا تو یقیناً ہمارے لوگ قحط اور فاقوں کا شکار ہوں گے۔اس سوچ اور فکر کے مطابق ہماری حکومت دن رات اس کوشش میں مصروف ہے کہ ایسی پالیسی مرتب کی جائے جس سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہو اور ہماری کل قومی پیداوار کو آگے بڑھنے میں مدد ملے۔پچھلے چند سالوں سے زرعی شعبہ کی پیداوار میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں ہوا۔

زرعی مسائل کا حل

ہمارے زرعی شعبہ کے گوناگوں مسائل کو حل کرنے کے لیے ہمیں قومی سطح پر اقدامات کرنے چاہئیں۔ ہماری حکومت بہت سے اقدامات پر عمل کر رہی ہے۔ مثلاً زرعی پیداوار میں فوری اضافہ حاصل کرنے کے لیے حکومت کی کوشش ہے کہ مختلف مداخل کو آسان قیمتوں پر کسان کو فراہم کیا جائے۔اس مداخل میں کھاد، پانی ، بیج، اپنی جگہ پر اہمیت رکھتے ہیں۔ان چیزوں کی فراہمی حکومت کی قائم کردہ ایجنسیوں کے ذریعہ کی جارہی ہے۔ بلکہ کاشت کاروں کو ترغیب فراہم کرنے کی غرض سے ان پر معقول اعانہ بھی دیا جا رہا ہے۔آبپاشی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے بھی حکومت کی بھرپور کوشش ہے کہ ٹیوب ویل کی تنصیب میں تیزی سے اضافہ کیا جائے۔اس کے علاوہ زرعی خرچ کی فراہمی بھی جاری ہے۔سیم وتھور پر قابو پانے کے لیے مناسب اقدامات کیئے جا رہے ہیں۔واپڈا اس میدان میں سرگرم عمل ہے اور ملک میں کام کرنے والے تمام ٹیوب ویلوں کی مدد سے پانی کی زیرزمین سطح آب خاصی نیچے ہو گئی ہے۔غرضیکہ اس طرح ہر شعبہ میں مخصوص اقدامات کرنے سے ہماری زراعت کو ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔

زراعت کو ترقی دینے کے لیے حکومت کے اقدامات

ہماری معیشت کے زرعی شعبہ کو ترقی دینے کے لیے متعدد اقدامات کر رہی ہے جس کا مختصراً جائزہ درج ذیل ہے:

i) گندم کی پیداوار میں اضافے کے لیے

الف) گندم کی سرکاری خرید میں اضافہ کیا گیا۔

ب) گندم کی ایسی قسم دریافت کی گئی جس پر بیماری کا حملہ کم سے کم ہو۔

ج) بروقت اور مناسب مقدار میں اہم مداخل مثلاً کھاد، پانی ،قرضہ وغیرہ کی فراہمی۔

د) زرعی مشینری مثلاً تھریشر، ٹریکٹر، پاورسکر اور براڈ کاسٹر وغیرہ کے استعمال کی طرح کسان کو راغب کرنا۔

ر) کسان کو زرعی تعلیم اور اس کی فنی رہنمائی کے لیے ریڈیو اور ٹی وی پر مخصوص پروگرام نشر کرنا۔

ii) چاول کی پیداوار میں اضافہ کے لیے

حکومت کی امدادی قیمتیں مقرر کرتی ہے کیونکہ بین الاقوامی قیمتیں حکومت کی مقرر کردہ امدادی قیمتوں سے بہت بلند ہوتی ہیں۔

iii) کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لیے

1970-71ء سے لے کر 1974-75ء تک اجناس کی پیداوار اور رقبہ کو شدید صدمہ پہنچا تھا جس کی مختلف سیاسی اور غیر سیاسی وجوہات تھیں۔نتیجہ یہ کہ ملکی پیداوار میں تیزی سے کمی آ گئی تھی۔حکومت نے اس کمی کو دور کرنے کے لیے کاٹن پالیسی بنائی۔فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے اقدامات کیئے۔ کپاس کے کاشتکاروں کو مختلف قسم کی ترغیبات فراہم کی گئیں۔ کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن کی جانب سے تحفظات فراہم ہوئے۔فراخدلانہ قرضہ جات دیئے گئے۔ مداخل کی فراہمی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختاقی مشقوں کے لیے آرڈر کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

تیز کی گئی کپاس کی قیمت خرید میں حکومت نے اضافہ کیا۔

iv) پانی اور کھاد کی بہتر تقسیم

پانی اور کھاد کی تقسیم بہتر کی گئی۔ان پر مناسب اعانہ دیا گیا تا کہ کسان ان سے پوری طرح مستفید ہو سکے۔

v) کیڑے مار ادویات کی تقسیم

کیڑے مار ادویات کی تقسیم بہتر کی گئی۔ہوائی جہاز کے ذریعہ دواؤں کے چھڑکاؤ میں نمایاں اضافہ کر دیا گیا۔کسانوں کو اس سلسلے میں مزید ٹریننگ دینے کا پروگرام بھی بنایا گیا۔دواؤں کی تقسیم کے نظام کو وسیع کرنے کا بھی پروگرام بنایا گیا دواؤں کی درآمد پر سرکاری ڈیوٹی معاف کرنے کا اقدام بھی کیا گیا۔

vi) اچھی قسم کا بیج کا استعمال بڑھانے کے لیے

چونکہ پیداوار کے اضافہ اور کمی میں بیج کا بڑا دخل ہے اس لیئے حکومت نے اس امر پر بھرپور توجہ دی۔ پرانی اقسام کو متروک قرار دیکر نئے اقسام کے رواج پر زور دیا گیا۔کچھ فصلوں کے عمدہ بیج کے فروخت پر حکومت کچھ اعانہ بھی دیتی ہے۔

vii) زرعی مشینری

ایک محتاط اندازے کے مطابق ہمیں معیاری سطح پر زمین کاشت کرنے کے لیے فی ہیکٹر 12.3 ہارس پاور درکار ہیں جبکہ پاکستان کی کل زرعی مشینری کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو اس وقت زمین کاشت کرنے کے لیے فی ہیکٹر صرف 5 ہارس پاور مہیا ہیں۔اس کمی کو دور کرنے کے لیے حکومت نے ٹریکٹر کی درآمد میں اضافہ کر دیا ہے۔مثلاً 79-1978ء میں 5 ہزار 178 ٹریکٹر درآمد کیئے گئے جبکہ 1980 میں صرف اپریل کے مہینہ تک 17 ہزار 871 ٹریکٹر درآمد کیئے گئے ۔حکومت کاشتکاروں کو زرعی مشینری آسان قسطوں پر مہیا کر رہی ہے۔

viii) زرعی قرضہ جات

زرعی قرضہ جات پر حکومت بڑی مستعدی سے عمل کر رہی ہے۔اور اس کے استعمال اور تقسیم پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے۔اس کے نتیجہ میں اب کاشتکاروں کو تینوں مدت کے قرضے دستیاب ہیں۔زرعی ترقیاتی بینک کے علاوہ حکومت نے دوسرے تجارتی بینکوں کو بھی ہدایات جاری کر دی ہیں۔کہ کسانوں کو قرضے دینے میں تساہل سے کام نہ لیا جائے۔اب نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں کسانوں کو چار ذرائع سے زرعی قرض فراہم ہیں: زرعی ترقیاتی بینک، زرعی کوآپریٹوز، تقاوی قرضے اور تجارتی بینک۔

ix) ایگریکلچرل مارکیٹنگ اینڈ گریڈنگ

کسان پیداوار کو بہتر داموں فروخت کرانے کے لیے حکومت نے PASSCO کا ادارہ قائم کیا جو کامیابی سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔

x) گوداموں کی تعمیر

اجناس ذخیرہ کرنے اور اس کو ضائع ہونے سے بچاؤ کے لیے سرد خانے اور گودام کی تعمیرات پر حکومت نے خاص توجہ دی۔جس کے نتیجے میں ملک میں سٹوریج کی گنجائش میں نمایاں اضافہ ہوا۔

xi) زرعی تعلیم و تحقیق میں توسیع

ملک میں زراعت کی تعلیم دینے والی مشہور درسگاہوں میں کام کی رفتار تیز کرنے، زرعی یونیورسٹی ٹنڈو جام، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، زرعی ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ سرگودھا ورحیم یارخان، زرعی بارانی کالج راولپنڈی اور زرعی کالج پشاور میں تعلیم و تجربے اور تحقیق کے کام کو وسعت دینے کے لیے جامع منصوبہ بنایا گیا۔

xii) لائیوسٹاک، ماہی گیری اور جنگلات میں توسیع

ہماری زراعت میں جانور، مچھلیاں، اور درخت نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ان کی ترقی سے ہماری معیشت پر اچھے اثرات پڑ سکتے ہیں۔چنانچہ اس مقصد کے تحت حکومت نے ان تینوں کو ترقی دینے پر بھی توجہ دی ہے۔ان میں دودھ دینے والے جانور، گوشت مہیا کرنے والے جانور، مرغیاں، بھیڑیں وغیرہ پالی جاتی ہیں ۔ان پر ہماری حکومت اور بیرونی ادارے مثلاً UNDP اور IBRD اخراجات کرتے ہیں۔تا کہ کامیاب نتائج حاصل کئے جائیں۔

سوال نمبر 8۔ پاکستان کے نظام اراضی کے مسائل بیان کریں۔

جواب

نظام اراضی کا مفہوم: نظام اراضی سے مراد ایسے قوانین اور مروجہ روایات ہیں جو کہ زمین کی ملکیت اور اس کے استعمال کے بارے میں کاشت کار، حکومت اور دیگر متعلقہ افراد کے حقوق کو متعین کرتے ہیں۔اس نظام سے مندرجہ ذیل باتوں کے بارے میں آگاہی ہوتی ہے:

1۔ زمین کا مالک کون ہے؟ اور زمین کی نوعیت کیا ہے؟ یعنی وہ خود کاشت کرتا ہے یا مزارعوں سے کاشت کرواتا ہے؟

2۔ اگر کاشت مزارعوں سے کرواتا ہے تو اس سلسلے میں کیا شرائط طے پائی ہیں۔یعنی زرعی پیداوار میں کاشت کار کا کیا حصہ ہے؟

3۔ کیا مزارعوں کو زمین کاشت کرنے کے مستقل حقوق حاصل ہیں یا وہ زمیندار کی مرضی پر کسی بھی وقت بے دخل کیے جا سکتے ہیں؟

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

4۔ زمین کی ملکیت کے سلسلے میں حکومت کے کیا حقوق ہیں اسی طرح زمین کی پیداوار میں حکومت کا کیا حصہ ہے یعنی اس زمین سے حکومت کتنا مالیہ وصول کرتی ہے۔

پاکستان میں زرعی اصلاحات کے پہلو: پاکستان میں زرعی اصلاحات کو تین ادوار کے تحت زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ پہلا دور قیام پاکستان سے لے کر 1958ء تک، دوسرا دور ایوب خان کے مارشل لاء کے تحت تھا تیسرا دور 1972ء کی زرعی اصلاحات کا تھا۔ پہلے دور کی اصلاحات کا تعلق زیادہ تر سطح مسائل کے حل سے تھا۔ وہ اقدامات جو کہ زراعت کی ترقی کیلئے درکار تھے۔ وہ اس دور میں ہرگز نہیں اٹھائے گئے بہر حال اس سلسلے میں ابتداء ہو گئی تھی اس دور میں اصلاحات کا اعلان، جاگیرداری کا خاتمہ، زمیندار اور مزارع کے تعلقات کو بہتر بنانے، مزارعین کے حقوق کا تحفظ وغیرہ یہ اصلاحات مغربی پاکستان میں ایک وحدت کے قیام سے پہلے نافذ کی گئی تھیں یہ اصلاحات مغربی پاکستان کے تمام صوبوں نے علیحدہ علیحدہ اور اپنے صوبے کے خصوصی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ نافذ کیں مرکزی حکومت نے اس جانب اس وقت قدم اٹھائے جب کہ ایوب خان کی فوجی حکومت 1958ء میں برسر اقتدار آئی اس حکومت نے ایک اصلاحات اراضی کمیشن قائم کیا جس نے بعض انقلابی اصلاحات نافذ کیں جن پر عملدرآمد بھی کیا گیا۔

قیام پاکستان سے 1958ء تک: اس دور میں ''مسلم لیگ اصلاحات کمیٹی'' کی سفارشات کے علاوہ مختلف صوبوں میں زرعی اصلاحات کے قوانین اور منصوبہ بندی بورڈ کی اصلاحات کا ذکر کیا جائے گا۔ پاکستان بننے کے فوراً بعد زرعی شعبہ میں بنیادی نوعیت کی خرابیاں محسوس کی گئیں جس کی وجہ سے زرعی پیداوار پر برا اثر پڑ رہا تھا ان خرابیوں کا تعلق نظام اراضی سے تھا اس صورتحال کو بہتر بنانے کیلئے مسلم لیگ نے ایک کمیٹی قائم کی جس نے 1949ء میں اپنی سفارشات پیش کی تھیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

ا۔ جاگیرداری کو منسوخ کر دیا جائے اور بڑی زمینداریوں کو ختم کر کے زمین مزارعین میں تقسیم کر دی جائے کسی شخص کے پاس نہری زمین کے 150 ایکڑ اور بارانی کے 450 ایکڑ سے زیادہ زمین رکھنے کی اجازت نہ دی جائے جس کے پاس فالتو زمین ہو ان کو معاوضہ دے کر حکومت زمین حاصل کر سکے۔

۲۔ کسی زمیندار کو 15 لاکھ سے زیادہ معاوضہ نہ دیا جائے۔

۳۔ موروثی مزارعین (جن کو زمیندار کی زمین کاشت کرنے کا حق مستقل طور پر رہا ہو) کو حق ملکیت دیا جائے مزارع تابع مرضی کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور مزارع کو کم سے کم پندرہ سال مدت کیلئے سہولت دی جائے۔

۴۔ زرعی پیداوار میں مزارع کا حصہ زیادہ کیا جائے اور ہر قسم کی ناجائز وصولیوں کی روک تھام کی جائے۔

۵۔ کسانوں کی زمین چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں بٹ جائے اور بکھر جانے کا مناسب سدباب کیا جائے اور امداد باہمی کے طریقے کاشت کو فروغ دیا جائے۔

اعتراضات:

ا۔ زمینداروں کو دیا جانے والا معاوضہ بہت زیادہ تھا ان کی کل رقم 14 ارب روپے بنتی تھی جس میں سے 3 ارب روپے کی رقم نقد ادا کرنی تھی یہ رقم ہمارے کاشتکاروں کی طاقت سے باہر تھی۔

۲۔ ذاتی ملکیت کے لئے زمین کی جو حد مقرر کی گئی تھی وہ بہت زیادہ تھی اس کو مزید کم کیا جانا چاہیے تھا۔

۳۔ اس سفارشات سے موروثی کاشتکاروں کو کچھ فائدہ پہنچا جبکہ مزارع تابع مرضی خسارے میں رہے۔

قانونی مزارعیت: ان اعتراضات اور زمینداروں کے اثر و رسوخ کی بنا پر ان اصلاحات پر اس وقت کی حکومت عملدرآمد نہ کروا سکی ایک فائدہ جو کہ حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ ہر صوبے میں کاشتکاروں کی بھلائی اور ان کے تحفظ کیلئے مختلف قسم کے اقدامات اٹھانے کا راستہ کھل گیا۔ 1950ء اور 1952ء کے عرصے میں تمام صوبوں نے اپنے اپنے علاقے میں کاشتکاروں کے مفادات کو تحفظ دینے کیلئے Tenancy Acts پاس کئے اور ان پر عملدرآمد کروایا گیا اس سلسلے میں سندھ میں 1950ء میں Sind Tenancy Act پاس ہوا اس قانون کے ذریعہ کاشتکاروں کو بے دخلی سے بچانے کیلئے اقدامات کئے گئے اور زمینداروں کو منع کیا کہ وہ کاشتکاروں سے ''بیگار'' کام نہ لیں۔ اس کے علاوہ لگان کو بڑھنے کے سلسلے میں زمینداروں پر بھی پابندیاں لگا دی گئیں۔ جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے۔ اس قانون کی بدولت کاشتکار کی حالت بالکل نہ بدلی کیونکہ زمیندار بڑا چالاک، مکار اور طاقتور تھا جب کہ کاشتکار جاہل اور غریب تھا۔

پنجاب کے صوبے میں 1950ء اور 1952ء کے درمیان کے عرصے میں مختلف کاشتکاری کے بارے میں قوانین Tenancy Acts پاس کئے گئے ان قوانین کے ذریعہ مندرجہ ذیل باتیں طے کی گئیں۔

ا۔ جاگیرداریاں ختم کر دی جائیں گی۔ ۲۔ زمینداروں کی طرف خود کاشت پر ایک حد مقرر کر دی گئیں کہ وہ 150 ایکڑ خود کاشت کر سکے کا رقبہ کاشت کاروں کو کاشت کیلئے دیا جائیگا۔

۳۔ زرعی پیداوار میں زمیندار اور کاشتکار کا حصہ بالترتیب 40 فیصد اور 60 فیصد مقرر کیا گیا۔

۴۔ کاشتکاروں کی بے دخلی روکنے کیلئے مختلف اقدامات کئے گئے تھے حتیٰ کہ وہ کاشتکار جو ان قوانین کے پاس ہونے سے پہلے بے دخل کر دیئے گئے تھے ان کو بھی وہ زمین بحال کر دی گئیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے سائنس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آج ہی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جہاں تک مقاصد حاصل کرنے کا تعلق ہے یہ قوانین بھی بری طرح ناکام ہو گئے کیونکہ اس صوبہ میں زمیندار بہت مضبوط پوزیشن میں تھے یہاں تک کہ حکومتیں ان کے اشاروں پر چلتی تھیں زمیندار قوانین میں کمزوریاں تلاش کرتے رہتے تھے اور قوانین پر عمل نہ کرنے کے بہانے تراشتے تھے۔

اس قسم کے قوانین صوبہ سرحد میں 1950ء اور 1952ء کے درمیانی عرصہ میں نافذ کئے گئے لیکن ان کی وجہ سے یہاں پر بھی کاشتکاروں کی نمایاں طور پر حالت نہ بدلی کیونکہ کاشتکار اور زمین کی وہی پوزیشن تھی جو کہ پنجاب اور سندھ میں تھی۔

منصوبہ بندی بورڈ کی تجاویز: 1957ء میں پاکستان کے پہلے منصوبہ بندی بورڈ نے زرعی معیشت کی حالت بہتر بنانے کیلئے کچھ زرعی اصلاحات تجویز کیں۔

ا۔ زمین میں شخصی ملکیت کا حق برقرار رکھا جائے البتہ اس کی انتہائی حد مقرر کر دی جائے۔

۲۔ زائد زمین مناسب معاوضہ دینے کے بعد حاصل کی جانی چاہیے یہ معاوضہ کاشتکاروں کو معقول قسطوں کی صورت میں ادا کرنا چاہیے کاشت کاروں کو اس زمین میں مکمل حقوق ملکیت حاصل ہونے چاہئیں۔

۳۔ مزارعین کی حفاظت کیلئے مناسب قوانین نافذ کئے جائیں انتشار اراضی قانونی طور پر روک دیا جائے اور ایسا طریقہ کار اپنایا جائے جو کہ قوانین موروثی سے ٹکراتا نہ ہو چھوٹے چھوٹے کاشت کے ٹکڑوں کو معاشی قطعات کی صورت دی جائے۔

منصوبہ بندی کمیشن کی سفارشات پر ابھی عملدرآمد ہونا تھا کہ ملک میں 1958 میں مارشل لاء نافذ ہو گیا اور انقلابی حکومت نے زرعی اصلاحات نافذ کرنے کیلئے ایک کمیشن قائم کیا۔

1972ء کی اصلاحات: زرعی اصلاحات کا پہلا اعلان مارچ 1972ء میں کیا گیا اس کے بعد نومبر 1975ء پھر دسمبر 1976ء اور جنوری 1977ء میں بقیہ اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔

مقاصد:

ا۔ ان اصلاحات کا مقصد یہ تھا کہ زرعی دولت کا چند ہاتھوں میں جوار تکاز ہوتا جا رہا تھا اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

۲۔ دیہات میں سماجی رشتوں کو از سر نو ترتیب دینا۔

۳۔ کاشتکار اور زمیندار کے درمیان پیداوار کی تقسیم کیلئے نئے اصول وضوابط بنانا۔

۴۔ کاشتکار کو تحفظ مہیا کرنا۔

۵۔ بیگار اور بغیر معاوضے پر خدمات کا انسداد کرنا۔

۶۔ ان اصلاحات کا آخری مقصد یہ تھا کہ زراعت کو ایک منافع بخش پیشہ بنانے کیلئے تمام ترغیب مہیا کرنا۔

گزشتہ ادوار کی اصلاحات چھوٹے کاشتکاروں کیلئے مفید ثابت نہ ہوئیں۔ 1959ء کی اصلاحات میں زمین کی ملکیت کے بارے میں جو حدود قائم کی گئی تھیں وہ بہت ہی فراخدلانہ تھیں۔

ن اصلاحات کی اہم خوبیاں درج ذیل ہیں۔

اہم خوبیاں: ا۔ زمین کی حد ملکیت میں کمی کر کے ایک فرد کی حد ملکیت 500 نہری ایکڑ سے گھٹا کر 100 ایکڑ کر دی گئی اس طرح غیر نہری اراضی کی فی کس حد ملکیت 300 ایکڑ کر دی گئی۔

۲۔ تمام زمین جو کہ زمینداروں سے ضبط کر لی جائے گی اس کو کاشتکاروں کے حوالے کر دیا جائے گا کاشتکار اس کی قیمت ادا نہیں کرے گا۔

۳۔ اسلام کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے زمین کی ملکیت کی حد خاندان کی بجائے فردی بنیاد پر مقرر کی گئی۔

۴۔ وہ تمام مراعات اور چھوٹ جو کہ 1959ء کی اصلاحات کے تحت زمیندار کو دی گئی تھیں وہ ختم کر دی گئیں۔

۵۔ تمام شکارگاہیں سرکاری تحویل میں لے لی گئیں اور ان کی زمین کاشت کاروں میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا گیا صرف تاریخی نوعیت کا شکارگاہیں قائم رکھی گئیں۔

۶۔ 20 دسمبر 1971ء کے بعد کسی بھی زمین کی ورثاء کو منتقلی غیر قانونی تصور کی گئی۔

۷۔ بلوچستان کے بٹ فیڈر کے علاوہ میں سرکاری زمینوں کے بڑے بڑے رقبوں پر بارسوخ افراد نے جو قبضہ کر لیا تھا حکومت نے ان تمام اراضی کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ یہ زمین بلوچستان کے غریب کاشتکاروں میں بانٹی جانی تھی۔

۸۔ حکومت نے فیصلہ کیا کہ سرکاری حکام جنہوں نے 100 ایکڑ سے زیادہ زمین حاصل کر لی اس کی 100 ایکڑ سے زائد زمین بحق سرکار ضبط کر لی جائے گی۔

۹۔ ایسے شخص کو جس نے 20 دسمبر 1971ء سے پہلے ٹریکٹر خریدا ہو یا ٹیوب ویل لگایا ہو اسے 15 ہزار پیداواری یونٹ کے علاوہ مزید 3 ہزار پیداواری یونٹ کے برابر زمین رکھنے کی اجازت دی گئی۔

۱۰۔ تمام سرکاری زمین بے زمین کاشتکاروں کے لیے یا ان کاشتکاروں کے لیے مخصوص کر دی گئی جن کے پاس گزارہ یونٹ سے کم اراضی ہو۔ سرکاری زمین کی

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آرڈر نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

قیمت کاشتکاروں سے آسان قسطوں پر وصول کی جاتی تھی۔

۱۱۔ کاشتکاروں کی بے دخلی کی اجازت صرف اس صورت میں تھی اگر کاشتکار زمین کے مالک کو بٹائی کا حصہ یا لگان نہ دے سکے۔

۱۲۔ آبیانہ (Water rate) اور بیج کے اخراجات زمیندار اٹھائے گا نہ کہ کاشتکار۔

۱۳۔ ایک کمیشن مقرر کیا جاتا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ مالیہ اکٹھا کرنے کیلئے سادہ اور آسان طریقے وضع کرے۔

۱۴۔ پیداواری صلاحیت کو بڑھانے کیلئے ایک باضابطہ پروگرام شروع کرنا تھا جس کے ذریعے کاشتکار کو کھاد و بیج اور قرضے اس کے دروازے تک پہنچانا تھے۔

ان اصلاحات پر عملدرآمد کے سلسلے میں ہر صوبے میں ایک لینڈ کمیشن قائم کیا گیا جس کا فرض یہ تھا کہ نئی زرعی اصلاحات پر عمل کروائے۔ یہ کمیشن اپنے اپنے صوبوں میں حائل ہونیوالی رکاوٹوں کو دور کرنے کے انتظامات کرنے کے مجاز تھے۔

اصلاحات پر عملدرآمد: 1972ء کی اصلاحات پر عملدرآمد مارشل لاء کے ضابطوں نمبر 115 اور 117 کے ذریعہ کروایا گیا اس کے علاوہ ان اصلاحات پر لینڈ کمیشن نے اپنے اختیارات جو سونپے گئے تھے کے ذریعے عمل کروایا درج ذیل گوشوارہ سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ کس قدر زمین حکومت کے حوالے کی گئی اور کس قدر زمین تقسیم کی گئی اور کتنے لوگوں نے ان اصلاحات سے استفادہ حاصل کیا۔

زمین جو 1972 کی اصلاحت کے تحت لی گئی اور پھر تقسیم کی گئی	
زمین جو حاصل کی گئی	2,245,522 ایکڑ
زمین جو تقسیم کی گئی	981,189
افراد کی تعداد جنہوں نے فائدہ اٹھایا	88,582
حاصل شدہ زمین کا کتنے فیصد حصہ تقسیم کیا گیا	43.70

پاکستان میں زرعی اصلاحات کے اثرات:

☆ 1977ء کی اصلاحات کے بعد مزید زرعی اصلاحات نافذ کیں گئیں اس اعلان سے کروڑوں کسانوں کو فائدہ پہنچا۔

☆ ان ہر دو زرعی اصلاحات 1972 اور 1977 سے پاکستان میں بڑی بڑی جاگیرداریاں عملاً ختم ہو کر رہ گئیں۔

☆ زرعی اصلاحات کی وجہ سے 1,441,138 ایکڑ رقبہ 598 کسانوں میں تقسیم کیا گیا۔ انہی اصلاحات کی بدولت جو زمیندار اپنی فالتو اراضی سے دستبردار ہوئے ان کی تعداد 2555 تھی۔

☆ مالیہ اراضی کی چھوٹ سے مفاد حاصل کرنے والے مالکان اراضی کی کل تعداد 102,97,932 روپے تھی۔ مالیہ اراضی کی چھوٹ سے مفاد حاصل کرنے والے مالکان اراضی کی کل تعداد 102,97,932 روپے تھی۔ مالیہ اراضی کی یہ چھوٹ 10 نومبر 1975ء کو سابق وزیر اعظم پاکستان کے ایک اعلان کے تحت دی گئی جس کے تحت 12 ایکڑ نہری اراضی اور 25 ایکڑ تک زرعی اراضی اور دیگر ٹیکسوں کو بطور مالیہ اراضی وصول کیے جاتے تھے۔ میں چھوٹ حاصل ہوگی۔

زرعی اصلاحات کی ناکامی:

۔ پاکستان میں واقع ہونے والی زرعی اصلاحات کے ضمن میں بڑے بڑے زمینداروں نے محکمہ مال کی ملی بھگت سے اپنے رشتہ داروں کے نام پچھلی تاریخوں میں زمین منتقل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جو زمین انہوں نے زرعی اصلاحات کے سلسلے میں حکومت کے حوالے کی اگرچہ وہ بھی اراضی کی اعلیٰ قسم نہیں تھی۔ اسے بھی وہ دوبارہ اس طریقہ سے واپس لینے میں کامیاب ہوگئے۔ لہٰذا تمام اصلاحات کا وجود ختم ہو کر رہ گیا۔

2۔ موروثی مزارعین کو زمین کے ملکیتی حقوق حاصل تو ہوگئے لیکن ان پر اثر ورسوخ بڑے بڑے زمینداروں کا رہا۔ جونہی حکومت میں تبدیل ہوئی زمینداروں نے مزارعین پر وہی سلوک روا رکھا جو اس سے پہلے تھا۔

3۔ اگرچہ اصلاحات کی وجہ سے مزارعین کافی تک زمینداروں کی چیرہ دستی سے محفوظ ہوگئے تھے۔ وہ پہلے کی طرح مالکان کے رحم وکرم پر نہ تھے اور نہ ہی مالکان اراضی انہیں زمین سے بے دخل کر سکتے تھے۔ پھر بھی محکمہ مال اور دیگر راشی افسروں کی بدولت زمیندار طبقہ اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے دوبارہ قابض ہوگیا۔

4۔ زمینداروں سے فاضل اراضی جو زرعی اصلاحات کے ضمن میں حاصل کی گئی تھی وہ بے زمین کسانوں میں تقسیم کردی گئی۔ لیکن مزارعین کی طرف سے پرانی تاریخوں میں اپنے رشتہ داروں کے نام ہونے کے باعث انہیں یہ الاٹ شدہ زمین مزارعین کو واپس کرنی پڑی۔ اس طرح حکومت کی طرف سے زرعی اصلاحات ناکام ہونا پڑا۔

5۔ چونکہ زمین کی بالائی حد زمین میں معاشی گزارہ حد کے برابر مقرر کی گئی تھی لہٰذا زمین کے مزید ٹکڑوں میں بٹ جانے کا خدشہ بہت حد تک کم ہوگیا۔ لیکن

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے آرڈر کے لیے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حکومت کے بدلنے کے ساتھ ہی یہ اصلاحات ختم ہوگئیں۔مزارعین اسی طرح زمینداروں کے رحم وکرم پر آ گئے۔

6۔ اگر چہ زرعی اصلاحات کا حقیقی مقصد مزارعین کو فائدہ پہنچانا تھا۔لیکن زمین داروں کی طرف سے پرانی تاریخوں میں رشتہ داروں کے نام پر حاصل کی ہوئی زمین مزارعین سے واپس ہوگئیں۔مزارعین کو دوبارہ انہیں زمینداروں کا دست نگر ہونا پڑا۔اس طرح صاحب اقتدار کی ملی بھگت سے زمینداروں نے اپنے پرانے مزارعین کو اسی ڈگر پر چلنے پر مجبور کردیا۔

سوال نمبر9۔ آبادی کے فعال کردار کا مفہوم بیان کیجیے نیز آبادی کو فعال بنانے کی تجاویز دیجیے۔

جواب۔

افراط آبادی کا مفہوم: افراط آبادی کے لغوی معنی ہیں آبادی کا زیادہ ہونا، لیکن آبادی کا محض زیادہ ہونا کوئی معاشی مسئلہ نہیں کرتا بشرطیکہ اس آبادی کو اچھا معیاد زندگی مہیا کرنے کے ذرائع اور وسائل موجود ہوں۔معاشیات میں افراط آبادی کا مرکب لغوی معنی میں نہیں بلکہ اصطلاحی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحی طور پر افراط آبادی سے مراد ایک ایسی صورتحال ہے جب کسی ملک کے معلوم وسائل پیداوار اس ملک کے لوگوں کو معقول معیار زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہوں۔یہ ایک اضافی اصطلاح ہے۔زمان ومکان کی تبدیلی سے صورتحال بدل سکتی ہے۔ہوسکتا ہے کہ ایک ملک میں آبادی کی گنجانی زیادہ ہو لیکن اسے ذرائع پیداوار بھی وافر مقدار میں میسر ہوں اور وہ ملک صنعتی وتجارتی نقطہ نظر سے اس قدر ترقی یافتہ ہو کہ لوگوں کو اچھے معیار زندگی کی ضمانت دے سکتا ہو۔مغربی یورپ کے صنعتی ممالک جن میں اٹلی، جرمنی اور برطانیہ شامل ہیں، اسی زمرے میں شامل ہیں۔دوسری طرف ایسے ممالک بھی ہیں جو نسبتاً کم گنجان آباد ہیں۔لیکن ان کے وسائل پیداوار اور رائج ٹیکنالوجی لوگوں کو معقول معیار زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہیں۔براعظم افریقہ اور لاطینی امریکہ کے بہت سے ممالک اسی صورتھال سے دوچار ہیں۔پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ جو ملک آج افراط آبادی کے مسئلہ سے دوچار ہے وہ ہمیشہ ایسے ہی رہے گا۔عین ممکن ہے کہ مستقبل میں اسے مزید وسائل حاصل ہو جائیں مثلاً نئی معدنیات دریافت ہو جائیں۔بھاری مقدار میں معدنی تیل مل جائے، یا خام لوہے اور کوئلے کے بڑے ذخائر حاصل ہو جائیں تو ہی موجودہ آبادی سے بھی کہیں زیادہ تعداد کو بہتر اور خوشحال زندگی کا دور میں داخل ہونے کا موقعہ فراہم کرسکتا ہے۔

کیا پاکستان افراط آبادی کا شکار ہے؟ نسبتاً کم گنجان آباد ہونے کے باوجود پاکستان افراط آبادی کے مسئلہ سے دوچار ہے کیونکہ گذشتہ 62 برس کی معاشی جدوجہد کے باوجود ہمارے ملک کے معلوم وسائل پیداوار آبادی کو معقول معیار زندگی مہیا نہیں کر سکے اور ملک کی آبادی کا بیشتر حصہ انتہائی غریب وافلاس سے دوچار ہے۔اس بات کو ثبوت مندرجہ ذیل حقائق سے ملتا ہے۔

فی کس آمدنی کا کم ہونا: پاکستان کی فی کس آمدنی انتہائی قلیل ہے۔فی کس آمدنی سے مراد وہ اوسط آمدنی ہے جو کسی ملک کی قومی آمدنی کو اس ملک کی کل آبادی پر تقسیم کرکے حاصل ہوتی ہے یعنی فی کس آمدنی= کل قومی آمدنی / آبادی اس سے کسی ملک کے لوگوں کے عام معیار زندگی کا پتہ چلتا ہے۔اس جگہ یہ بات خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ فی کس آمدنی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ واقعی پاکستان کے ہر شہری کو برابر روپے ملتے ہیں۔درحقیقت آمدنیوں میں بہت فرق پایا جاتا ہے کئی لووگ کروڑوں روپے سالانہ کماتے ہیں کئی لاکھوں روپے اور کئی ہزاروں روپے اور کئی ایسے بھی ہیں جو کچھ بھی نہیں کرتے اور بھیک مانگ کر گزر بسر کرتے ہیں۔فی کس آمدنی محض ایک اوسط آمدنی ہے جس کی افادیات یہ ہے کہ اس سے ملک کے لوگوں کے عام معیار زندگی کا پتہ چلتا ہے۔چونکہ پاکستان کی فی کس آمدنی بہت قلیل ہے اس لئے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ پاکستان افراط آبادی کا شکار ہے۔

فی کس زیر کاشت رقبے کا کم ہونا: پاکستان میں فی کس زیر کاشت رقبہ بہت کم ہے جو ایک ایکڑ فی کس سے بھی کافی کم ہے۔ماہرین کی رائے میں لوگوں کو کم ازکم معیار زندگی کی ضمانت دینے کے لئے زیر کاشت رقبہ کی اوسط ایک ایکڑ سے کم نہیں ہونی چاہیے نہ صرف یہ کہ فی کس کاشت رقبہ کم ہے بلکہ اس میں برابر کمی ہوتی چلی گئی ہے (فی کس کاشت رقبہ معلوم کرنے کے لیے ہم کسی ملک کے زیر کاشت رقبہ کو اس کی آبادی سے تقسیم کردیتے ہیں)۔

خوراک کی قلت کا مسئلہ: آج سے تقریباً سوا دوصدی قبل ایک برطانوی ریاضی دان اور معیشت دان رابرٹ تھامس مالتھس نے یہ کہا تھا کہ دنای کی آبادی کا تعین وسائل خوراک سے ہوتا ہے اور آبادی میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ یہ وسائل خوراک سے تجاوز کرجاتا ہے کہ یہ وسائل خوراک سے تجاویز کرجاتی ہے۔یہ نظریہ اپنی اصلی صورت میں رد کیا جاچکا ہے۔آبادی کا تعین محض وسائل خوراک سے بھی نہیں بلکہ کسی ملک کے مجموعی وسائل سے ہوتا ہے۔مشرق وسطٰی کے بیشتر ممالک صرف تیل کی دولت سے مال مال ہیں اور اس کے بدلے نہ صرف اپنی خوراک بلکہ دیگر ضروریات زندگی بھی درآمد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان ممالک کو کسی قسم کا افراط آبادی کا مسئلہ درپیش نہیں ہے لیکن جو بات کسی ایک ملک یا پسند ممالک کے لیے درست ہے وہ ضروری نہیں کہ ساری دنیا کے لیے بھی درست ہو۔اگر دنیا کے چند ایک ممالک اپنی جرورت کی خوراک خود پیدا کرنے والے ملکوں کو قحط کا سامنا کرنا ہوگا۔اس وقت پاکستان کی آبادی 1.8 فیصد سلالانہ سے زیادہ شرح سے بڑھ رہی ہے۔1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی تقریباً 13 کروڑ پر مشتمل تھی۔ظاہر ہے کہ موجودہ آبادی سے دگنی آبادی کیلئے دگنی خوراک کی ضرورت ہوگی لیکن موجودہ صورتحات یہ ہے کہ ہم کوششوں کے باوجود ابھی تک گندم کی پیداوار میں خود کفیل نہیں ہو پائے۔اس کے علاوہ ہم کھانے کا تیل بھی وافر مقدار میں درآمد کرتے ہیں۔نہ صرف یہ کہ مقداری طور پر خوراک کی کمی ہے بلکہ وہ وصفی طور پر بھی ناقص ہے۔ہماری خوراک زیادہ تر اناج یعنی گندم، چاول، مکئی وغیرہ پر مشتمل ہے اور صحت آور خوراک یعنی گوشت، انڈے، دودھ اور پھل بہت قلیل مقدار میں میسر ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

رہائشی ضروریات کی قلت: ہر خاندان کو رہنے کے لیے ایک مکان کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان کی زیادہ تر آبادی دیہات میں رہتی ہے ان کے مکانات کچے ہوتے ہیں۔اور ضروریات کے لحاظ سے ناکافی۔ برساتی موسم میں اور سیلابوں کی زد میں آ کر اکثر مکان منہدم ہو جاتے ہیں۔شہروں میں پختہ مکانات ہیں لیکن بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بالکل ناکافی ہیں۔

صحت وصفائی کی سہولتوں کی کمی: ہمارا ملک افراط آبادی کے مسئلہ سے دوچار ہے۔اس کا ثبوب اس بات سے بھی ملتا ہے کہ ہمارے ہاں طبی سہولتوں کی شدید قلت ہے۔ ہمارے ملک میں بارہ سو افراد کے لیے ایک ڈاکٹر ہے۔اڑھائی ہزار افراد کے لیے ہسپتال میں صرف ایک نرس ہے۔اگرچہ وبائی امراض پر بڑی حد تک قابو پا لیا گیا ہے لیکن ناقص خوراک اور غیر صحت مند ماحول کے سبب بیماریاں عام ہیں۔اس لئے لوگوں کی استعداد کار بہت پست ہے۔

آبادی کو فعال بنانے کی تجاویز

i) ملک کی دیہی افرادی قوت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے: ہماری آبادی سب سے بڑی معاشی قوت ہے۔دیہی علاقوں میں افرادی قوت کا ایک بہت بڑا حصہ صرف جزوی طور پر برسر روزگار ہوتا ہے، فصل کی کاشت کے وقت اور فصل کی کٹائی کے وقت۔درمیانی عرصہ میں وہ فارغ ہوتا ہے۔اس فارغ جمعیت محنت کی مدد سے ہم قومی پیداوار میں کئی طرح سے اضافہ کر سکتے ہیں۔

الف) دیہات میں نہریں اور سڑکیں تعمیر کی جائیں۔اسکول، ہسپتال اور مفاد عامہ کی دیگر تعمیرات عمل میں لائی جائیں۔

ب) دیہاتی علاقوں میں کاشتکاری کے جدید طریقوں کو روشناس کرانے کے لیے تربیتی مراکز قائم کیئے جائیں جہاں فارغ وقت میں کسان بھائی عملی طور پر پیداوار کے نئے طریقوں کی تربیت حاصل کریں۔اور زرعی پیداوار میں اضافہ کریں۔ماضی میں حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کئی اسکیمیں چلائی گئیں جس میں ویلیج پروگرام، دیہی تعمیراتی پروگرام، مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام اور پیپلز ورکس پروگرام اور ایگرو ولیز پروگرام وغیرہ شامل ہیں۔پانچویں پانچ سالہ منصوبے (1978-83) کے آغاز کے وقت ان سب کو ملا کر ایک پروگرام میں مدغم کر دیا گیا اور اس کا نام ''دیہی ترقیاتی تنظیم'' رکھ دیا گیا تھا۔

ii) سائنسی اور فنی تعلیم کا فروغ: دور حاضر سائنس، فن اور ٹیکنالوجی کا دور ہے اس شعبہ میں حیرت انگیز ترقی سے زرعی اور صنعتی پیداوار میں اضافہ کے لیے نت نئے طریقے دریافت ہو رہے ہیں اس لیئے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جدید ٹیکنالوجی سے واقفیت حاصل کریں کیونکہ اس کے بغیر ہماری قومی زراعت اور صنعت کے میدان میں صحیح ترقی کے قابل نہیں ہو سکتی۔اس شعبہ میں جو رقمیں خرچ کی جائیں اسے جدید ماہرین معاشیات، انسانی سرمائے میں افزائش، یا غیر مادی تشکیل سرمایہ، کا نام دیتے ہیں۔کیونکہ انسانی علم کوئی مادی شے نہیں ہے جو ہمیں نظر آ سکتی ہو۔لیکن یہ اتنی بڑی قوت ہے کہ جس قوم کے پاس یہ سرمایہ موجود ہے وہ کسی بھی مقدار میں مادی سرمایہ حاصل کر سکتی ہے۔اور قومی پیداوار میں نمایاں اضافہ کر سکتی ہے۔پس ہماری افرادی قوت اسی صورت میں ملک کی معاشی ترقی میں فعال کردار ادا کر سکتی ہے جب وہ زیور تعلیم سے آراستہ ہو۔ماضی میں حکومت نے اس سلسلے میں بہت کچھ کیا ہے اور بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔قومی پیداوار کا تقریباً 2 فیصد تعلیم کے شعبہ پر خرچ ہو رہا ہے۔

iii) طبی اور حفظان صحت کی سہولتوں میں اضافہ: ملک کی آبادی اسی صورت میں اقتصادی ترقی میں متحرک کردار ادا کر سکتی ہے کہ اگر اس کی استعداد کار بہتر ہو اور استعداد کار کا دارومدار اور باتوں کے علاوہ لوگوں کی صحت پر بھی ہے۔ ہمارے ملک میں غربت کے باعث لوگوں کی خوراک ناقص ہے۔لباس اور رہائش غیر صحت مند ہے جس کے نتیجہ میں بیماریاں عام ہیں اس لیئے زیادہ تر افرادی قوت کی استعداد کار کم ہے۔طبی سہولتوں میں اضافہ کر کے اور حفظان صحت کی مناسب تدابیر اختیار کر کے جمعیت محنت کی استعداد کار میں نمایاں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

iv) تقسیم دولت کا منصفانہ نظام اور جذبہ حب الوطنی: درحقیقت یہ محنت کا جذبہ ہی ہے جو ریت کو بھی سونے میں تبدیل کر دیتا ہے یعنی پانی کو ترستے ریگستان لہلہاتے کھیتوں میں بدل جاتے ہیں۔کارخانوں میں چلنے والی مشینوں کی آواز خاموش آبادیوں کا سکوت توڑ دیتی ہے۔گاڑیوں بسوں اور ٹرکوں کے ذریعہ لوگ اور سازوسامان ملک کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک آنے جانے لگتا ہے۔ ہر طرف چہل پہل اور گہما گہمی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ملک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی میں کام کی تحریک پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے بڑھتی ہوئی قومی دولت سے اپنا جائز حصہ ضرور ملے تا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ لگن سے کام کرے۔ماضی میں اس سلسلے میں کئی اقدامات کیئے گئے جس میں 1959ء اور 1972ء کی زرعی اصلاحات اور 1960ء اور 1972ء کی مزدوروں کی پالیسی شامل ہیں۔ان اصلاحات پر صحیح عملدرآمد کے ذریعہ ملک کی افرادی قوت کی فعالیت کو مزید تقویت پہنچائی جا سکتی ہے۔

v) آبادی کی منصوبہ بندی: پاکستان کی آبادی میں تیزی سے اضافہ افرادی قوت کی فعالیت پر برا اثر ڈال رہا ہے۔کیونکہ آبادی میں بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔آبادی کی منصوبہ بندی کے ذریعہ فعال افرادی قوت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 10۔ زرعی قرضوں کی فراہمی کے سلسلے میں بنکوں کے کردار نوٹ لکھیے۔

جواب:

پاکستانی معیشت میں زرعی قرضوں کی اہمیت: قرضوں کی ہر شعبے میں اہمیت ہے لیکن زراعت کے شعبے کے لیے قرضے بہت اہم ہیں کیونکہ یہاں پر اکثر فارم کا رقبہ 12-1/2 ایکڑ سے کم ہے نہ صرف یہ بلکہ کاشتکار کی آمدنی بہت کم ہے اسی بناء پر اس کی پس انداز کرنے کی قوت صفر ہے یہی وجہ ہے کہ زراعت میں بہت کم

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس اور مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

سرمایہ لگایا جاتا ہے ہمارے چھوٹے کسان کے پاس سرمایہ نہیں ہے اس لیے زمین پر کسی قسم کا ترقیاتی کام نہیں ہو سکا ہمارے کسان نہ صرف غریب ہیں بلکہ ایسے کسانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ان تمام وجوہات کی بنا پر یہ بہت مشکل اور خاصا مہنگا کام ہے کہ کاشتکاروں کو قرضہ فراہم کیا جائے ان باتوں کے علاوہ اصل رقم کے ضائع ہو جانے کا بھی خطرہ ہے یہی وجہ ہے کہ ماجن ان کسانوں کو بھاری شرح سود پر رقم دینے کو تیار رہتا ہے ہماری شرح سود کی بنا پر کسان پشت در پشت مہاجن کا مقروض چلا آرہا ہے ان حالات میں قرضوں کی باقاعدہ فراہمی وقت کا اہم تقاضا بن گیا ہے کیونکہ اگر کسانوں کو قرضوں کی سہولتیں فراہم نہیں کی جائیں گی تو وہ ترقیاتی کام تو کیا وہ کاشتکاری کرنے کے قابل بھی نہیں ہو سکتے جب کہ زمینوں کی کاشت قومی نقطہ نگاہ سے نہایت اہم کام ہے۔

زرعی قرضوں کے بارے میں اصلاحات: قرضوں کی ہر شعبے میں اہمیت ہے۔لیکن زراعت کے شعبے کیلئے قرضے بہت اہم ہیں۔کیونکہ یہاں پر اکثر فارم کا رقبہ 12.5 ایکڑ سے کم ہے۔نہ صرف یہ بلکہ کاشتکار کی آمدنی بہت کم ہے۔اسی بناء پر اس کی پس انداز کرنے کی صلاحیت صفر ہے۔یہی وجہ ہے کہ زراعت میں بہت کم سرمایہ لگایا جاتا ہے۔ہمارے چھوٹے کسان کے پاس سرمایہ نہیں ہے۔اگر کسانوں کو قرضوں کی سہولتیں فراہم نہیں کی جائیں گی تو ہمارا ملک زراعت میں ترقی نہیں کر سکے گا کیونکہ زمینوں کی کاشت کاری قومی نقطہ نگاہ سے نہایت اہم کام ہے۔

غیر اداری قرضے: ان میں عام طور پر جو لوگ شامل کیے جاتے ہیں وہ پرائیویٹ مہاجن ہیں۔مہاجن قرضہ دینے والے پیشہ ورانہ بھی ہیں اور غیر پیشہ ور بھی۔پیشہ ورانہ قرض دینے والے قرضوں پر بھاری شرح سے سود وصول کرتے ہیں جبکہ غیر پیشہ ور لوگ قرضوں پر اول تو سود وصول نہیں کرتے ہیں اور اگر کرتے بھی ہیں تو وہ برائے نام ہی ہوتا ہے۔اسی وجہ سے زرعی قرضوں کا زیادہ تر بوجھ اداروں پر ہے۔

اداری قرضہ: اس قسم میں وہ ادارے شامل ہیں جو کہ کاشتکاروں کو قرضہ دینے کے کام میں جزوی طور پر مصروف ہیں۔یہ ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

1- حکومت کا مالیاتی محکمہ۔تعاونی قرضے 2- قرضے کی تعاونی انجمن 3- تجارتی بینک 4- زرعی ترقیاتی بینک

اداری قرضوں کی اہمیت اس لیے بہت زیادہ ہے کہ دیہاتوں میں ادھار دینے والے لوگ بہت کم ہیں اور اگر وہ قرضہ دیں بھی تو وقتی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے دیں گے۔

اداری قرضے: حکومت کی طرف سے کسانوں کو قرضے ہر صوبے میں صوبائی حکومتیں کاشتکاروں کو زمین کی بہتری کے لیے فراہم کرتی ہیں۔حکومت نہ صرف زمین کی بہتری کے لیے قرضے فراہم کرتی ہے بلکہ مصیبت کے وقت کاشتکاروں کو قرضے فراہم کرتی ہے۔یہ قرضے عمومی طور پر تعاونی قرضوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں ان قرضوں کی فراہمی زمین کو رہن رکھ کر ہوتی ہے۔

تعاونی اداروں کی طرف سے قرضے: کسانوں کو قرضہ دینے کے لیے اس قسم کی سوسائٹی 1904ء سے قائم کی گئی ہے۔وہ کسانوں کو قرض دینے میں اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔اس نظام میں 10 یا 10 سے زائد آدمی مل کر ایک پرائمری کوآپریٹو سوسائٹی قائم کر سکتے ہیں۔اگرچہ ان اداروں کو وو دیہاتی عوام میں مقبولیت حاصل کرنے میں دیر لگتی ہے۔تاہم یہ کاشتکاروں کو قرضہ فراہم کرنے کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوئے۔

بہتری کیلئے کوشش یا اصلاحات: تعاونی اداروں کے کام کا جائزہ لینے کیلئے وقتاً فوقتاً کمیٹی اور کمیٹی کمیشن بٹھائے گئے۔انہوں نے ان کے کام کو بہتر طور پر چلانے کے لیے کئی تجاویز کیں اور حکومت وقت نے ان تجاویز پر عمل کیا۔بلا شبہ کوآپریٹو سوسائٹی کے معاملے میں خاصی ناکامیاں ہوئیں۔لیکن امید نہیں ہاری گئی۔قوی امید کی جاتی ہے کہ یہ سوسائٹیاں اپنا کردار سرانجام دیں گی اور کسان کی بنیادی ضروریات پوری کریں۔

تجارتی بینک اور زرعی قرضہ: تجارتی بینک کافی دیر تک کاشتکار کو قرضہ دینے سے گریز کرتے رہے کیونکہ کاشتکار کے پاس نہ تو کوئی چیز بطور سیکیورٹی کے ہوتی تھی۔اور دوسرا ان سے قرضہ کی واپسی میں کافی دقت درپیش تھی۔ 1970ء میں سب سے پہلے کچھ اقدامات اٹھائے گئے تاکہ بینک کاشتکاروں کو قرضہ دینے میں کسی تامل کا اظہار نہ کریں۔

دیہی قرضہ کی فراہمی میں اصلاحات: دیہی قرضہ کی فراہمی کے سلسلے میں جو اصلاحات ہوئی ہیں۔ان کا زیادہ تعلق تجارتی بینک سے ہے۔ان اصلاحات کا مقصد یہ تھا کہ تجارتی بینک وں کو زیادہ سے زیادہ ترغیب دی جائیں تاکہ وہ کاشتکاروں کو قرضے فراہم کریں۔اس سلسلے میں دو اسکیمیں 1970ء میں رائج کی گئیں۔

سٹیٹ بینک آف پاکستان اور زرعی ترقیاتی بینک: سٹیٹ بینک آف پاکستان نے جو کاوشیں زرعی قرضے کی فراہمی کے سلسلے میں کی ہیں وہ چند سطروں میں پیش نہیں کی جا سکتیں۔سٹیٹ بینک نے اپنے وجود میں آنے سے لے کر اب تک ہر وہ اقدامات کیے ہیں جن سے کاشتکار کو قرضے کی فراہمی آسان سے آسان تر ہو جائے۔اس طرح 1972ء میں قائم کی گئی سٹیٹ بینک نے تمام قرضہ دینے والے اداروں کو ضرورت کے وقت معمولی شرح سود پر قرض فراہم کیے تاکہ وہ اپنا فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہیں۔اس طرح اسٹیٹ بینک نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کو بحال کرنے کے مختلف اقدامات کیے۔

زرعی ترقیاتی بینک: یہ بینک دو مالی اداروں کو مدغم کر کے بنایا گیا۔یہ ادغام 1961ء میں ہوا تھا۔اس بینک کا بنیادی فرض یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ کاشتکاروں کو ترقیاتی اور پیداواری کاموں کے لیے قرض فراہم کرے۔1971-1977 کے عرصے میں بینک نے پیداواری کاموں کیلئے قرض فراہم کیے 1977-1978 میں اس بینک نے تقریباً 73 کروڑ روپے بطور قرض دیے۔ان اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ بینک کی کارکردگی قابل ستائش ہے۔لیکن

0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی ،ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے،بی کام ،بی ایڈ،بی ایس ،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی ،ایم فل،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ بھی دیہی ضروریات کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

سوال نمبر11۔ سی پیک(Sea Pack)اور معاشی ترقی کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کیجیے۔

جواب۔

پاکستان اور چین جیسے دوست ممالک کے درمیان اقتصادی راہداری کا عظیم منصوبہ بنانے کا فیصلہ ہوا۔ پاک چین اقتصادی راہداری منصوبے پر ملک کی سیاسی وعسکری قیادت ایک پیج پر ہے، یہ منصوبہ اس خطے کی ترقی کے لئے بہت اہم ہے۔اس منصوبے سے نہ پاکستان اور چین بلکہ ترکی، وسطی ایشیائی ریاستوں اور مشرق وسطیٰ کے درمیان جغرافیائی قربت بڑھے گی اور ترقی کے نئے مواقع ملیں گے۔آج سے چند سال پہلے چینی مصنوعات کی عالمی منڈی تک باآسانی رسائی کے لئے پاکستان کے راستے گوادر پورٹ اور اس سے آگے سمندری راستے سے دنیا بھر تک رسائی صرف ایک خواب تھا' آج اقتصادی راہداری کے ذریعے اس خواب کو حقیقت میں بدلنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ پاک چین اقتصادی راہداری 46 ارب ڈالر کا ایک بہت بڑا منصوبہ ہے، جس سے دونوں ممالک کے تعلقات نئی بلندی تک پہنچ جائیں گے اور یہ طویل راہداری چین کے صوبے سنکیانگ کو باقی تمام دنیا سے پاکستان کی مدد سے جوڑے گی اور یوں چین مزید ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ پاکستان اور چائنہ کے تعلقات کوئی راز نہیں۔ پاکستان گزشتہ 25،30 سالوں میں بے شمار مسائل کا شکار رہا ہے۔جن میں دہشت گردی سر فہرست ہے، اسکے بعد بجلی، صاف پانی اور دوسری بنیادی چیزیں ہیں۔ایسے میں چین نے نہ صرف اقتصادی راہداری منصوبے کا اعلان کیا بلکہ بہت تیزی سے اس پر کام بھی ہو رہا ہے۔اس منصوبے کے تحت دونوں ممالک شاہراہوں، ریلویز اور پائپ لائنز کے ذریعے باہم منسلک ہوں گے اس منصوبے کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔جن میں سے سر فہرست گوادر کے بین الاقوامی ہوائی اڈے کی تکمیل ہے، اس کے علاوہ شاہراہ قراقرم کی توسیع اور ایک فائبر آپٹک لائن بھی دونوں ممالک کے درمیان بچھائی جائے گی تاکہ ذرائع روابط کو بہتر کیا جاسکے۔اس کے ساتھ ساتھ گوادر پورٹ کی اپ گریڈیشن، گوادر پورٹ ایکسپریس وے کی تعمیر اور کراچی سکھر موٹروے کی تعمیر شامل ہے۔

پاکستان کے صوبائی علاقے اور راہداری منصوبہ۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری سے ملک کے تمام صوبے مستفید ہوں گے جبکہ بلوچستان' خیبر پختونخوا اور فاٹا کو خصوصی طور پر فائدہ ہوگا۔سی پیک مکمل ہونے سے پاکستانی معیشت کی تقدیر بدل جائے گی۔ ملک کی اقتصادی اور معاشی ترقی اور خوشحالی کے اہداف میں مدد حاصل کی جاسکے۔سابق چیف آف آرمی اسٹاف جنرل راحیل شریف بھی پاک چین اقتصادی راہداری کے منصوبے میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں، آرمی چیف نے مجوزہ روٹ کے کئی دورے بھی کئے ہیں اور امن کی ضمانت بھی فراہم کی ہے تاکہ چینی سرمایہ کار بلا خوف وخطر راہداری کے مختلف منصوبوں پر تیزی سے کام کرسکیں۔ان منصوبوں کی سیکورٹی کے لئے ایک فورس بھی تشکیل دی جارہی ہے جس کے لئے پاک فوج نے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔

سی پیک ون بیلٹ ون روڈ۔

سی پیک ون بیلٹ ون روڈ کا اہم ترین حصہ ہے جو پاکستان اور مغربی چین کی معیشتوں میں انقلاب برپا کردے گا،اس لئے ہم منصوبے کو گیم چینجر سمجھتے ہیں۔ چینی صدر شی جن پنگ کے ون بیلٹ ون روڈ منصوبے سے خطے کے لیے مواقع کی نئی دنیا سامنے آئی ہے، پاک فوج راہداری منصوبے کو مکمل تحفظ فراہم کرے گی، دیگر قومی اداروں کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ان کا مزید کہنا تھا کہ سی پیک منصوبہ پرامن خطے کیلیے پاکستان کی کوششوں کا آئینہ دار ہے، ملک میں سیکیورٹی کی صورتحال پہلے سے کہیں بہتر ہے، فاٹا میں امن قائم ہوچکا، کراچی میں امن بحالی سے تجارتی سرگرمیاں فروغ پارہی ہیں۔اقتصادی راہداری منصوبے کے حوالے سے ہماری صلاحیتوں پر کسی کو شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے، 2030ء تک اقتصادی شراکت داری کامیاب کرنا میرا خواب ہے، چین کا ون بیلٹ ون روڈ وژن پوری دنیا کیلیے ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ سی پیک خطے میں بڑے پیمانے پر بہتری لائیگا، چین کی سرمایہ کاری سے پاکستان میں ترقی آئیگی، بطور قوم ہم اس موقع سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں، سی پیک کی کامیابی کیلیے تمام اداروں کو بھرپور تعاون کرنا ہوگا۔تجارت اور سرمایہ کاری کے فروغ کیلیے موجودہ قوانین اور قواعد مزید بہتر بنانے ہوں گے۔

چین اور پاکستان اس منصوبے کی پائیدار ترقی کو یقینی بنانے کے لئے سائنسی منصوبہ بندی کے مطابق تعمیر کریں گے،چین پاکستان اقتصادی راہداری صرف چین اور پاکستان کے درمیان تعاون بڑھانے کے لئے حکمت عملی کا نام نہیں بلکہ یہ اس پورے خطے کی ترقی اور خوشحالی کے لئے اہم کردار ادا کرے گی۔ پاکستان میں چین کے سفیر نے چین پاکستان اقتصادی راہداری منصوبے کو چینی صدر اور پاکستانی وزیر اعظم کے وژن کا عکاس قرار دیا اور کہا کہ چین پاکستان کو اپنا آئرن فرینڈ سمجھتا ہے، اقتصادی راہداری سے نہ صرف دونوں ملکوں بلکہ خطے کے دوسرے ملکوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔چین پاکستان اقتصادی راہداری کا پہلا فیز 2018 تک مکمل ہو جائے گا۔ پاکستان اور چین کے درمیان بڑھتے اقتصادی روابط کے مزید فروغ کے لئے پاک چین بزنس پلیٹ فارم کے قیام کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جس کے ذریعے چین پاکستان اقتصادی راہداری کے تحت قائم ہونے والے صنعتی زونز میں مشترکہ پیداوار کی جاسکے۔اقتصادی راہداری کوئی مکمل طور پر ایک راستہ نہیں اور نہ ہی ریل کی پٹڑی ہے بلکہ یہ اس خطے میں امن اور اقتصادی استحکام لانے کا ایک راستہ ہے۔ پاکستان جنوبی ایشیا میں واقع ایک اہم ملک ہے اور اسی اقتصادی راہداری سے پاکستان اپنے مسائل کا خاتمہ کرسکتا ہے۔اقتصادی راہداری منصوبہ تین ارب انسانوں کی تقدیر بدلنے کا منصوبہ قرار دیا جاتا ہے، جس کے تعاون سے پاکستان میں جو منصوبے شروع کئے جارہے ہیں اس سے دنیا بھر کے سرمایہ کار پاکستان کا رخ کررہے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03455504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشتہاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اقتصادی راہداری مغربی چین۔

اقتصادی راہداری مغربی چین کے علاقہ کاشغر کو عالمی سطح کی گہرے پانیوں کی بندرگاہ، ایئرپورٹ، کمرشل سمندری راستوں، ریلویز، فائبر آپٹیکل اور گیس پائپ لائنز کے وسیع وعریض نیٹ ورک کے ذریعے گوادر بندرگاہ سے ملائے گا۔چین کے لیے اقتصادی راہداری وسیع وعریض مغربی علاقہ کی ترقی کیلئے ایک روڈ، ایک پٹی بنانے کی حکمت عملی کا ایک حصہ اور 21 ویں صدی کی ترقیاتی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے شاہراہ ریشم کو اہم راہداری کی حیثیت رکھتا ہے۔چین کے صدر ڈی جن پنگ نے 19 فروری 2014 کو پاکستان کے صدر ممنون حسین کے ساتھ اپنی ملاقات میں پاکستان اور چین کی کمیونٹی کی مشترکہ تقدیر بنانے کی تجویز پیش کی۔ پاکستان کیلئے اقتصادی راہداری وژن 2025 کے سات ستونوں میں سے ایک اس ایک ستون کو عملی جامہ پہنانے کی حیثیت رکھتی ہے جس کا تعلق آئندہ ایشیائی ٹائیگر بننے کیلئے علاقائی روابط قائم کرنا ہے۔ یہ دن اس بڑے پراجیکٹ کو تاریخ میں چینی صدر ذی چن پنگ کے دورہ کے حوالہ سے اہم باب کے طور پر لکھا جائے گا۔چین اور پاکستان کی سیاسی اور تاریخی الائنس پر مبنی گہری اور سدا بہار دوستی کی تاریخ کئی نسلوں پر محیط ہے تاہم اقتصادی راہداری دوطرفہ ایجنڈا کے وسط میں اقتصادی تعاون اور روابط لاتے ہوئے ان تعلقات کے ایک نئے مرحلے کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ اقتصادی شراکت داری کی ایک حکمت عملی ہے جس سے پاکستان چین جنوبی ایشیاء ، مشرق وسطیٰ ایشیاء کو آپس میں ملانے والا جغرافیائی اقتصادی سرگرمیوں کا گڑھ بن جائے گا اور پاکستان دنیا بھر کے سرمایہ کاروں کیلئے سرمایہ کاری کے بڑے مواقع پیش کرنے والا ملک ہوگا۔جولائی 2013 کی مفاہمت کی یادداشت کا مقصد دونوں حکومتوں کو اقتصادی راہداری کی منصوبہ بندی اور اسے بنانے کیلئے تعاون کے قابل بنانا۔اس کے علاوہ اقتصادی سرگرمیوں میں پیش رفت اور منصوبہ بندی کو تیز کرنے کیلئے سہولت فراہم کرنا تھا۔ اس مقصد کیلئے وزارت منصوبہ بندی ترقی اور اصلاحات کو فوکل وزارت قرار دیا گیا جس نے دونوں ممالک کے تعاون کیلئے جوائنٹ کوآپریشن کمیٹی تشکیل دی ہے اور یہ کمیٹی چین کے ہم منصب ادارہ نیشنل ڈویلپمنٹ اینڈ ریفارم کمیشن (این ڈی آر سی) کے ساتھ مل کر تشکیل دی گئی ہے۔

پاک چین اقتصادی راہداری کا طویل مدتی منصوبہ

پاک چین اقتصادی راہداری کا طویل مدتی منصوبہ موجودہ دور سے لے کر 2030 تک کیلئے اقتصادی تعاون، اغراض، مقاصد، اہداف اور مجموعی سمت کا تعین کرتا ہے جس سے تحقیق، منصوبوں کے قابل عمل ہونے کے مطالعاتی جائزہ، درمیانی اور طویل مدتی اہداف کے پورے ہونے کا سلسلہ شروع ہوگا۔ جولائی 2013 کی مفاہمت کی یادداشت کے بعد دونوں اطراف سے ماہرین پر مشتمل توانائی ڈھانچہ جات اور گوادر کے مختلف شعبوں کیلئے علیحدہ علیحدہ جوائنٹ ورکنگ گروپس بنائے گئے ان جوائنٹ ورکنگ گروپس اور جوائنٹ کوآپریشن کمیٹیوں کے منصوبوں کی حکمت عملی بنانے کیلئے گزشتہ چار سال میں کئی اجلاس منعقد ہوئے۔ دونوں ممالک کی قیادت، سفارتکاروں اور حکام کی محنت سے ریکارڈ مدت میں پاک چین اقتصادی راہداری کے تحت 45 ارب ڈالرز کے منصوبے منظور کئے گئے۔

پاک چین، اقتصادی راہداری توانائی کے شعبہ میں کئی منصوبوں وسیع تر ریلوے اور سڑکوں کے نیٹ ورک کے ذریعے وفاقی اکائیوں کی ضروریات پوری کرے گی۔ راہداری منصوبہ ٹرانسپورٹیشن نظام پر مشتمل ہے جو کہ مغربی چین کے علاقہ کاشغر کو شمال میں خنجراب کو کراچی اور جنوبی پاکستان میں کئی راستوں کے ذریعے گوادر کو آپس میں ملائے گا۔ پاکستان کی تیز تر ترقی اور شرح نمو میں اضافہ کیلئے توانائی کے بحران پر قابو پانے کیلئے توانائی کے شعبے کو پہلی ترجیح پہ رکھا گیا ہے۔اقتصادی راہداری میں توانائی کے منصوبوں میں ابتدائی طور پر 34 ارب ڈالرز کی سرمایہ کاری ہوگئی اور انفراسٹرکچر کے شعبہ میں تقریباً 11 ارب ڈالرز کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔

دونوں ممالک نے جلد از جلد توانائی پیدا کرنے والے منصوبوں کے ذریعے 10,40 میگاواٹ بجلی کی پیداواری صلاحیت کے منصوبوں کو حتمی شکل دے دی ہے۔ بجلی کے یہ منصوبے پورے ملک میں پھیلے ہوں گے اور یہ منصوبے 2018 تک مکمل کر لئے جائیں گے۔ مزید برآں توانائی کے کئی منصوبوں میں 6645 میگاواٹس کا منصوبہ بھی فہرست میں ہے۔توانائی کے تمام منصوبے سرمایہ کاری کی شکل میں تجارتی بنیادوں پر ہوں گے۔تمام انتظامی تقاضے پورے کرنے اور درکار دیگر سہولیات کی فراہمی کے بعد دونوں ممالک ہوا سے 260 میگاواٹ بجلی کے منصوبوں کوئلہ سے 5580 میگاواٹ بجلی کی تیاری اور 1590 پن بجلی کے منصوبوں کیلئے پیسہ کی فراہمی آخری مرحلہ میں ہیں ان تمام منصوبوں کے ساتھ ساتھ 13.8 ایم ٹی پی اے معدنی کوئلہ کے پراجیکٹس صدر ذی جن پنگ کے دورہ کے دوران شروع کئے جائیں گے دیگر منصوبے ضروری طریقہ کار کی تکمیل پر شروع کئے جائیں گے۔

بندرگاہوں تک رسائی۔

گوادر بندرہ گاہ کا منصوبہ پاک چین اہم شراکت داری کا طرہ امتیاز ہے اس کے تزویراتی محل وقوع اور مستقبل میں توانائی اور اقتصادی گڑھ ہونے سے پاکستان اور چین کے سٹریٹجک اقتصادی تعلقات کا نیا باب کھلے گا۔ پاک چین اقتصادی راہداری کے تحت بننے والے ہر ترقیاتی منصوبے سے گوادر کی ترقی کی رفتار تیز ہوگی۔اس بندرگاہ کو عالمی پائے کی سیاسی وتجارتی سرگرمیوں کا حامل بنانے کی کوششیں تیز تر ہوں گی اور یہ بات بڑے اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ آئندہ عشرہ کے دوران گوادر میں مربوط انفراسٹرکچر اور سرمایہ کاری سے دورس تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ پاک چین اقتصادی راہداری کے تحت تکمیل پانے والے منصوبے مکران، گوادر اور بلوچستان کی بالخصوص ترقی اور پاکستان کی عمومی ترقی کا عمل تیز کرنے کا آلہ کار ثابت ہوگی۔ پاک چین اقتصادی راہداری کسی ایک راستہ یا دائرے کا نام

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نہیں ہے بلکہ یہ ایک جامع تعاون کیلئے متعدد اقدامات اور پراجیکٹس پر مشتمل ایک پیکیج ہے جو کہ علاقائی روابط، انفارمیشن نیٹ ورک، انفراسٹرکچر، توانائی میں معاون صنعتوں اور صنعتی پارکس، زرعی ترقی اور تخفیف غربت، سیاحت اور مالی تعاون جیسے اقدامات اور پراجیکٹس پر محیط ہے اور اس اقتصادی راہداری کے دائرہ کار روزگار کے مواقع میں بہتری سمیت میونسپل ڈھانچہ جات، تعلیم، صحت عامہ اور عوام سے عوام کی سطح پر رابطوں تک محیط ہے اس سے ملک کے ہر حصہ میں لاکھوں روزگار اور ترقی وخوشحالی کی ہزاروں نئی راہیں پیدا ہوں گی۔ پاک چین اقتصادی راہداری سے تمام صوبے مستفید ہوں گے اور پورے ملک میں امن وہم آہنگی تعاون اور اقتصادی ترقی آئے گی۔ یعنی صوبائی دارالحکومتوں کوئٹہ، پشاور، کراچی اور لاہور کو اس پراجیکٹ کے ذریعے ملایا جائے گا جبکہ ملک سے کم ترقی یافتہ علاقے بشمول قبائل علاقہ جات (فاٹا) خیبر پختونخوا، آزاد جموں کشمیر، گلگت بلتستان، جنوبی پنجاب، تھر، اندرون سندھ اور بلوچستان کو فعال ترین ترقی کے دائرہ میں لایا جائے گا اور گزشتہ 70 سال سے تھر کے نظرانداز کوئلہ کے ذخائر کو دولت میں تبدیل کیا جائے گا جس سے خشک سالی کی علامت تھر دنیا کے توانائی کے مرکز میں بدل جائے گا۔

سرمایہ کاری کا فروغ۔

پاک چین اقتصادی راہداری دنیا کے مختلف حصوں کے سرمایہ کاروں کو بھی سرمایہ کاری کیلئے پاکستان کی راہ دکھائے گی جو کہ 20 کروڑ سے زائد افراد پر مشتمل محل وقوع کے لحاظ سے مفید ترین مارکیٹ ہے جہاں پر بہت زیادہ باصلاحیت افراد اور بھرپور وسائل موجود ہیں۔قوم کی تقدیر بدلنے کے اس تاریخی موقع پر کسی قسم کے تضادات پیدا کرنا، اختلافات ابھارنا اور گمراہ کن تعصّبات پیدا کرنے سے ملک کی کوئی خدمت نہیں ہوگی۔ ہم چین کے تجربے سے سبق سیکھ سکتے ہیں جو جنگ سے تباہ حال اور افیون زدہ ملک سے ترقی کر کے دنیا کی دوسری بڑی اقتصادی قوت بنا۔ یہ سب سماجی یکجہتی اور سیاسی استحکام کے اصولوں سے ممکن ہوا۔اس کے ساتھ ساتھ یہی اصول پاکستان میں ایک سراب بنے رہے جس کی ترقی کے کئی منصوبے بار بار سول ملٹری چپقلش اور پالیسیوں میں عدم تسلسل سے تعطل کا شکار ہوئے اور ہم ابھی تک کم ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں ہیں۔ آج تاریخ نے ہمیں استحکام اور اصلاح کے درمیان توازن پیدا کرتے ہوئے ایک اور موقع دیا ہے اور ڈیلور کرنا ہی کسی بھی ملک کی کامیابی کی اہم کلید ہے شیکسپیئر نے کہا تھا کہ ”آدمی کے معاملات میں ایک لہر ہوتی ہے جو کہ سیلاب میں آتی ہے جو کہ قسمت بنانے یا بگاڑنے کی طرف لے جاتی ہے۔“ قطع نظر اس بات سے کہ زندگی میں چھوٹی بڑی مشکلات آتی رہتی ہیں اب ہم پورے سمندر میں تیر رہے ہیں اور اب ہم اس لہر کو ضائع نہیں کر سکتے۔ آئیں اس اہم تاریخی موڑ پر ہم ایک قوم کے طور پر متحد ہو کر چینی ہم منصوبوں کا پرجوش اور پرتپاک خیر مقدم کریں اور پاک چین اقتصادی راہداری کیلئے ایسی فضاء ۔ پیدا کریں جس میں ہم 21 صدی میں معاشی کامیابی حاصل کر کے ایشین ٹائیگر بننے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر سکیں گے۔

نئی منڈیوں کو وسعت دینا۔

پاک چین اقتصادی راہداری کا منصوبہ ایک طرف تو پاکستان کو معاشی طور پر مضبوط بنائے گا تو دوسری طرف چین کو نمبر ون معاشی قوت بھی بنا دے گا اور یہ وہ عظیم منصوبہ ہے جس کے ذریعے چین اپنی مصنوعات کے لیے نہ صرف نئی منڈیاں بنانا چاہتا ہے بلکہ دیگر ممالک میں اثر ورسوخ بھی بڑھانے کا خواہشمند ہے اس منصوبے کا آغاز 2013 میں چینی صدر شی چن پنگ نے کیا تھا۔انہوں نے ایشیاء ۔ یورپ اور افریقہ کے 60 سے زائد ممالک میں ”شاہراء ۔ ریشم اقتصادی زمینی پٹی“ اور اس کی سمندری ساتھی اکیسویں صدی کی ”بحری شاہراہ ریشم“ پر انفراسٹرکچر کی تعمیر اور مالی سرمایہ فراہم کرنے میں چین کے رہنما کردار کا تصور پیش کیا ان علاقوں کی مشترکہ آبادی ساڑھے 4 ارب بنتی ہے چین کا وسط ایشیا اور جنوب مشرق ایشیا میں ریلویز شاہراہوں اور پائپ لائنز اور بندرگاہوں کا جال بچھانے کے اس عظیم الشان منصوبے سے نئی دہلی میں بے چینی اور اضطراب بڑھتا جا رہا ہے بھارت کو سی پیک کے منصوبے سے سب سے زیادہ پریشانی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے خلاف روز اول سے سازشوں میں مصروف ہے ان سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے پاکستانی حکومت کو مزید موثر کردار ادا کرنا ہوگا۔

سی پیک میں گوادر پورٹ میں توسیع اور اپ گریڈیشن،

سی پیک میں گوادر پورٹ میں توسیع اور اپ گریڈیشن، گوادر شہر میں ایئر پورٹ سمیت بنیادی شہری سہولیات کی فراہمی، انڈسٹریل پارک کا قیام، مغربی اور مشرقی روٹس پر گوادر سے لے کر چینی سرحد تک موٹر وے نیٹ ورک، بڑے شہروں کیلئے رابطہ سڑکیں، ریلوے ٹریکس میں توسیع وانقلابی اپ گریڈیشن اور تیل کی پائپ لائنز وغیرہ شامل ہیں۔ان منصوبوں کے متعلقہ علاقوں میں لامحالہ معاشی اور سیاسی اثرات ہوں گے۔ سرمایہ کاری اور انفراسٹرکچر کی تعمیر ان علاقوں میں صنعتی اور تجارتی سرگرمیاں، ترقی کے ایک نئے دور کے آغاز کا سنگِ میل ثابت ہو سکتی ہے۔ روزگار کے بے شمار مواقع پیدا ہونے کے بھی امکانات ہیں۔غربت کے خاتمے کیلئے یہ مواقع لاکھوں خاندانوں کو غربت کی بیڑیوں سے آزاد کر سکیں گے۔ اگر تمام منصوبے پروگرام کے مطابق مکمل ہو گئے تو زیادہ تر علاقوں میں کاروبار، صنعت اور تجارت کا روایتی انداز اور طرز ہمیشہ کیلئے بدل جائے گا۔ترقی اور خوشحالی کے عظیم منصوبے کا روٹ گوادر سے شروع ہو گا وہاں سے ہوشاب، پنجگور، ثوراب، کوئٹہ، ژوب، دریا خان (بھکر) ڈیرہ اسماعیل خان، میانوالی، تلہ گنگ، فتح جنگ، اسلام آباد، پشاور موٹروے، یہاں سے ہری پور، حسن ابدال، تھاکوٹ، گلگت، خنجراب اور آگے کاشغر (چین) مشرقی روٹ: مشرق روٹ مغربی روٹ سے طویل ہے۔ لاہور سے ملتان سڑک پر کام ہو رہا ہے، ملتان کو سی پیک کے تحت سکھر سے جوڑ دیا جائے گا، وہاں سے رتو ڈیرو خضدار اور ہوشاب سے گوادر۔ یہ روٹ گوادر سے ہوشاب، پنجگور، خضدار، رتو ڈیرو، سکھر، ملتان، خانیوال، فیصل آباد، ملتان سے لاہور، لاہور سے موٹر وے برہان، ہری پور، ایبٹ آباد، تھاکوٹ، گلگت، خنجراب اور آگے کاشغر (چین) تک ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پاکستان کا مغربی روٹ۔

پاک چین اقتصادی راہداری منصوبے کا سب سے اہم حصہ مغربی روٹ کو کوئٹہ سے ثوراب کے درمیان 650 کلومیٹر شاہراہ ہے۔اسی طرح خضدار تا رتوڈیرو کا سیکشن بھی مکمل کر لیا گیا ہے۔اب گوادر کی بندرگاہ کا پورے ملک سے فوری رابطہ ممکن ہو جائے گا اور گوادر کی بندرگاہ مکمل آپریشنل ہونے کے سبب بلوچستان میں بھی معاشی سرگرمیوں تقویت ملے گی۔ڈیرہ اسماعیل خان تا برہان اور گوادر تک ایسٹرن روٹ پر کام شروع ہے اور یہ منصوبہ رواں برس کے آخر تک مکمل ہو جائے گا۔

پختونخوا میں مانسہرہ، حطار، ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، کرک، کوہاٹ اور غازی ہیں۔جبکہ بلوچستان میں خضدار، تربت، قلعہ سیف اللہ، ژوب، دشت اور بوستان ہیں۔حکومت کے مطابق مختلف علاقوں کو باہم ملانے کیلئے سڑکوں پر کام جاری ہے۔علاوہ ازیں اقتصادی راہداری منصوبے کے تحت توانائی کے منصوبوں میں گڈانی پاور پارک پراجیکٹ، حبکو کول پاور پلانٹ، سالٹ رینج مائن پاور پراجیکٹ و دیگر منصوبے شامل ہیں۔اقتصادی راہداری ایک سڑک نہیں بلکہ معاشی ترقی کا پورا نظام ہے۔اس میں چھتیس ارب ڈالر کی خطیر رقم توانائی کے منصوبوں کیلئے مختص ہے۔گوادر سے کاشغر تک یہ اقتصادی راہداری تقریباً تین ہزار کلومیٹر پر محیط ہے۔تعمیر و ترقی کا یہ میگا پراجیکٹ گوادر پورٹ کو سنکیانگ کے ساتھ سڑکوں، ریلوے ٹریک اور ایئر پورٹ کے ذریعے منسلک کرے گا۔اقتصادی راہداری کے اس عظیم منصوبے میں گوادر پورٹ پر ایک ہوائی اڈے کی تعمیر متعدد، توانائی کے منصوبے، اقتصادی زونز، خشک بندرگاہیں اور دیگر بنیادی ڈھانچے بھی شامل ہیں۔سی پیک کی تکمیل سے خطے کی تجارتی سرگرمیوں میں نمایاں اضافہ متوقع ہے اور ایک سال کے دوران سی پیک روٹ پر تقریباً 1.25 ملین کنٹینرز کی آمد و رفت سے سالانہ 30 تا 40 ارب ڈالر کی کاروباری سرگرمیاں ہوں گی۔مالیاتی تجزیہ کاروں کے مطابق سی پیک کی تکمیل سے چین سمیت خطے کے دیگر ممالک میں تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ کے پیش نظر کئی مقامی بینک دوسرے ممالک اور بالخصوص چین میں اپنی برانچز کے قیام کیلئے سرگرم عمل ہیں۔جبکہ یونائیٹڈ بینک، حبیب بینک اور نیشنل بینک آف پاکستان سمیت دیگر کئی بینک دوسرے ممالک میں اپنے کاروبار کے آغاز کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں تاکہ مقامی و غیر ملکی تاجروں کو بینکاری کی سہولیات فراہم کی جاسکیں جس سے 30 تا 40 ارب ڈالر کی کاروباری سرگرمیاں پیدا ہوں گی جو نہ صرف ملکی معیشت کی ترقی میں معاون ثابت ہوں گی بلکہ اس سے خطے کی ترقی پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے پسماندہ علاقوں کے عوام کیلئے ترقی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گا اور رواں سال کے آخر تک چینی کمپنی پاکستان میں گلاس مینوفیکچرنگ کے شعبے میں 90 لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کرے گی۔جبکہ سمیڈا جیسے سرکاری ادارے مفت کاروباری مشاورت و معاونت بھی فراہم کر رہے ہیں۔پاک چین اقتصادی راہداری سے ملک کے تمام صوبوں کو یکساں فوائد ملنا شروع ہو جائیں گے۔

سوال نمبر 12۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے؟

الف) نہری آبپاشی کے مسائل۔

جواب۔

ملک میں نہروں کے ذریعے 80 فیصد زرعی رقبہ کی آبپاشی کی جاتی ہے، زرعی شعبہ کی ترقی کیلئے آبپاشی کے نظام کی بہتری کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ایشیائی ترقیاتی بینک (اے ڈی بی) کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں پانی کے مسائل کا سب سے زیادہ سامنا پاکستان کو ہے جہاں پر پانی کی قلت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔رپورٹ کے مطابق ملک میں نہ صرف زرعی شعبہ کو ہی پانی کی قلت درپیش ہے بلکہ انسانی ضروریات کیلئے پانی کی دستیابی بھی فی کس ایک ہزار کیوبک میٹر سالانہ سے کم ہے۔پاکستان سے ملتے جلتے موسم کے ممالک میں پانی کے ایک ہزار دن کے ذخیرہ کی سفارش کی جاتی ہے جبکہ پاکستان میں موجودہ آبی ذخائر سے ملک کی صرف 30 دن کی ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے۔پانی کی روز بروز بڑھتی ہوئی طلب کی پیش نظر آبی ذخائر سے پانی کی رسد کو بڑھانا وقت کی ضرورت ہے۔رپورٹ کے مطابق موسمیاتی تبدیلیاں بھی آبی ذخائر پر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں جن کے باعث بعض اوقات ملک میں موجود آبی ذخائر بھی بھر نہیں پاتے۔اے ڈی بی نے غذائی تحفظ کے استحکام اور زرعی پیداوار میں اضافہ کیلئے پانی کے ذخائر، تقسیم اور آبپاشی کے پانی کی قیمتوں میں کمی کے اقدامات کو انتہائی اہم قرار دیا ہے۔زرعی شعبہ میں اصلاحات کے ذریعے پاکستان کی زرعی پیداوار میں دو گنا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

نہری پانی کی عدم دستیابی۔

نہری پانی کی عدم دستیابی سے 15 لاکھ ایکڑ اراضی پر چاول کی فصل کاشت نہ ہونے اور میٹھے پانی کے تالاب خشک ہونے سے بڑی تعداد میں مویشی ہلاک بھوک پیاس اور بیروزگاری سے سینکڑوں خاندانوں کی شہری علاقوں کی طرف نقل مکانی۔سندھ میں 75 فیصد عوام زراعت کے شعبے سے وابستہ ہیں۔اور گزشتہ دو عشروں سے زراعت اور اس شعبے سے وابستہ افراد کو جس طرح ایک منظم سازش کے تحت تباہی کی طرح دھکیلا جا رہا ہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔اس سے وطن عزیز میں بے یقینی اور معاشی مسائل میں بے پناہ اضافہ ہونا اچھا شگون نہیں ہے۔محکمہ آبپاشی کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال 14 اگست کو تربیلا ڈیم میں پانی کی سطح کم ہونے کے باوجود سکھر بیراج پر سہندہ اور بلوچستان کو ملنے والے پانی کی سطح 355000 لاکھ کیوسکس تھی جبکہ سال رواں کے دوران 14 اگست 2018ء کو صرف 112000 لاکھ کیوسکس سندھ کو پانی دیا جارہا ہے۔جس میں بلوچستان کو پانی کا شیئر دینے کے بعد حیدرآباد اور کراچی کے لوگوں کو پینے کے لئے پانی کی سپلائی کو یقینی بنانے کے بعد 60 فیصد کمی سے نہروں میں پانی چھوڑا جارہا ہے۔محکمہ آبپاشی کے ترجمان کے مطابق سندھ میں سال رواں کے دوران ڈھائی ماہ دیر سے پانی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

دیا گیا۔

آبی معیشت وسائل اور دستیابی۔

پنجاب میں 2003ء کے دوران ربیع کی فصل کے لئے پچاس روپے فی ایکڑ اور خریف کی فصل کے لئے پچاسی روپے فی ایکڑ شرح مقرر ہوئی۔ پندرہ سال گزر چکے ہیں، آج تک اِس شرح میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ دوسرے صوبوں میں بھی صورت حال مختلف نہیں۔ مزید بد قسمتی ہے کہ واجب الادا رقم کم ہونے کے باوجود، اِس کا ایک تہائی حصہ ہی وصول ہوتا ہے۔ آبی معیشت کے حوالے سے ہم یہ اُصول بھول چکے ہیں کہ سہولت پر آنے والی لاگت وصول ہو تو سرمایہ کاری کا عمل جاری رہتا ہے۔ حکومت سڑک بناتی ہے تو گاڑیوں پر ٹیکس لگتا ہے۔ صارفین کو بجلی اور گیس فراہم ہو تو لاگت وصول کی جاتی ہے۔ بجلی اور گیس کے استعمال میں نرخ کی تخصیص ہے مگر پانی کے استعمال میں نہیں۔ ہزاروں ایکڑ کے مالک سے آبیانہ اُسی شرح پر وصول ہوتا ہے جو ایک ایکڑ کا مالک ادا کرتا ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں بجلی یا گیس کی طرح پانی کی سپلائی معطل نہیں ہوتی۔

ٹیکس اور نہری نظام کاشتکاری۔

نہری نظام کو قائم اور رواں رکھنے پر آنے والی لاگت صنعت یا تنخواہ دار طبقے کے ٹیکس سے پوری ہوتی ہے۔ منگلا اور تربیلا میں پانی کے ذخائر کو قائم و دائم رکھنے کے لئے جو اخراجات اُٹھتے ہیں، وہ بھی بجلی کے صارفین ادا کرتے ہیں۔ ملکی معیشت کے ٹیکس سسٹم کا معاملہ بھی مختلف نہیں۔ ہماری قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ بیس فیصد سے زائد ہے۔ اِس کے برعکس ملکی معیشت سے اکٹھے ہونے والے ٹیکس اور محصولات میں زراعت کا حصہ صرف ایک فیصد کے قریب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ا؟ بی معیشت میں نئی سرمایہ کاری نہیں ہو رہی۔ نئے ذخائر تعمیر کرنا ہوں یا نہروں کو پختہ کرنے سے پانی کی بچت کا انتظام مقصود ہو، سرمایہ کاری پر اُٹھنے والی لاگت وصول نہیں ہوسکتی۔ رقم کا انتظام صنعتی شعبے یا دُوسرے ذرائع سے وصول ہونے والے محصولات سے ہی ممکن ہے۔ آبی معیشت کا مروجہ نظام ہماری زراعت کے لئے مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے صرف وہ منصوبے قابلِ عمل نظر آتے ہیں جن میں بجلی پیدا کرنے کی سہولت ہو۔ ماضی میں مرکزی حکومت نے آبی ذخائر کے لئے دو منصوبے، خان پور اور حب ڈیم تعمیر کئے۔ اِن پر اُٹھنے والی لاگت صوبائی حکومتوں نے مرکز کو واپس کرنا تھی۔ صوبائی حکومتیں پانی تو استعمال کرتی ہیں مگر رقم کی واپسی اُن کے لئے مشکل ہے کیونکہ وہ زمیندار سے پانی کی لاگت وصول نہیں کرتیں۔ زرعی معیشت میں پانی تقریباً مفت ملتا ہے۔ اِن حالات میں ا؟ ب پاشی کا نظام زبوں حالی کا شکار رہے گا۔ پانی کی معیشت کو صحیح خطوط پر استوار کرنا ہمارے لئے ناگزیر ہو چکا ہے۔ اُس کے لئے مشکل فیصلے کرنا ہوں گے۔ ہم عام صارفین پر ٹیلی فون کے بل کو بھاری کر دیتے ہیں۔ موٹر سائیکل استعمال کرنے والے کے لئے پٹرول کی قیمت بڑھتی رہتی ہے مگر لاکھوں کا باغ فروخت کرنے والے پر ٹیکس کی معافی ہے۔

ب) کاشتکاروں کا استحصال۔

جواب۔

پاکستانی معیشت، صنعت، زراعت اور خدمات پر مبنی تین بڑے حصوں پر محیط ہے۔ معاشی اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی مجموعی پیداوار یعنی جی ڈی پی کا 21 فیصد زراعت کے شعبے سے حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان کی کل لیبر فورس کا 48 فیصد حصہ بھی زرعی عمل میں مصروف کار ہے۔ اسی طرح پاکستان کی کل برآمدات میں سے 80 فیصد مصنوعات کسی نا کسی طرح زرعی سرگرمیوں کا نتیجہ ہیں۔ پاکستان کے کل رقبے کا 57 فیصد حصہ کاشت کاری کے قابل ہے جس میں سے کل مزروعہ رقبے کا 69 فیصد حصہ صوبہ پنجاب میں ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی زراعت کی کل پیداوار میں صوبہ پنجاب کے زرعی شعبے کا حصہ کپاس میں 83%، گندم 80%، مہک دار چاول 97% گنا 51% اور اسی طرح پھلوں میں آم 66%، کینو، مالٹا وغیرہ 95%، امرود 82% اور کھجور ہے۔ زراعت کے اس سارے عمل میں جہاں قدرتی وسائل یعنی زمین اور پانی اسی طرح محنت یعنی کاشت کار کلیدی حصہ دار ہیں اسی طرح اس عمل میں ایک معاون عامل کا بھی بنیادی کردار ہے۔ یہ زرعی معاون یا محکمہ زراعت کا فیلڈ اسسٹنٹ ہوتا ہے جو چاروں موسموں کی تمام فصلوں، پھلوں، جنگلات کی دیکھ بال میں محو مصروف رہتا ہے۔

زرعی مالیات کا تعقب۔

یلڈ اسسٹنٹ یا زرعی معاون نہ صرف اپنے شعبے کے جملہ کام جن میں عمومی کام کہ گندم، کپاس، گنا، مکئی کی فصل کب کاشت کرنی ہے؟ فصل کو بجائی کے بعد فصل کو کتنے دن کے بعد پہلا پانی لگانا ہے، کن علاقوں میں اگیتی فصلیں کاشت کرنا ہے اور کہاں پر پچھیتی فصلیں بار آور ہوں گی، فصلوں، باغات اور سبزیوں کو بیماریوں سے کیسے بچانا ہے، کسان کو جڑی بوٹیوں کی تلفی، گوڈی اور بیجوں کی ترقی یافتہ اقسام کی معلومات مہیا کرنے والا سب سے کارآمد اور متحرک عامل محکمہ زراعت کا فیلڈ اسسٹنٹ کہلاتا ہے۔ ایگری کلچر فیلڈ اسسٹنٹ محکمہ زراعت کے ریسرچرز اور سائنس دانوں کی زرعی لیبارٹروں میں کی جانے والے تجربات، کاوشوں اور حاصلات کو کھیت تک لیجانے کی ذمہ داری بھی فیلڈ اسسٹنٹ کی ہوتی ہے۔ فیلڈ اسسٹنٹ، کسان کا ایسا مخلص دوست ہوتا ہے جو اسکو کم سے کم خرچ میں زیادہ سے فصل حاصل کرنے کے تمام رموز سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ فیلڈ اسسٹنٹ کا کسانوں اور کاشتکاروں کو مشاورت مہیا کرنے کا عمل میکانی نہیں بلکہ اپلائیڈ سائنس کے اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔

کسانوں کے ساتھ عدم تعاون۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جیسے کسی ایک ملک کے تمام زرعی رقبے پر ایک ہی فصل کاشت نہیں ہو سکتی، اسی طرح ایک معین کردہ علاقے (ضلع، تحصیل، موضع، چک، ایک ہی موگے سے سیراب ہونے والی ابتدائی اور ٹیل) کی زمین بھی ایک جیسی نہیں ہوتی اور نا ہی ایک جیسے عوامل کے برتاؤ سے ایک جیسی فصل لی جا سکتی ہے۔ زمین، موسم، آب وہوا، بیماریوں کے تغیرات میں کس قسم کے بیجوں، ادویات کا استعمال کیا جائے؟ فراوانی یا کم پانی والے علاقوں میں ہل تک مختلف انداز میں چلائے جاتے ہیں، یہ سب جاننا ایک عام کاشتکار کے بس کی بات نہیں ہے جس کا علم اور مشاہدہ صدیوں سے روایتی کاشتکاری کے ہالے سے نکلنے میں مشکل محسوس کرتا ہے۔ روایت ہمیشہ ہمالیہ کی طرح سروں پر مسلط ہوتی ہے اسکواز خود توڑنا عمومی طور پر بہت مشکل ہوتا ہے، ایسے میں 'زرعی معاونین' کاشتکاروں سے رابطہ کرتے ہوئے دوستی اور اعتماد کی وہ فضا قائم کرتے ہیں جہاں کسان اپنے روایتی چلن سے ترقی پسند کاشتکاری کی طرف گامزن ہو کر 'کم خرچ اور زیادہ فصل' اور دیگر بحرانوں کے تدارک کے قابل ہو جاتا ہے۔ محکمہ زراعت کے 'معاونین' سردی اور گرمی کی پرواہ کئے بغیر کسانوں کو زرعی امداد کیلئے سرگرم رہتے ہیں۔ عمومی طور پر کام کے دباؤ اور رقبے کی وسعت کے اعتبار سے 'زرعی معاونین' کی تعداد، ضرورت کے برعکس عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ اسی طرح 'زرعی معاونین' بغیر وسائل اور محکمے کی طرف سے عدم تعاون کے پس منظر میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کرتے ہیں جہاں ان کو فیلڈ میں بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

نظام اراضی اور کاشتکاروں کے لیے سہولیات۔

پنجاب بھر کی چھتیس اضلاع کی 135 تحصیلوں میں کل 3500 زرعی معاونین 12 ایکڑ سے کم اراضی والے 3667712 خاندانوں جب کہ بڑے قطعات اراضی والے دیگر 15 فی صد اراضی پر بڑے فارمز والے ہزاروں خاندانوں کو زرعی خدمات بالکل مفت اور بروقت فراہم کر رہے ہیں۔ محکمہ پنجاب کے ساڑھے تین ہزار زرعی معاونین کو تقریباً ہر روز 27059 دیہات کا وزٹ کرنا پڑتا ہے۔ شماریاتی انداز اختیار کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک زرعی معاون کو زرعی مشاورت کیلئے 8 دیہات میں بسنے والے 1047 سے زائد خاندانوں سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ تو زرعی کام ہے مگر محکمہ زراعت کے فیلڈ اسسٹنٹ سے ان کے طے شدہ فرائض منصبی کے علاوہ بھی کام لیا جاتا ہے جس میں پولیو ڈیوٹی، مردم شماری، انتخابی عمل کی ذمہ داریاں، دیہات میں بوئی جانے والی فصلوں کے اعداد وشمار اور محکمہ شماریات کی بیشتر ذمہ داریاں۔ ان جملہ امور کو نمٹانے کیلئے محکمے کی طرف سے سہولیات نا ہونے کے برابر ہیں۔

محکمہ زراعت کی سست روی۔

محکمہ زراعت کی طرف سے زرعی معاونین کو اپنے اپنے علاقے کی زمین کی جانچ کیلئے نمونے جمع کرنے کیلئے کہا جاتا ہے تاکہ زمین کی ساخت کے مطابق فصل کی نوعیت، پانی، بیج، کھاد وغیرہ کا تعین کیا جا سکے، زرعی معاون کاشتکاروں کو یہ نوید سناتے ہیں کہ ان کی زمین کا لیبارٹری ٹیسٹ کیا جا رہا ہے، وہ زمین کا نمونہ لیتا ہے اور محکمے کے سپرد کرتا ہے مگر دوسری طرف بیوروکریسی اور محکمہ کے ارباب اختیار کی نااہلی ملاحظہ کریں کہ دو دو سال تک زمین کے نمونے کے ٹسٹ کی رپورٹ واپس موصول نہیں ہوتی۔ مینجمنٹ کی یہ نااہلی جو خالصتاً افسران، بیوروکریسی یا وزارت کی وجہ سے ہے اسکا خمیازہ فیلڈ میں جانے والے معاون کو کاشتکاروں کے شدید ردعمل کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔ اسی طرح دور افتادہ علاقوں کیلئے وضع کئے گئے خصوصی پراجیکٹس تک پہنچنے کے لئے دیئے گئے موٹر سائیکلز کی قیمتیں تک زرعی معاونین کی تنخواہوں سے وضع کی جاتی ہیں حالانکہ وہ کام سرکاری کر رہے ہوتے ہیں۔ پنجاب کے دیگر محکموں کے محنت کشوں کو درپیش مسائل کی طرح ایگری کلچر فیلڈ اسسٹنٹ کے سروس سٹرکچر اور اسکیلز کے معاملات عرصہ دراز سے حل طلب ہیں مگر ان پر توجہ نہیں دی جا رہی۔ کئی سالوں سے مسائل کا ایک انبار بڑھتے بڑھتے اب زرعی معاونین کو احتجاج کی طرف لے آیا ہے۔

سوال نمبر 13۔ پاکستان میں دوسرے اور تیسرے پانچ سالہ منصوبوں کے نتائج پر تبصرہ کیجیے۔

جواب۔

صنعتی ترقی کی اہمیت۔

اگر ہم پاکستان کی معاشی ترقی کے حوالہ سے ملک کی صنعتی ترقی کا جائزہ لیں تو یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے صنعتوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ہماری قومی معیشت کے لیے صنعتی ترقی کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:

بنیادی طور پر ہماری معیشت ایک زرعی معیشت ہے۔ کیونکہ ملک کی کل آبادی کے تقریباً تین چوتھائی حصے کا ذریعہ روزگار زراعت اور اس سے ملحقہ پیشے ہیں ۔ملک کی زرعی ترقی جدید صنعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح صنعت کی بدولت تیار کی جانے والی کیمیائی کھادیں زرعی شعبہ کی ترقی کے لیے بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ایک معیشت میں بالائی ڈھانچے کی تعمیر وترقی بھی صنعت سے وابستہ ہوتی ہے۔ مثلاً ذرائع مواصلات صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں زرعی اجناس کی نقل وحمل آسان ہو جاتی ہے۔

☆ صنعت کی ترقی سے ملکی معیشت کے دیگر شعبے خود بخود ترقی کرنے لگتے ہیں۔ جس سے مجموعی پیداوار بڑھتی ہے اور قومی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اگر صنعتی ترقی ملک کے معاشی مسائل حل کرنے میں مدد دے رہی ہے تو یقینی بات ہے کہ غریب ممالک میں صنعت کے جاذب محنت منصوبوں میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے جب کہ دولت مند ممالک میں جاذب سرمایہ منصوبوں میں سرمایہ کاری ہوتی ہے۔ جس سے ملک میں مجموعی روزگار کی سطح بلند ہوتی ہے۔ معاشی خود کفالت حاصل

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کرنے کے لیے مختلف شعبوں میں صنعتی پیداوار بڑھائی جاتی ہے۔جس سے ملکی درآمدات کا حجم کم ہو جاتا ہے اور برآمدات بڑھ جاتی ہیں۔اسطرح ادئیگیوں کا توازن درست کرنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ ملک میں صنعتی ترقی سے لوگوں کا عمومی معیار زندگی بلند ہو جاتا ہے ان کی ہنرمندی اور صلاحیتوں میں بے انتہا تنوع پیدا ہو جاتا ہے۔جس سے ایک معیشت کی بنیادیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ملک کی مجموعی پیداوار میں اضافہ اور ملکی ذرائع کی مکمل کھپت صرف جدید صنعتی ترقی سے ہی ممکن ہے،ہم یہ نتیجہ با آسانی اخذ کر سکتے ہیں کہ خود انحصاری کی منزل پر پہنچنے اور حقیقی سیاسی آزادی حاصل کرنے کے لیے ملکی صنعت کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینی چاہیئے۔

☆ جاگیردارانہ معاشرت کی خامیوں، جاہلانہ طرز فکر اور فرسودہ اقدار سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک صنعتی معاشرے کا قیام از حد ضروری ہے۔

جب انسان نے چند سادہ سی مشینیں ایجاد کیں تو اس وقت شاید ہی کسی کے ذہن میں آیا ہو گا کہ دھات کے یہ بے ہنگم ٹکڑے، زمین پر ایک نئے سماج کو جنم دیں گے لیکن آج ہم اپنے گردو پیش پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ صنعت صرف مشین یا مشینی پیداوار کا نام ہی نہیں بلکہ یہ ایک پورے سماجی ڈھانچے کا نام ہے جسے ہم صنعتی معاشرہ کہتے ہیں۔جاگیردارانہ نظام معیشت میں مستعمل اور رائج سادہ ذرائع پیدائش اور آلات پیداوار، جب موجودہ معاشرے کے لیے انتہائی پیچیدہ ذرائع پیدائش اور آلات پیداوار میں تبدیل ہوئے تو اس سے پیدائش دولت کے مختلف عاملین کے درمیان باہمی رشتوں میں بنیادی تبدیلیاں رونما ہو گئیں۔اس طرح تیز رفتار ذرائع پیدائش نے انسان کو جغرافیائی فاصلے سمیٹنے پر مجبور کر دیا۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ تیز تر ذرائع مواصلات کی بدولت مختلف قسم کی اشیاء وخدمات کے لئے ہی منڈیوں کا حصول ممکن ہو گیا ہے اور یوں خام مال کی ترسیل میں حائل ہر قسم کی رکاوٹیں دور ہو گئی ہیں۔

دوسرا پانچ سالہ منصوبہ

پہلے پانچ سالہ منصوبے کے 10800 ملین روپے کے اخراجات کے مقابلہ میں دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی مدت کے دوران مجموعی طور پر 23000 ملین روپے ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔اس رقم کا 12050 ملین روپے پر مشتمل حصہ اندرونی ذرائع سے اور 10950 ملین روپے کا حصہ بیرونی ذرائع سے حاصل کیا جانا تھا۔مزید برآں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ کل اخراجات میں سے 12400 ملین روپے سرکاری شعبہ کے تحت اور بقیہ 10600 ملین روپے نجی و نیم سرکاری شعبہ کے تحت خرچ کئے جائیں گے۔ ابتدائی طور پر صنعت کے لئے 4050 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی جس کا محض 125 ملین روپے کا حصہ سرکاری شعبہ کے تحت خرچ ہونا تھا۔اسی طرح صنعت سے متعلقہ ایندھن اور معدنیات کے شعبہ کے لئے 850 ملین روپے کی روم میں سے صرف 125 ملین روپے سرکاری شعبہ کے تحت خرچ ہونا تھا۔صرف ذرائع مواصلات وخبر رسانی ہی ایسے شعبہ تھے جن کے لئے مختص کی گئی 3350 ملین روپے کی رقم کا صرف 830 ملین خالصتاً نجی شعبہ کے تحت خرچ کیا جانا تھا۔اس منصوبے کے تحت جو مقاصد پیش نظر تھے ان میں بڑی صنعتوں کی پیداوار میں 60 فیصد، قومی آمدنی میں 24 فیصد فی کس آمدنی میں 12 فیصد اور ملکی بچتوں اور زرمبادلہ کے ذخائر میں 10 فیصد اضافہ کرنا شامل تھا۔اس کے علاوہ مزید 25 لاکھ افراد کو روزگار مہیا کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا۔منصوبے کے مقاصد کی تکمیل کے لئے جو لائحہ عمل اختیار کیا گیا اس کے اہم نکات یہ ہیں:

i) ترجیحات کی بنیاد پر سب سے پہلے ایسی سرمایہ کاری کو لانا جس سے موجودہ پلانٹوں کی پیداوار بڑھے۔اس کے بعد موجودہ پلانٹوں کو جدید خطوط پر چلانا اور آخر میں نئے پلانٹوں میں سرمایہ کاری کرنا۔

ii) بڑی صنعتوں کی اہمیت کے ساتھ ساتھ چھوٹی صنعتوں کو ترجیحی بنیادوں پر اہمیت دینا اور ہر دو قسم کی صنعتوں کے درمیان سرمایہ کاری اور تحفظ کا توازن قائم کرنا۔

iii) چند بڑے شہروں تک صنعت کے ارتکاز کو روکنا۔صنعتی ترقیاتی پروگرام کے سلسلہ میں بنیادی طور پر صرف اور صرف نجی شعبہ پر انحصار کرنا۔

v) سرکاری شعبہ کے تحت سرمایہ کاری صرف ان شعبوں تک محدود کرنا جن میں نجی شعبہ کو یا تو کوئی دلچسپی نہیں یا پھر وہ مالی اور تکنیکی طور پر ان شعبوں میں انتظامی اور مالیا مور سنبھالنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔نجی شعبہ کو سرمایہ کاری کی ترغیب دلانے کے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے گئے۔

الف) نیا قائم شدہ ادارہ انویسٹمنٹ پروموشن بیورو (Investment Promotion Bureau) نجی سرمایہ کاروں کو ہر ممکن سہولیات فراہم کرے جس میں لائسنس کی فراہمی، فنی معلومات کی فراہمی اور مشاورتی خدمات شامل ہیں۔

ب) صنعتی سرمایہ کاری کے نئے شیڈول کے تحت چند خاص صورتوں میں سرمایہ کاری کو حکومت کی پیشگی اجازت سے مستثنیٰ قرار دینا۔

ج) حکومت کی طرف سے قیمتوں پر کنٹرول کی پالیسی کو نرم کرنا۔

د) مشینری اور خام مال کی درآمد کر پنٹرول نرم کرنا۔

ر) قرضہ کی عام سہولتوں کی بہم رسائی۔

س) نجی فرموں کے تعاون سے صنعتی تربیت اور تحقیق کے پروگرام کو آگے بڑھانا۔

اس منصوبے کے تحت مطلوبہ نتائج خاصی حد تک حاصل کر لئے گئے یعنی صنعتی ترقی کی رفتار 8.3 فیصد سالانہ تک جا پہنچی اور برآمدات میں سالانہ 7 فیصد

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com
0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اضافہ ریکارڈ کیا گیا جبکہ بحیثیت مجموعی قومی آمدنی 30 فیصد اور فی کس آمدنی میں 12 فیصد اضافہ ہوا۔

تیسرا پانچ سالہ منصوبہ 70-1965ء

تیسرا پانچ سالہ منصوبہ ایک تناظری منصوبہ 85-1965ء کی پہلی کڑی تھی۔ تناظری منصوبہ کے اہم مقاصد میں خام قومی پیداوار (G.N.P) میں چار گنا اضافہ' ملک کے دونوں حصوں کے درمیان معاشی تفاوت کا خاتمہ' مکمل روزگار کی سطح تک پہنچنا' غیر ملکی امداد سے نجات اور ملک کی مکمل آبادی کو تعلیم یافتہ ہونے کی سطح تک پہنچانا تھا۔

تیسرا پانچ سالہ منصوبے کے تحت 52 بلین روپے کی رقم ترقیاتی کاموں کیلئے مختص کی گئی تھی' جس کا 55 فیصد ملکی اور 45 فیصد غیر ملکی ذرائع سے حاصل کیا جانا تھا۔ 52 بلین روپے کی اس رقم میں سے 13.46 بلین روپے صنعتی شعبہ کی ترقی کیلئے مخصوص کئے گئے تھے جبکہ 7.21 بلین روپے کی رقم ذرائع مواصلات وخبر رسانی کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ کل رقم میں 30 بلین روپے سرمایہ کاری شعبہ اور 22 بلین روپے نجی شعبہ میں رکھے گئے تھے۔

تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے چند اہم اور متعلقہ مقاصد میں بھاری بنیادی صنعتوں کا قیام' صنعتی پیداوار میں 12 سے 21 فیصد تک اضافہ' قومی آمدنی میں 37 فیصد اور نجی بچتوں میں 20 فیصد اضافہ شامل تھا اس کے علاوہ تقریباً 55 لاکھ مزید افراد کو روزگار کی فراہمی بھی اس کا ایک اہم مقصد تھا تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران جو صنعتی پالیسی اختیار کی گئی اس کے چند اہم نکات یہ ہیں۔

(i) پہلے اور دوسرے منصوبے کے صنعتی پروگرام کے برعکس اشیاء سرمایہ کی پیدوار میں اضافہ کرنا۔

(ii) بھاری اور بنیادی صنعتوں میں سرمایہ کاری کو ترجیح دینا۔

(iii) ایسی صنعتوں میں سرمایہ کاری کرنا جن سے یا تو قومی آمدنی میں تیزی سے اضافہ ہو ادائیگیوں کے توازن کی صورتحال بہتر ہوتی ہو یا پھر بھاری مقدار میں لوگوں کو روزگار مہیا ہوتا ہو۔

(vi) صنعتی ترقیاتی پروگرام کی ذمہ داری بدستور نجی شعبہ کو سونپنا اور اس کی بدولت دولت کا ارتکاز اگر چند ہاتھوں میں ہو جائے تو اسے بھی روکنے کی کوشش کرنا ہے

(v) غیر ملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(vii) چند بڑے شہروں میں صنعتوں کے ارتکاز کی حوصلہ شکنی کرنا۔

(viii) چھوٹی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی پالیسی جاری رکھنا۔

(ix) صنعتی تربیت اور تحقیق کے کام کو آگے بڑھانا۔

صنعتی پالیسی کے مذکورہ بالا مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے تیسری پانچ سالہ منصوبہ کا آغاز لیکن یہ منصوبہ مکمل طور پر نا کام رہا۔ منصوبے کی مدت کے پہلے دو سال تک جنگ اور اس کے بعد اقتصادی صورتحال میں گزرے۔ بعد میں خراب موسمی حالات اور حکومت وقت کے خلاف اٹھنے والی سازشوں نے اس منصوبے کے تمام مقاصد خاک میں ملا دیئے۔ 1970ء کے اعداد وشمار کی رو سے صنعت میں 10 فیصد کی بجائے صرف 7.6 فیصد اضافہ ہوا۔ 52 بلین روپے کے مجوزہ اخراجات کی صرف 39 بلین روپے کے ترقیاتی اخراجات ممکن ہو سکے بعینہ خام قومی پیداوار میں بھی 37 فیصد کی بجائے 32 فیصد اضافہ ہوا۔

سوال نمبر 14۔ پاکستان میں بیروزگاری کے مسئلے کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟ تجاویز دیجیے۔

جواب۔

پاکستان میں آبادی کی جمعیت محنت میں شمولیت کی شرح کافی کم ہے۔ جبکہ ساری دنیا میں آبادی کی افرادی قوت میں شمولیت کی شرح 42 فیصد ہے اور صنعتی ممالک میں یہ شرح 44.8 فیصد ہے۔ پاکستان میں یہ شرح صرف 30 فیصد ہے۔ مردوں کی شمولیت کی شرح کل آبادی کا 27.49 فیصد ہے۔ جبکہ یہ کل مرد آبادی کا 52.08 فیصد ہے۔

روزگار کی کیفیت: پاکستان میں بے روزگاری کی صورت حال دو خصوصیات کی حامل ہے:

(الف) شہری علاقوں میں کھلی بے روزگاری (ب) دیہی علاقوں میں نیم بے روزگاری

بے روزگاروں کا تقریباً 64 فیصد ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جن کی عمر دس برس اور چوبیس برس کے درمیان ہے۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہیں جو اسکول اور کالج کی تعلیم سے فارغ ہو کر روزگار ڈھونڈتے ہیں اور جب تک روزگار نہیں ملتا بے کار رہتے ہیں۔ گویا یہ بے روزگاری زیادہ تر کشمکشی نوعیت کی ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ میں بے روزگاری کا تناسب کافی زیادہ ہے۔ زرعی شعبے میں مستور بے روزگاری (ایسی بے روزگاری جو بظاہر نظر نہیں آتی لیکن درحقیقت موجود ہوتی ہے) کافی زیادہ ہے۔ معاشی زبان میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کی مختتم پیداوار زرعی شعبے میں صفر ہے۔ زرعی پیشے میں اس قدر بے روزگاری کا ہی نتیجہ ہے کہ لوگ روزگار کی تلاش میں دیہات سے شہروں کا رخ کرتے ہیں اور اس طرح وہ مسائل جنم لے رہے ہیں جو شہروں میں آبادی کے اضافہ کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں یعنی مکانات کی فراہمی' تعلیم وصحت کی سہولتوں کا مہیا کیا جانا، پانی اور بجلی کی فراہمی کے مسائل وغیرہ۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کاشف اکیڈمی 03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

افرادی قوت کی تعداد: پاکستان کے معاشی جائزہ 07-2006ء کے مطابق پاکستان کی آبادی تقریباً 158.17 ملین افراد پر مشتمل تھی جن میں 50.33 ملین افراد محنت کشوں کی فہرست میں شامل تھے۔ سویلین (Civilian) افرادی قوت میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہ 1951ء میں ایک کروڑ افراد سے بڑھ کر 1951ء میں ایک کروڑ چالیس لاکھ افراد اور پھر 1972ء میں دو کروڑ افراد تک پہنچ گئی۔ جمعیت محنت میں ہر سال 3 فیصد کی شرح سے اضافہ ہوتا ہے یعنی ہر برس اس میں 7 لاکھ افراد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ذیل میں گذشتہ چند برسوں کے دوران افرادی قوت کی تقسیم، روزگار اور پیداواری صلاحیت کی کیفیت کے بارے میں معلومات درج ہے:

مختلف پیشوں کے لحاظ سے روزگار کی کیفیت: مختلف پیشوں میں روزگار کے مواقع کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ زرعی شعبہ میں برسر روزگار لوگوں کی بھاری اکثریت یعنی 71.7 فیصد لوگ کھیتی باڑی، پرورش حیوانات، جنگلات اور ماہی گیری کے شعبوں سے روزی کماتے ہیں اور 14.7 فیصد لوگ پیداوار سے متعلق دیگر کاموں سے یا ٹرانسپورٹ سے یا پھر مزدوری کر کے روزی حاصل کرتے ہیں۔ شہری علاقوں میں تقریباً 40 فیصد لوگ پیداوار اور اس سے متعلقہ شعبوں میں، ٹرانسپورٹ میں اور مزدوری کر کے روزی کماتے ہیں۔ 07-2006ء میں مختلف پیشوں کے لحاظ سے روزگار کی کیفیت درج ذیل ہے:

10 برس اور اس سے اوپر کے برسر روزگار لوگ مختلف پیشوں میں

بڑے بڑے پیشے	دونوں پیشے (دیہی/شہری)	شہری	دیہی
کل پاکستان	100.00	100.00	100.00
تعمیرات	6.56	6.61	6.54
کان کنی	0.11	0.04	0.14
بجلی، گیس اور پانی	0.75	1.24	0.54
ہول سیل، ریٹیل کاروبار، ہوٹل، ریسٹورنٹ	14.42	27.16	8.83
رئیل سٹیٹ، انشورنس، فنانس	1.14	2.86	0.39
زراعت، پرورش حیوانات، جنگلات، ماہی گیری	43.61	6.52	59.90
پیداوار اور متعلقہ کارکن	13.54	23.38	9.22
ٹرانسپورٹ اور کمیونیکیشن	5.39	7.99	4.25
کمیونٹی، سوشل اور شخصی خدمات	14.41	24.10	10.16
دوسرے	0.05	0.10	0.03

اکنامک سروے 08-2007ء میں ایک جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ زراعت اور متعلقہ پیشوں میں روزگار حاصل کرنے والوں کا تناسب 91-1990ء میں 51.15 فیصد سے کم ہو کر 08-2007ء میں 43.61 فیصد رہ گیا۔ کان کنی اور صنعت سے متعلق کارکنوں کا تناسب 12.84 فیصد سے بڑھ کر 13.65 فیصد ہو گیا اور تعمیرات کے کارکنوں کا تناسب 6.38 فیصد سے بڑھ کر 6.56 فیصد ہو گیا۔ بجلی، گیس اور پانی سے متعلق کارکنوں کا تناسب 0.59 فیصد سے بڑھ کر 0.79 فیصد ہو گیا اور ٹرانسپورٹ سے متعلق کارندوں کا تناسب 1990ء اور 2008ء کے درمیان 4.8 فیصد سے بڑھ کر 5.39 فیصد ہو گیا۔

بے روزگاری کا حل: بے روزگاری اور نیم بے روزگاری پاکستان کے معاشی مسائل میں سے سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں:

۱۔ دیہی علاقوں میں گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں بہت بڑی تعداد میں لگائی جائیں تا کہ ان علاقوں کے محنت کش اپنے گھروں کے قریب ہی روزگار حاصل کر سکیں۔

۲۔ زرعی پیداوار میں نمایاں اضافہ کیا جائے تا کہ زراعت پیشہ لوگوں کی آمدنیوں میں اضافہ ہو اور وہ زیادہ بچت کر کے سرمایہ کاری پر خرچ کریں۔

۳۔ بیرون ملک کام کرنے والے افراد کے ارسال کردہ زرمبادلہ کو سامان تعیش کی درآمد کی بجائے اشیائے سرمایہ اور خام مال کی درآمد پر خرچ کیا جائے تا کہ ملک کی زرعی اور صنعتی ترقی تیز رفتاری سے بڑھ سکے۔

۴۔ مختلف ترغیبات کے ذریعہ بیرون ملک کام کرنے والے لوگوں کو اپنے وطن میں صنعتیں قائم کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

۵۔ من حیث القوم سادگی کو اپنایا جائے اور بے دریغ صرفِ دولت اور نمود و نمائش سے پرہیز کیا جائے۔

۶۔ محنت کش طبقے کو اس کا جائز حق ضرور دیا جائے تا کہ وہ قومی پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کر سکے۔

۷۔ جاذب محنت ٹیکنالوجی استعمال کی جائے۔ اس سے روزگار کے مواقع میں وسعت پیدا ہوگی۔

۸۔ ملک کے اندر افراط زر کی روک تھام کی جائے۔ اس طرح ملکی کرنسی کی قیمت میں استحکام پیدا ہوگا اور قومی بچت کو فروغ ملے گا۔

۹۔ ملک سے برآمد کیلئے اشیاء بنانے والی صنعتوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ غیر ملکی زرمبادلہ کما کر اس سے اشیائے سرمایہ درآمد ۱۰۔ ملک

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com
03465004551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کے اندر اشیائے سرمایہ بنانے کی صنعتوں کا قیام زیادہ سے زیادہ تعداد میں عمل میں لایا جائے تاکہ قیمتی زرمبادلہ بچایا جا سکے۔

۱۱۔ ملک کی تعلیمی پالیسی ملکی تقاضوں کے مطابق مرتب کی جائے جو ملک کے اندر جدید قسم کی ٹیکنالوجی کو اپنانے میں مددگار ثابت ہو اور قومی پیداوار میں تیزی سے اضافہ کا موجب بنے۔

۱۲۔ بیرونی امداد صرف پیداواری مقاصد کیلئے استعمال کی جائے جس سے ملک کی زرعی اور صنعتی ترقی کی رفتار تیز ہو سکے۔

۱۳۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ خوف خدا، جذبہ حب الوطنی اور دیانتداری سے اپنے فرائض سرانجام دے کیونکہ صرف اسی صورت میں پاکستانی قوم ہر شعبہ میں ترقی کر سکتی ہے۔

سوال نمبر 15۔ توازن کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں توازن کی خرابی کے اسباب آپ کے نزدیک کیا ہے۔

جواب۔

ادائیگیوں کا بگڑتا ہوا توازن معیشت کیلئے بڑا خطرہ ہے تاہم معاشی عدم توازن کے باوجود پاکستان کی معیشت میں نمو کا عمل جاری رہے گا۔ ورلڈ بینک نے پاکستان کی معاشی ترقی کے بارے میں ششماہی رپورٹ ''پاکستان ڈیولپمنٹ اپ ڈیٹ'' جاری کر دی ہے۔ ورلڈ بینک کے مطابق معاشی عدم توازن کے باوجود پاکستان کی معیشت میں نمو کا عمل جاری رہے گا تاہم ادائیگیوں کا بگڑتا ہوا توازن معیشت کیلئے بڑا خطرہ ہے، مالیاتی اور کرنٹ اکاؤنٹ خسارے پر قابو پانے کیلئے موثر معاشی اصلاحات کرنا ہوں گی۔ ورلڈ بینک کے مطابق پاکستان کی معاشی ترقی کی شرح نمو مالی سال 2019 تک 5.8 فیصد تک پہنچ سکتی ہے، ترسیلات کی ا?مد میں بہتری اور الیکشن کے دوران حکومتی اخراجات سے اشیا کی طلب میں اضافہ ہوگا، مقامی طلب میں اضافہ اور بین الاقوامی سطح پر قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے سال 2018 اور 2019 میں مہنگائی کی شرح میں اضافہ ہوگا اور اس کے 7 فیصد تک بڑھنے کا خدشہ ہے، سال 2018 میں افراط زر کی شرح 6 فیصد رہے گی۔ ورلڈ بینک کے مطابق توازن ادائیگی پر دباو? کی صورتحال چند سال برقرار رہے گی۔ رپورٹ کے مطابق ریئل ایفکٹیو ایکس چینج ریٹ اور برا? مدات میں گہرا تعلق ہے، حقیقی اور موثر ایکس چینج ریٹ پاکستان کو تجارتی خسارہ کم کرنے میں مدد دے گا۔ ورلڈ بینک کے مطابق پاکستانی روپے کی قدر میں کمی سے اگرچہ افراط زر اور قرضوں کی ادائیگی کی لاگت میں قدرے اضافہ ہوگا تاہم روپے کی قدر میں معتدل کمی مجموعی طور پر معاشی نمو کیلئے سودمند ثابت ہوگی۔

پاکستان کے توازن ادائیگی میں خرابی کی وجوہات

مذکورہ بالا پانچ سالوں کے علاوہ پاکستان کا توازن ادائیگی ہمیشہ غیر موافق رہا ہے۔ ادائیگی کے توازن میں خرابی کی وجوہات درج ذیل ہیں:

درآمدات

ترقی پذیر ملک ہونے کی وجہ سے پاکستان کی زراعتی، صنعتی، اور دیگر منصوبوں کے لئے مشینیں، خام مال، پرزے، ریلوے کے انجن، بجلی کا سامان، کیمیاوی اشیاء، کھادیں اور کئی دیگر اشیا باہر سے منگوانی پڑتی ہیں ان درآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ 07-2006ء میں درآمدات پر ہمارا خرچ 26614 ملین ڈالر تھا۔ 08-2007ء میں بڑھ کر 28586 ملین ڈالر ہو گیا۔

درآمدات کی قیمتوں میں اضافہ

عالمی معاشی حالات کسی ایک ملک کے زیر اثر نہیں ہیں۔ عالمی منڈیوں میں صنعتی اور نیم صنعتی اشیا کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق عالمی سطح پر صنعتی اشیاء کی قیمتوں میں کم از کم اوسط اضافہ 15 فیصد سالانہ ہے۔ اس اضافہ کی بدولت ہمارے واجبات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

عالمی مقابلہ

برآمادات ہی ہمارے لئے زرمبادلہ کی کمائی کا اہم ذریعہ ہیں۔ ہمارے لئے برآمدات کا بڑھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بین الاقوامی منڈیوں میں مقابلہ کی شدت اس قدر زیادہ ہے کہ ہماری برآمدی اشیا کا معیار عالمی معیار سے کافی کم ہے، اس لئے بھی عالمی منڈیوں میں ہماری اشیا کے لئے گنجائش کم ہوتی ہے۔ عالمی مقابلہ کے سبب ہماری وصولیات محدود ہو جاتی ہیں۔

غیر مرئی درآمدات میں اضافہ

ملک میں صنعتی ترقی تیز نہ ہونے کے سبب اور کچھ عالمی مجبوریوں کے تحت ہماری غیر مرئی درآمدات بڑھتی جا رہی ہیں۔ غیر ملکی جہاز ران کمپنیوں کی خدمات، غیر ملکی بینکوں اور بیمہ کمپنیوں کی خدمات، ہوائی سفر کی سہولتیں مہیا کرنے والی غیر ملکی کمپنیوں کی خدمات، غیر ملکوں میں ہمارے طلبہ کا تعلیم حاصل کرنا، غیر ممالک میں پاکستانیوں کا سیاح بن کر جانا اور سفارتی سطح پر مختلف اخراجات کے باعث ہمارے واجبات بڑھتے جا رہے ہیں۔

ملکی مصرف میں اضافہ

قیام پاکستان کے وقت ہم کئی طرح کا خام مال باہر بھیجتے تھے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان اشیا کی ملکی مانگ بڑھتی چلی گئی بلکہ صرف خام مال ہی نہیں دیگر اشیائے صارفین اور مصنوعات کے زمرے میں بھی ملکی کھپت بڑھ جانے کے باعث ان کی برآمد کم ہو گئی۔ برآمد میں کمی کے باعث زرمبادلہ کی کمائی متاثر ہوئی اور توازن ادئیگی خراب ہو گیا۔

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

برآمدات کی قیمتوں میں کمی

ترقی پذیر ممالک کی برآمدات زیادہ تر خام مال یا نیم تیار شدہ (Semi finished) مصنوعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ پاکستان سے گنا، چاول، تمباکو، کپاس، دھاگہ، سیمنٹ وغیرہ برآمد ہوتا ہے۔ عالمی سطح پر ان کی اشیا کی قیمتوں میں کمی آ رہی ہے۔ اس کمی کا باعث ایک تو مقابلہ کی شدت ہے دوسرے ان اشیا کے متبادلات کا ایجاد ہو جانا ہے۔ اس لئے ہماری برآمدات کی قیمتوں میں کمی آ رہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہماری نسبت درآمد و برآمد (Terms of Trade) گرتی جا رہی ہے۔

موجودہ صورتحال اور معیشت۔

مالی سال 18 کی پہلی ششماہی میں پاکستانی روپے اور امریکی ڈالر کی مساوات میں 5.0 فیصد کمی واقع ہوئی ہے، اب پاکستانی معیشت اس موڑ پر پہنچ گئی ہے۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے جمعہ کے روز جاری کردہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی معیشت کی کیفیت پر مالی سال 18ء کی دوسری سہ ماہی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مالی سال 18ء کی پہلی ششماہی کے دوران زراعت اور خدمات کے شعبوں کی مضبوط کارکردگی کے تسلسل اور بڑے پیمانے کی اشیا سازی (ایل ایس ایم) میں چار سال کی ریکارڈ بلند نمو کی بدولت پاکستان کی معیشت گذشتہ سال کی شرح نمو سے آگے بڑھ جانے کے لیے تیار ہے۔ مہنگائی اور مالیاتی خسارہ دونوں قابو میں رہے جبکہ محاصل کی نمو اب تک گذشتہ برس کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ دوسری سہ ماہی رپورٹ کے مطابق صارفین کے اخراجات بڑھنے کے نتیجے میں گاڑیوں اور برقی مصنوعات جیسی پائیدار اشیا میں مضبوط نمو ہوئی جبکہ انفرا سٹرکچر اور تعمیرات کی جاری سرگرمیوں نے سیمنٹ اور فولاد کے منسلک شعبوں کو تحریک دی ہے۔ یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ مختلف شعبوں کے بہت سے صنعتی ادارے اپنی پیداواری گنجائش بڑھانے اور مصنوعات کو متنوع بنانے پر سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ نجی شعبے نے بھی طویل مدتی منصوبوں کے لیے شیڈولڈ بینکوں سے قرض لینے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

زراعت کے شعبے میں اگرچہ خریف کی تمام فصلوں نے اچھی کارکردگی دکھائی، تاہم زیرِ کاشت رقبے میں کمی کے باعث گندم کی پیداوار دباؤ میں آ گئی۔ رپورٹ کے مطابق گندم، چینی اور دالوں جیسے اہم غذائی اجزا کے معقول ذخائر کے باعث ان اجناس کی قیمتیں کم رہیں، جس کی وجہ سے غذائی مہنگائی قابو میں رہی۔ سگریٹ پر عائد ڈیوٹی کے ڈھانچے میں ساز گار ردوبدل سے اس کی قیمتیں کم ہو گئیں۔ مالی سال 18ء کی پہلی ششماہی میں قوزی (core) مہنگائی اوسطاً بلند رہی جس کی وجہ تعلیم اور صحت عامہ کی لاگتوں میں مسلسل اضافہ ہے تاہم حالیہ چند مہینوں میں اس کی رفتار مستحکم ہوئی ہے۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مالی سال 18ء کی پہلی ششماہی میں محاصل کی وصولی میں نمو اخراجات میں ہونے والے اضافے کو پیچھے چھوڑ گئی، جو مالیاتی اظہاریوں میں وسیع البنیاد بہتری پر منتج ہوا۔ مجموعی مالیاتی خسارے کو جی ڈی پی کے 2.2 فیصد تک محدود رکھا گیا، جو گذشتہ برس کے 2.5 فیصد سے کم ہے۔ محاصل میں نمو کو بھر پور حقیقی معاشی سرگرمی، درآمدات (مقدار اور قیمتیں دونوں) اور پیٹرولیم مصنوعات کی فروخت کی بلند سطح سے تحریک ملی۔ اسٹیٹ بینک کے بلند منافع، جائیدادوں اور انٹر پرائزز، سول انتظامیہ اور دیگر متفرق وصولیوں کے بڑھنے سے غیر ٹیکس محاصل بھی گذشتہ برس کے مقابلے میں زیادہ رہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ معیشت کا حقیقی شعبہ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا تھا، لیکن بیرونی شعبے کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ برآمدات میں 8 مہینوں تک مسلسل اضافہ اور کارکنوں کی ترسیلاتِ زر میں بحالی خوش آئند پیش رفت تھی لیکن بڑھتی ہوئی درآمدات نے ان کے اثرات کو زائل کر دیا۔ نتیجتاً، مالی سال 18ء کی پہلی ششماہی میں جاری کھاتے کا خسارہ بڑھ کر 7.4 ارب ڈالر ہو گیا جبکہ گذشتہ برس یہ 4.7 ارب ڈالر تھا۔ اگرچہ اس برس مالی رقوم کی آمد کی سطح بلند تھی، تاہم یہ جاری کھاتے کے خسارے میں اضافے کے اثر کو زائل کرنے کے لیے ناکافی تھیں جس کے نتیجے میں اسٹیٹ بینک کے سیال ذخائر دباؤ میں آ گئے اور مالی سال 18ء کی پہلی ششماہی میں پاکستانی روپے اور امریکی ڈالر کی مساوات میں 5.0 فیصد کمی ہوئی۔

سوال نمبر 16۔ ملک میں توانائی (Energy) کی پیداوار اور سپلائی کی عمومی صورت حال کیا ہے اور اس کی ترقی کے لیے کون کون سے ادارے سرگرم ہیں۔

جواب۔

پاکستان میں بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت طلب سے تقریباً دوگنا ہے، اس کے باوجود قوم گزشتہ ایک دہائی سے بدترین لوڈشیڈنگ کا سامنا کر رہی ہے، عام صارف یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ جب ہم ضرورت سے زائد بجلی پیدا کر سکتے ہیں تو پھر طویل لوڈشیڈنگ کا عذاب قوم پر کیوں مسلط ہے۔ وجوہات اس کی ایک سے زائد ہیں۔

تاریخی پس منظر۔

بدقسمتی سے توانائی بحران ہمارا آج کا مسئلہ نہیں، پاکستان انجینئرنگ کونسل کے اعداد و شمار کے مطابق آزادی کے وقت مشرقی و مغربی پاکستان کی مجموعی پیداوار محض 60 میگا واٹ تھی، جو ابتدائی 13 برسوں کے دوران 1960ء تک صرف 120 میگا واٹ تک پہنچ سکی۔ تاہم 1952ء میں کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی (کے ای ایس سی)، 1958ء میں واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (واپڈا) کے قیام اور پھر 60ء کی دہائی میں تربیلا اور منگلا سمیت کئی ڈیموں کی تعمیر سے ملک میں بجلی کی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا، جو 1970ء تک 60 میگا واٹ سے بڑھ کر 1331 میگا واٹ ہو گئی۔

1970–90ء کے دوران ملک میں بجلی کی طلب اور پیداوار میں کوئی خاص فرق نہیں تھا، صنعتوں کی توانائی کی ضرورت اچھے سے پوری ہو رہی تھی، نیشنل

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334 5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ٹرانسمیشن سسٹم کے ذریعے شہروں کے ساتھ ساتھ دیہات کو بھی بجلی پہنچائی جا رہی تھی۔بجلی پیدا کرنے والے سرکاری اداروں واپڈا اور کے ای ایس سی کی کوششوں سے پیداوار 80ء کی دہائی میں 3000 میگاواٹ اور 1990 / 91ء میں 7000 میگاواٹ تک ہوگئی،لیکن نوے کی دہائی کے دوران ملک میں بڑے انڈسٹریل سیکٹرز قائم ہونے اور آبادی میں اضافے کے باعث پیداوار اور طلب میں توازن قائم رکھنا بہت مشکل ہوگیا۔اوسطاً 1,500 سے 2,000 میگا واٹ سالانہ طلبی خسارے نے لوڈشیڈنگ کے دورانیے میں اضافہ کرنا شروع کردیا۔اس وقت توانائی کی قلت پر قابو پانے کے لئے نجی کمپنیوں کو اس شعبے میں سرمایہ کاری پر مراعات دینے کا فیصلہ کیا گیا،اس طرح 1994ء میں انڈیپینڈنٹ پاور پروڈیوسرز (آئی پی پیز) نے پیداوار میں فوری اضافے کے لئے تیل اور قدرتی گیس سے بجلی بنانے کے منصوبے شروع کئے،جس کے بعد وقتی طور پر بحران نہ صرف ختم ہوگیا بلکہ پیداوار طلب سے بھی زائد ہوگئی۔تاہم چند ہی برسوں بعد 2001ء میں عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتوں میں اضافے کے رجحان سے تھرمل ذرائع سے بجلی کی پیداوار کو کم کرنا ناگزیر ہوگیا،اس طرح پیداوار اور طلب کے درمیان فرق پھر بڑھنے لگا جو 2005ء تک اس حد تک بڑھ گیا کہ گھریلو صارفین کے ساتھ ساتھ صنعتی صارفین کو بھی بجلی کی مسلسل فراہمی مشکل ہوگئی۔

توانائی کے ذرائع اور ماحاصل۔

تیل اور قدرتی گیس سے بجلی کی پیداوار پر زیادہ سے زیادہ انحصار کی پالیسی نے بحران کو جنم دیا،اگر تھرمل ذرائع کے ساتھ ساتھ نئے ڈیموں کی تعمیر اور متبادل ذرائع پر تحقیق جاری رکھی جاتی تو حالات بہت حد تک مختلف ہوتے۔" قیمتوں میں استحکام کے لئے ملکی ضرورت کی نصف سے زائد بجلی پانی سے پیدا کرنا ضروری ہے،لیکن موجودہ تناسب اس سے بہت کم ہے،تاہم رواں دہائی کے اختتام تک مزید 10 ہزار میگاواٹ ہائیڈرو الیکٹرک کی نیشنل گرڈ میں متوقع شمولیت سے یہ تناسب 50 فیصد سے بھی زائد ہونے کا امکان ہے،جس سے یقیناً بجلی کی قیمتوں میں کمی ممکن ہوسکے گی۔" ڈاکٹر شاہد کا کہنا ہے کہ نئی توانائی پالیسی برائے 2013-15ء پر مکمل عملدرآمد کیا گیا تو بحران 90 فیصد تک ختم ہوجائے گا۔ان کے خیال میں نوے کی دہائی میں نجی کمپنیوں نے فوری بجلی پیدا کرنے کے لئے تھرمل پلانٹس لگائے،جس کے لئے نہ تو لاکھوں ایکڑ اراضی درکار تھی اور نہ ہی تعمیر میں دہائیوں کا وقت لگتا تھا،لیکن خام تیل کی قیمتوں میں اضافے اور قدرتی گیس کے ملکی ذخائر میں کمی کے باعث بجلی کے بلوں میں اس قدر اضافہ ہوچکا ہے کہ عام آدمی تو کیا چھوٹے بڑے صنعتکاروں کو بھی بل ادا کرنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔اسی طرح ڈاکٹر قیس اسلم کہتے ہیں "چند ہی برسوں میں تھرمل ذرائع سے بجلی کی پیداوار کل ملکی پیداوار کے 20 فیصد سے 60 فیصد تک پہنچ چکی ہے،لیکن ایندھن کی قیمتوں میں عدم استحکام سے ایک طرف تو درآمدی بل نے تجارتی خسارے میں اور دوسری طرف کم وصولیوں کے باعث گردشی قرضوں میں کئی گنا اضافے نے حکومت کے لئے بجلی کی قیمتیں برقرار رکھنا ناممکن بنادیا ہے۔

"بجلی کی قیمتوں میں اضافے نے گزشتہ ایک دہائی کے دوران شرح ترقی کو بری طرح متاثر کیا ہے،جو 8.4 فیصد سے کم ہوکر 4.24 فیصد تک گر چکی ہے۔

پیداواری لاگت بڑھنے کے باعث عالمی مارکیٹ میں پاکستانی مصنوعات کو بھارت اور چین کی نسبتاً سستی مصنوعات سے مقابلے میں مشکلات کا سامنا ہے،جس کا نتیجہ کم شرح ترقی کی صورت میں برآمد ہورہا ہے۔"ڈاکٹر قیس کا کہنا ہے کہ توانائی کی لاگت میں کمی سے ہی ملک میں کاروباری سرگرمیوں میں تیزی ممکن ہے،

بحران کے خاتمے کے لئے موجودہ حکومت کا متبادل اور سستے ذرائع سے بجلی کی پیداوار کے منصوبے تب ہی نتیجہ خیز ثابت ہوں گے اگر حکومت انہیں مالی وسائل کی کمی اور سیاسی مشکلات کے باوجود پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حکومتی اقدامات اس امر کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ مستقبل میں تھرمل ذرائع سے بجلی کے حصول پر انحصار کم سے کم کیا جائے گا،اگر واقعی ایسا ہوا تو بعید از امکان نہیں کہ شرح ترقی دوہرے ہندسے تک بھی پہنچ جائے۔

ملک میں بجلی کی پیداوار کے ذرائع۔

پاکستان میں پانچ بڑے ذرائع سے بجلی پیدا کی جارہی ہے،ان میں پانی،تھرمل (تیل،قدرتی گیس،کوئلہ)، ہوا،سورج اور،ایٹمی توانائی شامل ہیں۔

دینا کے دیگر کئی ممالک کی طرح پاکستان میں توانائی سے متعلق تمام ادارے اور کمپنیاں جزوی یا کلی طور پر حکومت کی زیرنگرانی کام کرتی ہیں۔1997ء میں نیشنل الیکٹرک ریگولیٹری اتھارٹی (نیپرا) کا قیام اور 2000ء میں واپڈا کی تنظیم نو کر کے اس کے 14 الگ الگ یونٹس بنادیئے گئے،جن میں 4 بجلی پیدا کرنے والی کمپنیاں (جینکوز)،9 تقسیم کار کمپنیاں (ڈسکوز) اور ایک ترسیلاتی کمپنی قائم کی گئی،اسی طرح ملک میں واپڈا، کے ای ایس سی (موجودہ کے الیکٹرک)، پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (پی اے ای سی) اور آئی پی پیز توانائی پیدا کرنے والے نمایاں ادارے ہیں۔بجلی کی قیمتوں میں کمی لانے اور متبادل ذرائع تلاش کرنے کے لئے 2003ء میں آلٹرنیٹو انرجی ڈویلپمنٹ بورڈ (اے ای ڈی بی) بنایا گیا،جس کا مقصد ایٹمی بجلی کے استعمال کو محفوظ سے محفوظ تر بنانا،شمسی، ہوا اور بائیوڈیزل سے توانائی کے حصول کو ممکن بنانا ہے۔موجودہ صورتحال کچھ اس طرح ہے کہ قدرتی گیس اور فرنس آئل سے 62 فیصد بجلی پیدا کی جارہی ہے،جو اتنی مہنگی ہے کہ عوام کے ساتھ ساتھ صنعتی شعبے کی قوت خرید سے بھی باہر ہوچکی ہے۔نیچے دیئے گئے چارٹ میں تھرمل، ہائیڈل اور دیگر متبادل ذرائع سے توانائی کے حصول پر اٹھنے والے اخراجات سے بحران کی اصل وجہ کافی حد تک سامنے آجاتی ہے۔

تھرمل اور ہائیڈرل پاور پراجیکٹس

آئندہ کئی دہائیوں تک صرف پانی کے بہاؤ سے توانائی کا حصول ہی بہتر اور سستا ترین ذریعہ ہوگا،اور صرف وہی ممالک ترقی کی شرح میں اضافہ کرنے میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کامیاب ہوں گے، جو واٹر ٹربائن کی ٹیکنالوجی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش اور نئے ڈیمز کی تعمیر جاری رکھیں گے۔ان کا خیال ہے کہ غیر روائتی یا سستے متبادل ذرائع کے حصول میں کامیابی کا دارو مدار ان ذرائع کی ٹیکنالوجی میں بہتری لانے کے لئے زیادہ سے زیادہ تحقیق پر ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں اس حوالے سے کئی دہائیوں سے تحقیق جاری ہے۔ امریکا، چین، جرمنی، آسٹریلیا سمیت کئی ممالک روائتی ذرائع پر انحصار کم سے کم کر رہے ہیں۔لیکن پاکستان میں بدقسمتی سے صورتحال اتنی خوش کن نہیں ہے۔ملک میں فی الحال بجلی پیدا کرنے کے لئے زیادہ تر تھرمل ذرائع ہی استعمال ہو رہے ہیں۔ڈیم سے بجلی بنانے کا اصول بالکل سادہ اور آسان ہے۔سب سے پہلے کسی دریا، ندی یا جھیل کا پانی اونچی جگہ پر ذخیرہ کیا جاتا ہے۔پھر سپل وے کے ذریعے تیز رفتار پانی کو واٹر ٹربائن سے گزارا جاتا ہے، پانی کی رفتار سے ٹربائن کے پنکھے گھومنے لگتے ہیں، اسی حرکی توانائی کو جنریٹر بجلی میں تبدیل کر دیتا ہے، جو ترسیلاتی لائنوں کے ذریعے نیشنل گرڈ اسٹیشن تک پہنچتی ہے اور وہاں سے ٹرانسفارمرز اس بجلی کو گھریلو اور صنعتی لوڈ کے مطابق ڈھال کر صارفین تک پہنچاتے ہیں۔

گیس/فرنس آئل سے بجلی کی پیداوار۔

گیس یا فرنس آئل سے چلنے والے پلانٹ میں ایک کمپریسر کے ذریعے 200-300 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے ہوا کو ایک بہت بڑے خانے میں بھیجا جاتا ہے، پھر اس ہوا کو ایندھن جلا کر 1000-1200 سینٹی گریڈ تک گرم کیا جاتا ہے، یہ گرم ہوا تھرمل ٹربائن کے پنکھوں کو 400-550 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھماتی ہے، اسی حرکی توانائی کو جنریٹر بجلی میں تبدیل کر دیتا ہے، جو نیشنل گرڈ اسٹیشن میں شامل ہونے کے بعد عام صارفین تک پہنچتی ہے۔

کوئلے اور اٹیمی ری ایکٹر سے بجلی کی پیداوار۔

کوئلے کے پلانٹ اور اٹیمی ری ایکٹر سے بجلی بنانے میں کافی حد تک مماثلت ہے۔ایندھن کو جلانے کے طریقے کے فرق کے علاوہ دونوں میں ایک ہی طرح سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔سب سے پہلے ایک بہت بڑے خانے میں پانی جمع کیا جاتا ہے، (اٹیمی ری ایکٹر میں بھاری پانی کا استعمال کیا جاتا ہے) پھر یورینیم/کوئلے کو جلا کر پانی کو بھاپ میں تبدیل کیا جاتا ہے، یہ بھاپ مختلف پائپوں سے گزرتی ہوئی اسٹیم ٹربائن کے پنکھوں کو گھماتی ہے جسے جنریٹر بجلی میں بدل دیتا ہے۔اس طریقے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں بھاپ کے لئے فضا میں شامل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا، اس لئے یہ مختلف پائپوں سے بار بار گزرتی رہتی ہے، جس سے مسلسل بجلی بنتی رہتی ہے۔

ہوا سے بجلی کی پیداوار۔

ہوا سے بجلی پیدا کرنے کا اصول انتہائی سادہ ہے، عام طور پر 30-70 کلومیٹر فی گھنٹہ سے چلنے والی ہوا پن چکی سے بجلی پیدا کرنے کے لئے بہترین سمجھی جاتی ہے، اس رفتار سے گھومنے والے پنکھے چکی میں لگی ٹربائن سے اس کی صلاحیت کے مطابق بجلی پیدا کرتے ہیں جو قریبی علاقوں کی ضرورت کے لئے کافی ہوتی ہے۔ایک عام پن چکی سے 25 کلوواٹ بجلی پیدا کی جاسکتی ہے اور اسے لگانے کے لئے 35 سے 40 لاکھ روپے درکار ہوتے ہیں۔تاہم دنیا میں اس وقت دیو قامت پن چکیاں لگائی جارہی ہیں تاکہ کم علاقے میں زیادہ پیداوار حاصل کی جاسکے۔ترقی یافتہ ممالک میں ایک پن چکی 2 سے 8 میگاواٹ تک بجلی پیدا کرسکتی ہے۔حال ہی میں ڈنمارک میں لگائی جانے والی ویسٹاس وی۔164 ٹربائن 8 میگاواٹ بجلی پیدا کرسکتی ہے، اس کے ایک پنکھے کی لمبائی 80 میٹر ہے اور اس کا ٹاور 220 میٹر (70 منزلہ عمارت کے برابر) اونچا ہے، جبکہ ٹربائن کا کل وزن 4 ہزار ٹن ہے۔

سورج سے بجلی کی پیداوار۔

سورج کی روشنی سے بجلی پیدا کرنے کے مختلف طریقوں پر گزشتہ کئی دہائیوں سے تحقیق جاری ہے اور اس میں آئے روز پیش رفت کا سلسلہ جاری ہے۔اس وقت سولر پینل شمسی توانائی کے حصول کا سب سے اہم ذریعہ ہے، گلاس اور سلیکون کے آمیزے سے فوٹو وولٹک سولر پینل تیار کیا جاتا ہے جو سورج کی روشنی سے الیکٹرونز کو علیحدہ کرکے پینل سے منسلک تانبے کی تاروں کا چارج منفی کردیتا ہے، جس سے ان میں بجلی دوڑنے لگتی ہے، عام طور پر اس بجلی کو بیٹری میں ذخیرہ کرنے کے بعد انورٹر کے ذریعے صارفین کے لئے قابل استعمال بنایا جاتا ہے۔دن کے اوقات میں 30-40 سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں 5×7 فٹ کے 10 پینلز سے 5 کلوواٹ تک بجلی پیدا کی جاسکتی ہے اور اس پر 4 سے ساڑھے 4 لاکھ روپے لاگت آتی ہے۔امریکی ریاست کیلی فورنیا میں دنیا کے سب سے بڑے سولر منصوبے کی دو برس قبل تکمیل سے 550 میگاواٹ بجلی پیدا کی جارہی ہے، تاہم پاکستان کے علاقے بہاولپور میں شمسی توانائی کا سب سے بڑا منصوبہ قائداعظم سولر پارک زیر تعمیر ہے۔جس کی آئندہ برس تکمیل سے 1000-1300 میگاواٹ بجلی پیدا کی جاسکے گی۔فی الحال اس سے 100 میگاواٹ بجلی پیدا کی جارہی ہے۔

لائن لاسز۔

ایک جانب تو صلاحیت ہونے کے باوجود مالی مسائل کے باعث بجلی کی پیداوار میں اضافہ کرنا مشکل ہے، دوسری جانب کمزور ترسیلی نظام کی وجہ سے تقریباً سبھی ڈسکوز میں پرانی ٹرانسمیشن لائنز سے 10-15 فیصد بجلی ضائع ہوجاتی ہے، جو صورتحال میں مزید خرابی کا باعث بن رہی ہے۔نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسپیچ کمپنی (این ٹی ڈی سی) کے اعداد وشمار کے مطابق مالی سال 2013-14 تک ملک میں 12 پانچ سو کلو وولٹ اور 220 کے وی کے 29 گرڈ اسٹیشنز قائم تھے۔جو مجموعی طلب کا بوجھ اٹھانے کے لئے ناکافی تھے، تاہم مالی سال 2014-15 کی دوسری اور تیسری سہ ماہی کے دوران ایک 500 کے وی اور آٹھ 220 کے وی کے نئے گرڈ اسٹیشنز قائم کئے گئے، جس کے بعد صورتحال میں کافی حد تک سدھار آیا ہے، تاہم آئندہ دو سے تین برسوں کے دوران بجلی کی پیداواری صلاحیت میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک کی تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم ایڈ ایم اے ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

متوقع اضافے کو مکمل طور پر نیشنل گرڈ اسٹیشن میں شامل کرنے کے لئے این ٹی ڈی سی کو اپنی صلاحیت میں مزید اضافہ کرنا ہوگا۔

بجلی چوری

توانائی بحران کی ایک بڑی وجہ بجلی چوری میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ اور اس کی روک تھام میں ناکامی ہے۔ یو ایس ایڈ کی رپورٹ کے مطابق مالی سال 2013-14 کے دوران 90 ارب روپے کی بجلی چوری ہوئی، اعداد و شمار کے مطابق سندھ میں سب سے زیادہ بجلی چوری کے معاملے ریکارڈ کیے گئے، جبکہ پنجاب جہاں بلوں کی وصولیوں کی شرح بھی 90 فیصد سے زائد ہے، وہاں بجلی چوری باقی صوبوں کی نسبت انتہائی کم ہے۔ بعض معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ بجلی کی چوری میں کمی لانے کے حکومتی اقدامات خود واپڈا ملازمین کی صارفین سے ملی بھگت کے باعث ناکام ہو جاتے ہیں۔ جس کا خمیازہ عام صارف کو طویل لوڈ شیڈنگ اور مہنگی بجلی کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔

وسائل کی کمی۔

پاکستان گزشتہ 14 برس سے حالت جنگ میں ہے، دہشت گردی اور امن و امان کی بحالی میں ایک طرف تو بے تحاشہ مالی و افرادی وسائل خرچ ہو رہے ہیں اور دوسری طرف توانائی بحران کے باعث صنعتی یونٹس کی بندش کا سلسلہ جاری ہے۔ 9-11 کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کو 80 ارب ڈالر سے زائد کا نقصان برداشت کرنا پڑا، جس کی وجہ سے ملک میں بجلی پیدا کرنے کے نئے منصوبے شروع نہ کئے جا سکے۔ تاہم موجودہ حکومت امن و امان کی بحالی کے لئے اقدامات کے ساتھ ساتھ توانائی بحران کو بھی ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اس کے علاوہ چین کے ساتھ اقتصادی منصوبوں پر عملدرآمد کے بعد ملک میں کاروباری سرگرمیوں میں کافی تیزی آنے کا امکان ہے۔

توانائی بحران کے حل کیلئے حکومتی اقدامات

بجلی کی بچت۔

"بجلی بچائیں، اپنے لئے قوم کے لئے" یہ وہ نعرہ ہے جو ملک کے طول و عرض میں بچے بچے کی زبان پر ہے، اس کی مقبولیت میں شاید بلوں میں ہوش ربا اضافے نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ کئی دہائیوں سے جاری حکومتی اشتہاری مہم کافی حد تک کامیابی سے ہمکنار ہو چکی ہے، عوام کے ساتھ ساتھ صنعتی شعبے کی جانب سے بھی بجلی بچانے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ پاکستان انجینئرنگ کونسل کی تحقیق کے مطابق زیادہ بجلی استعمال کرنے والے بلب اور ونڈو ائیر کنڈیشنرز کی فروخت کی حوصلہ شکنی اور کم توانائی استعمال کرنے والی الیکٹرونکس پر سبسڈی کی بدولت سالانہ 500 سے 580 میگا واٹ کی بچت ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ تنگ رہائشی علاقوں کی نسبت نئی ہاؤسنگ اسکیموں میں ہوا اور دن کی روشنی سے استفادے کی سہولت کے باعث بھی بجلی کی بچت ہو رہی ہے۔ گزشتہ برس وزیر اعظم توانائی بچت پروگرام کے تحت ملک بھر میں 10 کروڑ روپے کی لاگت سے 3 کروڑ انرجی سیورز تقسیم کئے گئے، جس کے بعد بلبوں کی فروخت میں 90 فیصد تک کمی آ گئی۔ اسی طرح اشتہاری مہم کے ذریعے ریموٹ کنٹرول سے بند کرنے کے بعد بھی خاموشی سے بجلی استعمال کرنے والی الیکٹرونکس کی نشاندہی سے بھی بجلی بچانے میں مدد مل رہی ہے۔

نئی ٹرانسمیشن لائنز کے منصوبے۔

کئی عشروں سے نئی ٹرانسمیشن لائنیز کی تنصیب اور اپ گریڈیشن کا کام سست روی کا شکار تھا، جس کے باعث بھاری لائن لاسز کا بوجھ بھی صارفین کو منتقل ہو رہا تھا، تاہم موجودہ حکومت کی جانب سے 9 نئے گرڈ اسٹیشنز کی تنصیب کے بعد امکان ہے کہ مستقبل میں بجلی کی ترسیل کے دوران توانائی کے ضیاع کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔ اسی طرح پرانی ترسیلی لائنوں کو تبدیل کرنے کے بھی کئی منصوبوں پر کام جاری ہے، جس کے کہ آئندہ دو برسوں میں تکمیل سے لائن لاسز سے ہونے والے نقصان کو 5 سے 7 فیصد تک کم کیا جا سکے گا۔

سوال نمبر 17۔ پاکستان کی برآمدات کو بڑھانے کے لیے کئے جانے والے اقدامات کا جائزہ لیجیے۔

جواب۔

پاکستان کی اہم برآمدات شروع ہی سے پاکستان اس بات کا آرزومند رہا ہے کہ اس کی غیر ممالک سے تجارت میں توسیع ہو۔ اس توسیع کا اظہار اس چیز سے ہوتا ہے کہ ہم دنیا کے مختلف ملکوں سے درآمدات بھی پہلے کے مقابلے میں زیادہ کر رہے ہیں اور دوسرے ملکوں کو ہماری برآمدات بھی پہلے سے بڑھ رہی ہیں۔ ذیل میں ہم پاکستان کی چیدہ چیدہ برآمدات کا جائزہ لے رہے ہیں:

برآمدات پاکستان کی اہم برآمدات درج ذیل ہیں:

کپاس پاکستان کی یہ اہم ریشہ دار فصل ہے۔ ہماری برآمدی کمائی میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ دنیا میں کپاس کی عالمی پیداوار کا 20 فیصد حصہ صرف پاکستان میں پیدا ہوتا ہے۔ ہماری کپاس کے زیادہ تر خریدار جاپان، برطانیہ، چین، پولینڈ، رومانیہ اور ہانگ کانگ ہیں۔

برآمدی مالیت 2006-07ء میں پاکستان نے قریباً 45.3 ملین ڈالر کی کپاس برآمد کی جبکہ 2007-08ء میں یہ برآمدی مالیت بڑھ کر 58.1 ملین ڈالر ہو گئی۔

کپاس کی مصنوعات شروع میں ہماری کپاس کی مصنوعات کی برآمدات بہت محدود تھیں۔ بعد میں ان کی برآمد کو فروغ حاصل ہوا۔ سوتی کپڑے کی صنعت

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نے پاکستان میں بہت ترقی کی ہے۔کئی ملکوں نے ہمارے کپڑے کے مقابلے میں اپنی صنعت کو تامین دی ہوئی ہے۔

خریدار کپاس کی مصنوعات کے زیادہ خریدار افغانستان، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا ہیں۔ ہانگ کانگ، برما اور سری لنکا وغیرہ پاکستان سے سوتی دھاگہ منگواتے ہیں۔

برآمدی مالیت 07-2006ء کپاس کی مصنوعات کی برآمد سے پاکستان کو قریباً 8829.7 ملین ڈالر کی آمدنی ہوئی۔ 08-2007ء میں یہ آمدنی کم ہو کر 8591.5 ملین ڈالر ہوگئی۔

چاول چاول پر پاکستان کی اہم زرعی فصل ہے۔ پاکستان میں اس کا استعمال بڑھ رہا ہے۔شروع میں چاول برآمد نہیں کیا جاتا تھا۔مگر اب چاول کی اعلیٰ قسموں کی پیداوار اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ اسے برآمد کرنا پڑتا ہے۔

خریدار ہمارے چاول کے خریدار سعودی عرب، کویت، برطانیہ، روس اور عراق وغیرہ ہیں۔

برآمدی مالیت پاکستان نے 07-2006ء میں قریباً 942 ملین ڈالر کا چاول برآمد کیا جبکہ 08-2007ء میں پاکستان کو چاول کی برآمد سے 1210.9 ملین ڈالر کی آمدنی ہوئی۔

کھالیں اور چمڑا ہماری ایک اہم برآمدی شے کھالیں اور چمڑا بھی ہے۔ ہمارے ہاں اچھی نسل کے جانور پالے اور قربان کیئے جاتے ہیں۔ان جانوروں کی کھالیں بیرون ملک جوتے بنانے اور چمڑے کی مصنوعات تیار کرنے کے کام آتی ہیں۔

خریدار پاکستان سے کھالیں اور چمڑا خریدنے والے ملکوں میں برطانیہ، جرمنی اور امریکہ شامل ہیں۔ 1976ء کے بعد خود ہمارے ہاں کھالوں اور چمڑے کا استعمال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب کئی ملکوں کو ہم یہ چیزیں برآمد نہیں کرتے۔

برآمدی مالیت۔ 07-2006ء میں ہم نے 279.8 ملین ڈالر کی مالیت کی کھالیں اور چمڑا برآمد کیا۔ 08-2007ء میں یہ مالیت 338.6 ملین ڈالر ہوگئی۔

مچھلی۔ مچھلی اور مچھلی سے تیار کردہ دوسری اشیاء کی برآمد بھی ہمارے ملک کیلئے زرمبادلہ کا آسان اور معقول راستہ ہے۔کھلا اور محفوظ سمندر، دریا اور جھیلیں موجود ہونے کی بناء پر مچھلی پکڑنا،اس کی مصنوعات تیار کرنا اور برآمد کرنا نسبتاً سستا معاملہ ہے۔

خریدار۔ مچھلی اور اس کی مصنوعات پاکستان سے مشرقِ وسطیٰ کے ممالک کو برآمد کی جاتی ہیں۔

برآمدی مالیت 07-2006ء میں مچھلی کی برآمد سے پاکستان نے قریباً 158.2 ملین ڈالر کمایا جبکہ اس شعبے سے 08-2007ء میں ہماری برآمدی کمائی 165.9 ملین ڈالر سے بھی زیادہ ہے۔

قالین اور غالیچے پاکستانی اون، سستی مزدوری اور مقامی ہنرمندوں کی وساطت سے ہم نے قالین اور غالیچے برآمد کرنے کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ بیرونی ممالک میں ان اشیاء کی منڈیاں وسیع ہیں۔ان کی برآمد میں مسلسل حوصلہ افزا اضافہ ہو رہا ہے۔

خریدار قالین اور غالیچے کے خریدار یورپ، مشرق وسطیٰ کے علاوہ امریکہ میں بھی ہیں۔

برآمدی مالیت 07-2006ء میں قالینوں اور غالیچوں کی برآمد سے پاکستان نے قریباً 193.3 ملین ڈالر کمایا۔ 08-2007ء میں یہی کمائی 182.3 ملین ڈالر ہو گئی ہے۔

متفرقات ان اشیاء کے علاوہ پاکستان سے باہر جانے والی اشیاء کی تعداد میں گزشتہ 60 سالوں میں متعدد بار اضافہ ہوا ہے۔ برآمدی تجارت میں نئی متعارف ہونے والی اشیاء میں جوتے، رنگ وروغن، تمباکو، سلے سلائے کپڑے، ادویات، آلات جراحی، کٹلری، ماربل کی اشیاء، مولاسس اور کھیلوں کا سامان وغیرہ سامل ہیں۔ان اشیاء کی برآمدی مالیت میں بھی گزشتہ دس سالوں میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

تجارت خارجہ کی اہمیت غیر ممالک سے تجارت تہذیب انسانی کے اولین دور سے ہی ہوتی آرہی ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اسکی وسعت، اہمیت اور ضرورت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ آج کی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جو دوسرے ممالک سے تجارت نہ کرتا ہو۔ موجودہ دور میں ہر معیشت کھلی معیشت کا درجہ رکھتی ہے۔ پاکستان نے بھی اپنے قیام سے ہی دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت کو اپنا رہنما اصول قرار دے رکھا ہے۔ پاکستان یا پاکستان جیسے کسی بھی ترقی پذیر ملک کے لیے تجارت خارجہ جو اہمیت رکھتی ہے وہ ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

غیر ملکی اشیاء کا استعمال پاکستان جیسے ملک کیلیے یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے کہ یہاں کے عوام کا معیار زندگی بلند ہو۔ معیار زندگی کی بہتری کا دارومدار اشیاء کی مقدار پر ہے جو استعمال میں آتی ہیں۔ معیار زندگی میں بلندی کیلیے ہم کئی ممالک سے ایسی اشیا درآمد کر رہے ہیں جو ہمارے ہاں بالکل پیدا نہیں ہوتیں مگر ان کو استعمال کرنے کی خواہش ہم سب رکھتے ہیں۔ مثلاً گھڑیاں، ریفریجریٹر، موٹر کاریں، ٹھنڈے مشروبات وغیرہ۔ یہ اشیاء دوسرے ممالک میں بنتی ہیں۔ تجارت خارجہ کی بدولت یہ اشیاء ہمارے استعمال میں بھی آرہی ہیں۔

مقامی مہنگی پیداوار تجارت خارجہ کے ذریعہ ایک فائدہ یہ پہنچا ہے کہ پاکستان وہ اشیا درآمد کر لیتا ہے جو ہمارے ہاں بھی پیدا ہو رہی ہیں یا ہو سکتی ہیں مگر ان کو پیدا کرنے کی لاگت بہت زیادہ آتی ہے۔ اشیاء کی مقامی پیدائش پر زیادہ مصارف آنے کی بنا پر یہ اشیا درآمد کرنا بھی سودمند ہوتا ہے۔ایسی اشیاء جو اس ضمن میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے پیلر، ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03415504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

آتی ہیں۔ یہ ہیں، پٹ سن، پیٹرول، فولا د اور مشینیں وغیرہ۔ تجارت خارجہ نے ان اشیاء کو کم لاگت پر درآمد کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

فاضل مقامی پیداوار بیرونی دنیا سے تجارتی روابط نے ہمیں اس قابل بنایا ہے کہ ہم اپنی فاضل پیداوار کا نکاس کر سکیں۔ اگر عالمی تجارت نہ ہوتی تو ہماری بے شمار فاضل پیداوار کے سبب یہیں گل سڑ جاتیں اور ہمارے کاشتکار بھائیوں کی محنت رائیگاں جاتی۔ پاکستان کپاس، تمبا کو، کھیلوں کے سامان، جراحی کے آلات، قالین، اور چاول وغیرہ کے مقابلے میں فاضل پیداوار رکھتا ہے۔ یہ تجارت خارجہ کا ذریعہ ہی ہے کہ ہم اس فاضل پیداوار کو ضرورت مند ملکوں کے ہاتھ اچھی قیمت پر فروخت کر لیتے ہیں۔

ہنگامی حالات میں امداد ہنگامی حالات کسی بھی وقت کسی بھی معیشت کو پیش آ سکتے ہیں۔ ملک گیر ہڑتالیں، سیلاب، قحط سالی، خشک سالی، وبائیں، سمندری طوفان، زلزلے اور جنگ وغیرہ کے حالات اکثر پھوٹ پڑتے ہیں۔ ان حالات میں متاثرہ ملک میں پیداوار کی شدید کمی لاحق ہو جاتی ہے۔ ان ہنگامی حالات میں تجارت خارجہ کا سہارا ہی کام آتا ہے۔ ان حالات میں دوست مما لک سے ضروریات کا سامان خریدا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں کئی طرح کے ہنگامی حالات رونما ہوئے اور ہم نے ان حالات میں پیدا ہونے والی قلتوں کا تجارت خارجہ کے ذریعہ ہی مقابلہ کیا۔

معاشی ترقی تجارت خارجہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر مما لک میں معاشی ترقی کی رفتار بڑھی ہے۔ تجارت خارجہ کے ذریعہ ہم نے وہ خام مال، نیم تیار شدہ مصنوعات اور مشینیں حاصل کیں جو ہمارے ہاں تیار نہیں ہوتیں۔ کپڑے کے کارخانوں کے پلانٹ، تربیلا ڈیم کی مشینری، ریلوے کا سامان اور بندرگاہوں کے لیے مختلف نوعیت کا خام لوہا اور فولادی اشیاء پاکستان نے بیرونی تجارت کے بل بوتے پر حاصل کیں۔ ان اشیاء اور منصوبوں کی بدولت ہمارے ہاں معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوئی ہے۔

بڑے پیمانے کی کفایات تجارت خارجہ کے بل بوتے پر کئی دیگر فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ان فوائد میں ایک اہم فائدہ بڑے پیمانے کی پیدائش کی کفایات ہیں۔ غیر ملکی تجارت کے سبب پاکستان کو کئی اشیاء نہ صرف اپنے لیے بنانی پڑتی ہیں بلکہ دوسرے مما لک کی ضروریات کیلیے بھی تیار کرنی پڑتی ہیں۔ اس طرح بھاری مقدار میں اشیاء تیار کرنیکی ضرورت بڑے کارخانے قائم کرنے اور بڑی کاشتکاریوں کے قیام کی راہ ہموار کرتی ہے۔ جب اشیاء بڑے پیمانے پر تیار ہوتی ہیں تو کارخانوں کو اپنے اندر سے اور باہر سے کئی فوائد خود بخود ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہی فوائد کفایات شعار ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی سے فی اکائی لاگت کم ہو جاتی ہے۔

فنی معلومات: تجارت خاجہ کے ذریعے پاکستان نے وہ فنی معلومات حاصل کی ہیں جو اس کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ غیر مما لک سے تجارتی روابط کے ذریعے اس بات سے آگاہی ہوتی ہے کہ دوسرے مما لک کئی طرح کی اشیاء کی پیدائش میں کیا طریقہ استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے کون سا فارمولا دریافت کر لیا ہے، ان کی لاگتوں کو کم کرنے اور زیادہ وسیع منڈیوں تک رسائی حاصل کرنے کے کیا کیا ذرائع ہیں۔ ان فنی معلومات کے بل بوتے پر کوئی بھی ملک غلطیوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔ اور وہاں کم وقت میں زیادہ ترقی ممکن ہو جاتی ہے۔

روزگار میں اضافہ بیرونی دنیا سے تجارتی رشتے استوار ہونے سے پاکستان میں بیروزگاری کا مسئلہ حل کرنے میں مدد ملی ہے۔ نہ صرف یہ کہ غیر مما لک کیلیے اشیاء بنانے کیجذ بہ کے تحت کارخانوں میں پاکستانیوں کو پہلے سے زیادہ روزگار دستیاب ہے۔ بلکہ دیگر مما لک سے روابط کے وسیلے سے ان مما لک میں روزگار کے مواقع سے پاکستانی مستفید ہو رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 27 لاکھ پاکستانی بیرونی مما لک میں برسر روزگار ہیں۔ اگر تجارتی تعلقات کا وسیلہ موجود نہ ہوتا تو اس قدر بڑی مقدار کا ملک سے باہر جا کر ملازمتیں کرنا ناممکن ہوتا۔

امن عالم کو تقویت غیر مما لک کے ساتھ تجارتی تعلقات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ دنیا میں امن قائم رہے۔ جنگ سرمایہ کاری کی فضاء کو آلودہ کر دیتی ہے۔ تجارت کے ذریعے حاصل ہونے والے ممکنہ فوائد سے دنیا کی قومیں اس وقت مستفید ہو سکتی ہیں جب کہ ہر خطے میں امن عالم کی ضمانت دی گئی ہو۔ دنیا کی قومیں "جنگ یا ترقی" کے نعرہ میں ترقی کی حمایت کرتی ہیں۔ ترقی کی خاطر وہ جنگ کو مسلسل ملتوی کرتی جا رہی ہیں۔ تجارت خارجہ کے ذریعے اس طرح امن عالم کو تقویت ملتی ہے۔

قرضے اور امداد 1945ء کے بعد خاص طور پر عالمی تجارت میں وسیع اضافہ ہوا ہے۔ تجارت خارجہ ہی کا سبب ہے کہ دنیا کے تقریباً سب ہی مما لک اب ایک دوسرے کی مالی امداد کرتے ہیں۔ کبھی یہ امداد قرضوں کی شکل میں ہوتی ہے اور کبھی عطیات کی شکل میں۔ ان قرضوں اور عطیات کی بدولت ترقی یافتہ مما لک زائد از ضرورت سرمایہ سازی کے مضر اثرات سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ اور ترقی پذیر مما لک کی سرمایہ کی قلت کی دشواری دور ہو گئی ہے۔ اس باہمی تعاون کی بدولت دونوں طرح کے ملکوں میں ترقی کی رفتار تیز ہو گئی۔ یہی حال پاکستان کا ہے۔

حکومت کی آمدنی میں اضافہ غیر مما لک سے تجارتی روابط درآمدی اور برآمدی اشیاء سے منسلک ہیں۔ کچھ مما لک سے ہم صرف درآمدات کرتے ہیں اور کچھ دیگر مما لک کو صرف برآمد کرتے ہیں۔ پاکستان کی حکومت درآمدی اور برآمدی اشیاء پر مختلف شرحوں سے ٹیکس لگائے ہوئے ہے۔ جنہیں کسٹمز ڈیوٹی کہا جاتا ہے۔ کسٹمز ڈیوٹی سے ہر حکومت کو خطیر رقم ملتی ہے۔ ہمارے ہاں تجارت خارجہ کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے سبب حکومت کی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ 2007-08ء کے سال کے دوران حکومت پاکستان نے صرف کسٹمز ڈیوٹی کے ذریعے تقریباً 154,000 ملین روپیہ کمایا۔

ماہرانہ خدمات کا حصول معاشی ترقی کا ایک اہم بنیادی تقاضا یہ ہے کہ متعلقہ ملک کو ماہرین کی خدمات دستیاب ہوں۔ ماہرانہ خدمات کے لیے زرمبادلہ کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اور اختیاری مشقوں کے لیے آج ہی نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ضرورت ہوتی ہے۔جو برآمدات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔پاکستان نے بھی عالمی شہرت کے ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں۔تربیلا ڈیم،اسلحہ ساز فیکٹری، ریلوں کے ڈبے بنانے کا ادارہ،قاسم پورٹ کی تعمیر اور چشمہ رائٹ بینک کینال وہ شعبے ہیں جہاں ہمیں غیر ملکی ماہرین کی خدمات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ کام ایسی نوعیت کے تھےکہ ہم ملکی ماہرین پر اکتفاء کر کے انہیں جلد مکمل نہ کر سکتے تھے۔ان ماہرین کا گراں قدر معاوضہ ہم نے تجارت خارجہ کے ذریعے کمائے ہوئے زرمبادلہ سے ادا کیا۔

سوال نمبر 18 سٹاک ایکسچینج کی اہمیت اور افادیت پر نوٹ لکھیں

سٹاک ایکسچینج۔

جواب۔

اسٹاک مارکیٹ یا ایکوئٹی مارکیٹ،مختلف کمپنیوں کے اسٹاک یا حصص کے خریداروں اور فروخت کنندگان کو اکٹھا کرتی ہے۔ یہاں محض اقتصادی لین دین ہوتی ہے اوراس کا حقیقی جگہ پر وجود لازم نہیں. یہاں عوامی یعنی پبلک اور نجی سطح کے سودے ہوتے ہیں. یہاں ہونے والے سودوں میں کمپنیوں کے حصص کے علاوہ بانڈ بھی بیچے اور خریدے جاتے ہیں۔اکثر سٹاک ایکچینجز کا کاروبار مشترکہ سرمایہ کی کمپنی کی شکل میں حصص یا ممبر ایک مخصوص فیس ادا کرتا ہے اور سٹاک ایکسچینج کے قواعد وضوابط کا پابند ہونا ہے۔اس کے ممبران کی تعداد محدود ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ رُکنیت کیلیے بھاری معاوضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

نظم ونسق:۔ سٹاک ایکسچینج کا نظم ونسق انتظامی کمیٹی کے ہاتھوں میں دے دیا جاتا ہے جس کے افسران بالا چیر مین اور سیکرٹری ہوتے ہیں۔بعض سٹاک یکسچینجز بھی کئی خاص امور کو سرانجام دہی کے لیے سب کمیٹاں بھی بنا دیتی ہیں سٹاک ایکسچینج کا روزمرہ کاروبار کمیٹی کے وضع کردہ قواعد وضوابط کے مطابق چلا جاتا ہے۔دیگر سٹاک ایکسچینجز کے برعکس مندن سٹاک ایکسچینج کے ممبران دو گروپوں میں تقسیم ہیں جنھیں ”بروکرز اور جو برز“ کہتے ہیں جو برز جب کاروباری اوقات میں ان سے حصص اور کفالتوں اور حصص کا لین دین کرتے ہیں۔بروکرز عوام کے ایجنٹ یعنی نمائندوں کے طور پر جو برز سے حصص اور کفالتوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں۔لہٰذا اس طرح سے بروکر عوام اور جو برز کے درمیان ایک رابطہ کار کے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے وہ خود کاروبار نہیں کرتے بلکہ متوسطین کی حیثیت سے حصص اور کفالتوں کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں عوام کی مدد کرتے ہیں۔

رُکنیت:۔ سٹاک ایکسچینج رُکنیت حاصل کرتے وقت ہر وقت کو یہ وضاحت کرنا ہوتی ہے کہ وہ بطور بروکو کام کرے گا۔یا بطور جو یر یہ امر قابل ذکر ہے کہ بیک وقت ہر ممبر ایک کی حیثیت میں کام کرسکتا ہے خواہ وہ بطور جو بر، بروکر اور جو بر کے درمیان کوئی شراکت نہیں ہوتی۔

دعویٰ:۔یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جو بر اور بروکر کی خدمات اور فرائض میں امتیاز عوام میں اعتماد کی فضا پیدا کرنے کے لیے انتہائی مؤثر ثابت ہوتا ہے ایک گاہک یہ جان دیا ہوتا ہے کہ بروکر اپنے کمیشن کی خاطر کام کر رہا ہے لہٰذا گاہک کبھی بھی اس سے دھوکا نہیں کھاتا۔بعض اوقات تو بروکر کے بارے میں اتنا اعتماد پیدا کر دیا جاتا ہے کہ گاہکوں کو حصص اور کفالتوں کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں صرف اور صرف ان کی خدمات ہی درکار ہوں گی۔

بنیادی مقصد:۔سٹاک ایکسچینج کا بنیادی مقصد سرمایہ کاروں کو اپنی سرمایہ کاری نقدی میں تبدیل کرنے یا کفالتوں کی خریداری وغیرہ کا موقعہ فراہم کرنا ہوتا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ ”سمبارکس“ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں اس نے نوجوان جرمن سفارتکار کو مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ ”اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ برطانیہ میں اشیاء کا لین دین کیسے ہو رہا ہے تو آپ کو ہاؤس آف کامن کا مطالعہ کرنے کی بجائے مندن سٹاک ایکسچینج پر نظر رکھنا ہوگی۔

سیاسی اور معاشی حالت کا اندازہ:۔کسی ایک مخصوص دن کو اپنے ملک کی سیاسی اور معاشی حالت کا اندازہ کرنا چاہتے ہوں تو ہمیں بھی سٹاک ایکسچینج جو ایک معاشی ریڈ آر کا کام دیتی ہے اس کا مطالعہ کرنا ہوگا۔روزمرہ زندگی میں سٹاک ایکسچینج کے زریعے کام کرنے والے پر بھی اس کا مفہوم واضح نہیں بعض لوگوں کے نزدیک سٹاک ایکسچینج روپیہ پیسہ کمانے کا آسان زریعہ راتوں رات کروڑ پتی بننے کی جگہ علی بابا کا خزانہ ہے جب کہ دوسرے لوگوں کے نزدیک جواء خانہ ہے کچھ لوگ اسے عالمی منڈی کسی ملک یا قوم کی سیاسیات اور مالیات کا مرکز اور خوشحالی کا علامت قرار دیتے ہیں بعض لوگ اسے بلا پینڈے کا برتن گردانتے ہیں مگر اس صحیح مفہوم کچھ اس طرح سے ہے۔

”ایک ایسی منظّم منڈی جہاں قواعد وضوابط اور سہولیات کے تحت تمام قسم کے حصص اور کفالتوں کا لین دین ہو سٹاک ایکسچینج کہلاتی ہے۔“

”ایک ایسی منڈی جہاں سرکاری وغیر سرکاری کفالتوں، بانڈز اور کمپنیوں کے حصص اور تمسکات کی خرید وفروخت ہوتی ہو۔سٹاک ایکسچینج کہلاتی ہے“

اہمیت: سٹاک ایکسچینج کا بنیادی مقصد سرمایہ کاروں کو اپنی سرمایہ کاری نقدی میں تبدیل کرنے یا کفالتوں کی خریداری وغیرہ کا موقع فراہم کرنا ہوتا ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ ”بسمارکس“ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں اس نے نوجوان جرمن سفارتکار کو مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ ”اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہوں کہ برطانیہ میں اشیاء کا لین دین کیسے ہو رہا ہے تو ہمیں ہاؤس آف کامن کا مطالعہ کرنے کی بجائے لندن سٹاک ایکسچینج پر نظر رکھنا ہوگی۔بعینہ اگر ہم بھی کسی مخصوص دن کو اپنے ملک کی سیاسی اور معاشی حالت کا اندازہ کرنا چاہتے ہوں تو ہمیں بھی سٹاک ایکسچینج ایک معاشی ریڈار کا کام دیتی ہے۔اس کا مطالعہ کرنا ہوگا روزمرہ زندگی میں سٹاک ایکسچینج کے ذریعے کام کرنے والوں پر بھی اس کا مفہوم واضح نہیں۔بعض لوگوں کے نزدیک سٹاک ایکسچینج روپیہ پیسہ کمانے کا آسان ذریعہ، راتوں رات کروڑ پتی بننے کی جگہ، علی بابا کا خزانہ ہے جب کہ دوسرے لوگوں کے نزدیک جواء خانہ ہے۔کچھ لوگ اسے عالمی منڈی، کسی ملک یا قوم کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سیاسیات اور مالیات کا مرکز اور خوشحالی کا علامت قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ اسے بلا پیندے کا برتن گردانتے ہیں۔ مگر اس کا صحیح مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ "ایک ایسی منظم منڈی جہاں قواعد وضوابط اور سہولیات کے تحت تمام قسم کے حصص اور کفالتوں کا لین دین ہو سٹاک ایکسچینج کہلاتی ہے"

پاکستان سٹاک ایکسچینج کا تعارف: پاکستان میں سٹاک ایکسچینج درج ذیل ہیں۔

کراچی سٹاک ایکسچینج: کراچی سٹاک ایکسچینج کا قیام 18 ستمبر 1947ء کو ہوا۔ جو بعد میں تقریباً 10 مارچ 1949ء کو کمپنی لمیٹڈ گارنٹر کے نام سے رجسٹرڈ ہوئے۔ ابتداء میں اس کے اراکین کی تعداد 90 تھی۔ جن میں سے تقریباً 6 بطور بروکر کام کرتے رہے۔ اور اس میں پانچ کمپنیاں شامل تھیں اور سرمایہ صرف 37 ملین روپے تھا۔

☆ اس وقت کراچی سٹاک 724 لسٹڈ کمپنیاں ہیں، سیکورٹی لسٹڈ کمپنیوں کی تعداد 752 اور آرڈنری شیئرز 5 ہے۔

☆ لسٹڈ سرمایہ تقریباً 4,646 ملین ڈالر کیپٹل ہے۔

☆ روزانہ تقریباً 1212 ملین شیئرز کا کاروبار ہوتا ہے جس کی ویلیو تقریباً 78 ملین ڈالر ہے۔

☆ ممبران کی تعداد تقریباً 200 ہے۔

☆ کارپوریٹ ممبران کی تعداد 92 جن میں سے 9 پبلک لسٹڈ کمپنیز ہیں۔

☆ ایکٹو ممبران کی تعداد 133 ہے۔

لاہور سٹاک ایکسچینج: لاہور سٹاک ایکسچینج کا قیام 1970ء میں ہوا۔ اس کے ممبران کی تعداد 83 تھی اور تقریباً 25 سال بعد اس کے اراکین کی تعداد 83 سے 150 تک پہنچ گئی ہے۔ گزشتہ سات سالوں میں لاہور سٹاک ایکسچینج میں بہت ترقی ہوئی اور کاروبار بدستور بہتری کی طرف گامزن ہے۔ حصص کے لین دین کے لئے مکمل طور پر جدید کمپیوٹرائزڈ نظام ہے۔ لاہور سٹاک ایکسچینج نے ایک ٹریڈنگ ریٹنگ کمپنی جس کا نام پاکستان کریڈٹ ریٹنگ ایجنسی پرائیویٹ لمیٹڈ قائم کی ہے۔ جو کہ انٹرنیشنل فائنانس کارپوریشن کے ساتھ مشترکہ منصوبہ ہے۔

اسلام آباد سٹاک:۔ ایکسچینج: اسلام آباد سٹاک ایکسچینج کا قیام 25 اکتوبر 1989ء کو بطور گارنٹیر لمیٹڈ کمپنی کے طور پر دارالخلافہ اسلام آباد میں قائم کی گئی۔ جس کا بنیادی مقصد تجارتی لین دین جدید تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کیا جائے اور خاص کر پاکستان کے شمالی علاقہ جات کو بھی کاروبار میں شامل کرنا تھا۔ اس وقت اسلام آباد سٹاک ایکسچینج کے ممبران کی تعداد 103 ہے۔ جن میں سے 29 کارپوریٹ باڈیز بشمول کمرشل اور انویسٹمنٹ بنک ہیں۔ تمام کاروبار آٹومیٹنگ ٹریڈنگ سسٹم کے تحت کیا جاتا ہے جسے ISECTS کہتے ہیں ٹریڈنگ والیم Trading Volum دن بدن بڑھ رہا ہے اور ایوریج ٹرن اوور 7.5 ملین شیئرز سے بھی تجاوز کر گیا ہے۔ اس وقت تقریباً 285/ سیکورٹی لسٹڈ کمپنیاں ہیں جن کا تقریباً موجودہ مشترکہ کیپیٹل 155,352.618 ملین روپے ہے۔

سٹاک ایکسچینج کا طریقہ کار یا تنظیم: اکثر سٹاک ایکسچینجز کا کاروبار مشترکہ سرمایہ کی کمپنی کی شکل میں حصص یا ضمانت کی محدود ذمہ داری کی بناء پر ہوتا ہے۔ ممبر شپ حاصل کرتے وقت ہر ممبر ایک مخصوص فیس ادا کرتا ہے۔ اور سٹاک ایکسچینج کے قواعد وضوابط کا پابند ہوتا ہے۔ اس کے ممبران کی تعداد محدود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رکنیت کے لیے بھاری معاوضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

سٹاک ایکسچینج کا نظم ونسق انتظامی کمیٹی کے ہاتھوں میں دے دیا جاتا ہے جس کے افسران بالا چیئرمین اور سیکرٹری ہوتے ہیں۔ بعض سٹاک ایکسچینجز بھی کئی خاص امور کی بہتر انجام دہی کے لیے سب کمیٹیاں بھی بنا دی جاتی ہیں۔ سٹاک ایکسچینج کا روزمرہ کا کاروبار کمیٹی کے وضع کردہ قواعد وضوابط کے مطابق چلایا جاتا ہے۔ دیگر ایکسچینجز کے برعکس لندن سٹاک ایکسچینج کے ممبران دو گروپوں میں تقسیم ہیں جنہیں "بروکرز" اور "جوبرز" کہتے ہیں۔ جوبرز مخصوص قسم کی کفالتوں کی خرید و فروخت میں مہارت رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ خود کفالتوں اور حصص کی خرید وفروخت کرتے ہیں۔ بروکرز عوام کے ایجنٹس یعنی نمائندوں کے طور پر جوبرز سے حصص اور کفالتوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس طرح سے بروکر عوام اور جوبرز کے درمیان رابطہ کار کے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ وہ خود کاروبار نہیں کرتے بلکہ متوسطین کی حیثیت سے حصص اور کفالتوں کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں عوام کی مدد کرتے ہیں۔ سٹاک ایکسچینج کی رکنیت حاصل کرتے وقت ہر رکن کو یہ وضاحت کرنا ہوتی ہے کہ وہ بطور بروکر کام کرے گا یا بطور جوبرز۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ بیک وقت ہر ممبر ایک ہی حیثیت میں کام کرسکتا ہے خواہ وہ بطور ممبر کرنا چاہے یا بطور جوبر۔ بروکر اور جوبر کے درمیان کوئی شراکت نہیں ہوتی۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جوبر اور بروکر کی خدمات اور فرائض میں امتیاز عوام میں اعتماد کی فضا پیدا کرنے کے لیے انتہائی موثر ثابت ہوتا ہے۔ ایک گاہک یہ جان رہا ہوتا ہے کہ بروکر اپنے کمیشن کا خاطر کام کر رہا ہے۔ لہٰذا گاہک کبھی بھی اس سے دھوکا نہیں کھاتا۔ بعض اوقات تو بروکر کے بارے میں اتنا اعتماد پیدا کر دیا جاتا ہے کہ گاہکوں کو حصص اور کفالتوں کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں صرف اور صرف ان کی خدمات ہی درکار ہوں گی۔

سوال نمبر 19۔ منڈی کی ناکاملیات پر بحث کریں۔

جواب۔

منڈی کی ناکاملیات منظم منڈی وہ منڈی ہوتی ہے جو ان تمام نقائص سے پاک ہو جو طلب اور رسد کی قوتوں کے آزادانہ طور پر کام کرنے میں مزاحم ہوتی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0345…

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ہیں۔ ذیل میں ان چند نقائص کا ذکر کیا گیا ہے جو پاکستان جیسے ترقی پزیر ملکوں کی منڈیوں میں پائے جاتے ہیں:

منڈی کی خامیاں

منڈی کے خلاف عموماً دو قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں:

الف) منڈی اپنے فرائض بہتر طور پر سرانجام دینے میں ناکام رہتی ہے۔

ب) منڈی کی کارکردگی بسا اوقات ناخوشگوار نتائج پیدا کرتی ہے۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے کہ منڈی اپنے فرائض بخوبی سرانجام دینے میں ناکام رہتی ہے۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہوسکتی ہے کہ لوگوں کو صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ منڈی کیسے کام کرتی ہے۔ اور یا اس معاشرے کے لوگوں میں معاشی ترغیبات سے فائدہ اٹھانے کا احساس کمزور ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو منڈی کے طریقہ کار یا اس میں واقع ہونے والے تغیرات کا علم نہیں ہے تو اس خامی کو حکومت مناسب معلومات فراہم کر کے اور تعلیم کے ذریعہ دور کرسکتی ہے۔ دوسری صورت کی اصلاح کے لیے لوگوں کے اندر مادی فوائد حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا ورنہ وہ ملک معاشی ترقی کے میدان میں پیچھے رہ جائے گا۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور ہمارے ملک کے آجر حضرات یقیناً نفع کے محرک کے تحت کام کرتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے لیئے اسلامی تعلیم کے مطابق مادی منفعت کا حصول جائز ہے۔ (بشرطیکہ زکوۃ وصدقات کے ذریعہ اسے پاک کر دیا جائے) اس لیئے منڈی کی یہ خامی ہمارے لیئے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ منڈی پر دوسرا بڑا اعتراض یہ ہے کہ بعض اوقات وہ ایسے نتائج پیدا کرتی ہے کہ جو سماجی فلاح و بہبود کے نقطہ نظر سے خوشگوار نہیں ہوتے۔ اس میں مندرجہ ذیل قسم کی باتیں شامل ہوتی ہیں:

1۔ بعض اوقات افراد کا مفاد قومی مفاد سے ٹکرا سکتا ہے۔ مثلاً ہمارے ملک میں نجی ٹرانسپورٹ کے مالک ڈرائیوروں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مسافر حاصل کریں۔ زیادہ سواریاں حاصل کرنے کے لیے بسیں تیز چلائی جاتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں حادثات ہوتے ہیں اور بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں

2۔ منڈی کی میکانیت قومی آمدنی کی تقسیم میں عدم توازن کا موجب بنتی ہے۔ کیونکہ آجر لوگ وہی اشیاء تیار کر کے منڈی میں فروخت کے لیے بھیجتے ہیں۔ جن کی انہیں زیادہ قیمت مل سکتی ہے۔ اور زیادہ قیمت وہی لوگ دے سکتے ہیں جن کی آمدنی زیادہ ہو۔ گویا ایک منڈیاتی معیشت میں زیادہ تر وہی اشیاء تیار کی جاتی ہیں جو امیر طبقہ استعمال کرتا ہے۔ اس طرح قومی پیداواری وسائل کا بہترین استعمال نہیں ہوتا اور معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ اپنی بنیادی ضروریات بھی بطریق احسن پوری کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

3۔ منڈی کے نظام پر ایک اور اہم اعتراض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ معاشی ترقی کی رفتار سست رہتی ہے کیونکہ نجی افراد صرف ان صنعتوں اور شعبوں میں سرمایہ کاری کرتے ہیں جن سے انہیں فوری اور زیادہ منافع حاصل ہونے کی امید ہو۔

منڈی کی خامیوں کا تدارک

پچھلے سیکشن میں منڈیاتی معیشت کی جن خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے وہ خود بخود دور نہیں ہوسکتیں۔ جب تک کہ حکومت مداخلت نہ کرے۔ منڈی کے نظام کا یہ دعوٰی کہ وہ خودکار ہے اور کسی رہنمائی کے بغیر معاشی نظام کو بخوبی چلا سکتا ہے۔ باطل ثابت ہوجاتا ہے، لیکن یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑتا ہے۔ منڈی کے نظام کی اصلاح اور خامیوں کے لیے حکومت درج ذیل اقدامات کرسکتی ہے۔ اور کرتی بھی ہے:

قیمتوں میں اعتدال

حکومت بنیادی ضرورت کی اشیاء کی قیمتوں میں اعتدال پیدا کرتی ہے تاکہ پیدا کنندہ کو بھی نقصان نہ ہو اور صارفین کے مفاد کا بھی تحفظ ہوجائے۔ جیسا کہ حکومت پاکستان آٹا، چینی، گھی، سیمنٹ، کیمیاوی کھاد جیسی اشیاء کی قیمتیں خود مقرر کرتی ہے۔ جس میں ترغیب کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے۔

دولت کی منصفانہ تقسیم

حکومت دولت کی تقسیم کو منصفانہ بناتی ہے۔ حکومت مستزائید نظام ٹیکس کے ذریعہ مفاد عامہ کے کاموں میں اضافہ کرسکتی ہے۔ حکومت پاکستان بھی مستزائد طور پر ٹیکس عائد کرتی ہے۔ تعلیم وصحت پر بھاری رقوم خرچ کرتی ہے۔ نیز بنیادی ضرورت کی اشیاء مثلاً آٹے اور کیمیاوی کھاد پر رعائت بھی دیتی ہے۔

قلت پر قابو

جن اشیائے صرف کی ملک میں قلت ہو یا آجر طبقہ مصنوعی قلت پیدا کر دے تو ایسی اشیاء غیر ممالک سے درآمد کر کے ان کی قلت کو دور کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی قیمتوں کو معقول سطح پر برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

مزدوروں کے حقوق کا تحفظ

مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے حکومت ایسے قوانین نافذ کرسکتی ہے۔ جو آجر طبقہ کو ان کی کمزور قوت سوداد بازی سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے باز رکھیں۔ مزدوروں کو کم از کم اجرت حاصل کرنے کی ضمانت دی جائے اور انہیں ملازمت کا تحفظ حاصل ہو۔ مناسب پروپیگنڈہ اور تعلیم کے ذریعہ لوگوں کے جذبہ حب الوطنی کو ابھارا جاسکتا ہے۔ کہ وہ ناجائز منافع خوری سے اجتناب کریں۔ اگر بالواسطہ اقدامات کی بجائے حکومت براہ راست مداخلت کرے اور ساری کی ساری تجا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے، آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آیا ثاقب کے نمبر پر رابطہ کریں

ثاقب 03455045451 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

رت اور سرمایہ کاری اپنے ذمہ لے لے تو اس سے معاشی ترقی متاثر ہوسکتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ معاشی ترقی کے ابتدائی دور میں منڈی کی ترغیبات سے آجر وں کو نفع کمانے کا موقع ملنا چاہیئے اور کچھ عرصے کے بعد جب ملک ترقی کی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے تو پھر سماجی انصاف کے حصول کا مقصد بھی حاصل کی جا سکتا ہے۔ پاکستانی حکومت اسی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ اور نجی سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی کررہی ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ حکومت سرکاری شعبہ میں براہ راست یا نجی سرمایہ کے اشتراک کیساتھ بھی رقمیں خرچ کررہی ہے۔ تاکہ سرکاری اور نجی دونوں قسم کے کاروباروں کا ایک ایسا امتزاج حاصل کیا جائے جو ملک کو تیز تر معاشی ترقی کی ضمانت دے۔ پاکستان کے مختلف پانچ سالہ منصوبوں میں بھی نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے ترغیبات دی گئی ہیں۔

قیمتوں میں اتار چڑھاؤ

ترقی پذیر معیشتوں میں قیمتوں کی سطح کا اتار چڑھاؤ ایک پیچیدہ اور نازک عمل ہوتا ہے۔ خاص طور پر پاکستان جیسے ملک میں یہ مسئلہ اور زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ کیونکہ ملک کی قیام کے وقت سے ہی یہاں کی معیشت کو دوسرے ممالک کے برعکس زرمبادلہ کی بے پناہ قلت، جہاز رانی کی ناکافی سہولیات اور اسی طرح کے دیگر مسائل کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں یہاں کی اشیائے صرف بالخصوص غذائی اور درآمدی اشیاء کی قیمتیں بے پناہ چڑھ گئیں۔ ستمبر 1949ء میں برطانیہ نے اپنے سکے (پاؤنڈ سٹرلنگ) کی قیمت میں کمی کا اعلان کردیا۔ ہندوستان سمیت بیشتر متعلقہ ممالک نے اس کی تقلید کرتے ہوئے اپنے اپنے سکوں کی قیمت گھٹانے کا اعلان کردیا۔ بہتر حال پاکستان نے ایسا نہ کرنے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں ایک طرف تو پاکستان نے اپنی برآمدات مثلاً پٹ سن، اور کپاس کی قیمتوں کو متاثر ہونے سے بچالیا اور دوسری طرف یہ برطانوی مصنوعات بھی نسبتاً کم قیمت پر خریدنے کے قابل ہوگیا۔ 1954ء میں معاشی صورتحال کچھ بہتر ہوگئی اور خاص طور پر غذائی اجناس کے شعبے میں بہتری کے آثار پیدا ہوگئے۔ آئندہ دو تین برس میں صنعت کے میدان میں بھی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ کاٹن ٹیکسٹائل، سیمنٹ اور کاغذ کی پیداوار بڑھ گئی۔ بہر حال قلت پوری طرح ختم نہ ہوئی اور اشیائے صرف (بالخصوص درآمدات) کی قیمتوں میں اضافے کا رجحان بدستور موجود رہا۔ اسی دوران ایک بار پھر پاکستانی معیشت خارجی طور پر بین الاقوامی تجارت کے سلسلے میں اور اندرون ملک پیداوار کے سلسلے میں بحران کا شکار ہوگئی۔ بیرونی تجارت میں بحران کا بنیادی سبب بڑھتی ہوئی درآمدی قیمتیں تھیں۔ چنانچہ اپنی برآمدات کو سنبھالا دینے کی غرض سے 1955ء کے وسط میں روپے کی قیمت میں کمی کا اعلان کی گیا۔ اس کے نتیجے میں برآمدات کی قدر میں ایک سال میں 56 کروڑ روپے سے زیادہ اضافہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اندرون ملک بھی قیمتوں پر کنٹرول کی پالیسی اپنائی گئی۔

سوال نمبر 20۔ پاکستان میں نظامی اراضی کے مسائل کیا ہیں

جواب

ہمارے زرعی شعبہ کے گوناگوں مسائل کو حل کرنے کے لیے ہمیں قومی سطح پر اقدامات کرنے چاہئیں۔ ہماری حکومت بہت سے اقدامات پر عمل کررہی ہے۔ مثلاً زرعی پیداوار میں فوری اضافہ حاصل کرنے کے لیے حکومت کی کوشش ہے کہ مختلف مداخل کو آسان قیمتوں پر کسان کو فراہم کیا جائے۔ اس مداخل میں کھاد، پانی، بیج، اپنی جگہ پر اہمیت رکھتے ہیں۔ ان چیزوں کی فراہمی حکومت کی قائم کردہ ایجنسیوں کے ذریعہ کی جارہی ہے۔ بلکہ کاشتکاروں کو ترغیب فراہم کرنے کی غرض سے ان پر معقول اعانہ بھی دیا جارہا ہے۔ آبپاشی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے بھی حکومت کی بھرپور کوشش ہے کہ ٹیوب ویل کی تنصیب میں تیزی سے اضافہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ زرعی خرچ کی فراہمی بھی جاری ہے۔ سیم و تھور پر قابو پانے کے لیے مناسب اقدامات کیئے جارہے ہیں۔ واپڈا اس میدان میں سرگرم عمل ہے اور ملک میں کام کرنے والے تمام ٹیوب ویلوں کی مدد سے پانی کی زیر زمین سطح آب خاصی نیچے ہوگئی ہے۔ غرضیکہ اس طرح ہر شعبہ میں مخصوص اقدامات کرنے سے ہماری زراعت کو ترقی حاصل ہوسکتی ہے۔

زراعت کو ترقی دینے کے لیے حکومت کے اقدامات

ہماری معیشت کے زرعی شعبہ کو ترقی دینے کے لیے متعدد اقدامات کررہی ہے جس کا مختصراً جائزہ درج ذیل ہے:

i) گندم کی پیداوار میں اضافے کے لیے

الف) گندم کی سرکاری خرید میں اضافہ کیا گیا۔

ب) گندم کی ایسی قسم دریافت کی گئی جس پر بیماری کا حملہ کم سے کم ہو۔

ج) بروقت اور مناسب مقدار میں اہم مداخل مثلاً کھاد، پانی، قرضہ وغیرہ کی فراہمی۔

د) زرعی مشینری مثلاً تھریشر، ٹریکٹر، پاورسکر اور براڈ کاسٹر وغیرہ کے استعمال کی طرح کسان کو راغب کرنا۔

ر) کسان کو زرعی تعلیم اور اس کی فنی رہنمائی کے لیے ریڈیو اور ٹی وی پر مخصوص پروگرام نشر کرنا۔

ii) چاول کی پیداوار میں اضافہ کے لیے

حکومت کی امدادی قیمتیں مقرر کرتی ہے کیونکہ بین الاقوامی قیمتیں حکومت کی مقرر کردہ امدادی قیمتوں سے بہت بلند ہوتی ہیں۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹ کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

(iii کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لیے

1970-71ء سے لے کر 75-1974ء تک اجناس کی پیداوار اور رقبہ کو شدید صدمہ پہنچا تھا جس کی مختلف سیاسی اور غیر سیاسی وجوہات تھیں۔ نتیجہ یہ کہ ملکی پیداوار میں تیزی سے کمی آگئی تھی۔ حکومت نے اس کمی کو دور کرنے کے لیے کاٹن پالیسی بنائی۔ فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے اقدامات کئے۔ کپاس کے کاشت کاروں کو مختلف قسم کی ترغیبات فراہم کی گئیں۔ کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن کی جانب سے تحفظات فراہم ہوئے۔ فراخدلانہ قرضہ جات دیئے گئے۔ مداخل کی فراہمی تیز کی گئی کپاس کی قیمت خرید میں حکومت نے اضافہ کیا۔

(iv

(vii زرعی مشینری

ایک محتاط اندازے کے مطابق ہمیں معیاری سطح پر زمین کاشت کرنے کے لیے فی ہیکٹر 12.3 ہارس پاور درکار ہیں جبکہ پاکستان کی کل زرعی مشینری کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو اس وقت زمین کاشت کرنے کے لیے فی ہیکٹر صرف 5 ہارس پاور مہیا ہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے حکومت نے ٹریکٹر کی درآمد میں اضافہ کر دیا ہے۔ مثلاً 79-1978ء میں 5 ہزار 178 ٹریکٹر درآمد کیئے گئے جبکہ 1980ء میں صرف اپریل کے مہینہ تک 17 ہزار 871 ٹریکٹر درآمد کیئے گئے ۔حکومت کاشتکاروں کو زرعی مشینری آسان قسطوں پر مہیا کر رہی ہے۔

(viii زرعی قرضہ جات زرعی قرضہ جات پر حکومت بڑی مستعدی سے عمل کر رہی ہے۔ اور اس کے استعمال اور تقسیم پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس کے نتیجہ میں اب کاشتکاروں کو تینوں مدت کے قرضے دستیاب ہیں۔ زرعی ترقیاتی بینک کے علاوہ حکومت نے دوسرے تجارتی بینکوں کو بھی ہدایات جاری کر دی ہیں۔ کہ کسانوں کو قرضے دینے میں تساہل سے کام نہ لیا جائے۔ اب نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں کسانوں کو چار ذرائع سے زرعی قرض فراہم ہیں: زرعی ترقیاتی بینک، زرعی کوآپریٹوز، تقاوی قرضے اور تجارتی بینک۔

ج) زرعی ترقی کے لیے کھاد اور ادویات کی ضرورت

پانی اور کھاد کی بہتر تقسیم

پانی اور کھاد کی تقسیم بہتر کی گئی۔ ان پر مناسب اعانہ دیا گیا تاکہ کسان ان سے پوری طرح مستفید ہو سکے۔

(v کیڑے مار ادویات کی تقسیم

کیڑے مار ادویات کی تقسیم بہتر کی گئی۔ ہوائی جہاز کے ذریعے دواؤں کے چھڑکاؤ میں نمایاں اضافہ کر دیا گیا۔ کسانوں کو اس سلسلے میں مزید ٹریننگ دینے کا پروگرام بھی بنایا گیا۔ دواؤں کی تقسیم کے نظام کو وسیع کرنے کا بھی پروگرام بنایا گیا دواؤں کی درآمد پر سرکاری ڈیوٹی معاف کرنے کا اقدام بھی کیا گیا۔

(vi اچھی قسم کا بیج کا استعمال بڑھانے کے لیے

چونکہ پیداوار کے اضافہ اور کمی میں بیج کا بڑا دخل ہے اس لیے حکومت نے اس امر پر بھرپور توجہ دی۔ پرانی اقسام کو متروک قرار دیکر نئے اقسام کے رواج پر زور دیا گیا۔ کچھ فصلوں کے عمدہ بیج کے فروخت پر حکومت کچھ اعانہ بھی دیتی ہے۔

اگریکلچرل مارکیٹنگ اینڈ گریڈنگ

کسان پیداوار کو بہتر داموں فروخت کرانے کے لیے حکومت نے PASSCO کا ادارہ قائم کیا جو کامیابی سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔

(x گوداموں کی تعمیر

اجناس ذخیرہ کرنے اور اس کو ضائع ہونے سے بچاؤ کے لیے سرد خانے اور گوداموں کی تعمیرات پر حکومت نے خاصی توجہ دی۔ جس کے نتیجے میں ملک میں سٹوریج کی گنجائش میں نمایاں اضافہ ہوا۔

(xi زرعی تعلیم و تحقیق میں توسیع

ملک میں زراعت کی تعلیم دینے والی مشہور درسگاہوں میں کام کی رفتار تیز کرنے ، زرعی یونیورسٹی ٹنڈو جام، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، زرعی ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ سرگودھا ورحیم یارخان، زرعی بارانی کالج راولپنڈی اور زرعی کالج پشاور میں تعلیم و تجربے اور تحقیق کے کام کو وسعت دینے کے لیے جامع منصوبہ بنایا گیا۔

(xii لائیوسٹاک، ماہی گیری اور جنگلات میں توسیع

ہماری زراعت میں جانور، مچھلیاں، اور درخت نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی ترقی سے ہماری معیشت پر اچھے اثرات پڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت حکومت نے ان تینوں کو ترقی دینے پر بھی توجہ دی ہے۔ ان میں دودھ دینے والے جانور، گوشت مہیا کرنے والے جانور، مرغیاں، بھیڑیں وغیرہ پالی جاتی ہیں ۔ان پر ہماری حکومت اور بیرونی ادارے مثلاً UNDP اور IBRD اخراجات کرتے ہیں۔ تاکہ کامیاب نتائج حاصل کئے جائیں۔

سوال نمبر21۔ معاشی ترقی کے لیے جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت پر بحث کریں۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

جواب۔

معاشی ترقی میں ٹیکنالوجی کا کردار: معاشی ترقی کے عمل کو تیز تر کرنے میں اشیاء خدمات کی پیدائش کے نئے طریقوں کی دریافت اوران کا استعمال بے حد مفید ہے۔ اور بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ ٹیکنالوجی سے مراد وہ باضابطہ علم ہے جو اشیاء خدمات کی پیدائش کے فن سے تعلق رکھتا ہے اس لئے یہ اشیاء خدمات کی پیدائش کے فن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے دو اشیاء خدمات تخلیق میں کام آنے والے تمام ذرائع وسائل مثلاً مشینوں اور آلات کے استعمال سے انسان کے بنائے ہوئے خام مواد استفادہ کرنے کے طریق کار اور توانائی کے نو دریافت وسائل کے استعمال وغیرہ پر محیط ہے۔ معاشی ترقی کے عمل میں ٹیکنالوجی کی اہمیت کو مندرجہ ذیل نکات سے واضح کیا جا سکتا ہے۔

کثیر پیداواری: جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے اشیاء وخدمات وسیع پیمانے پر پیدا کی جا سکتی ہیں۔ جدید مشینیں اور آلات پیدائش کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اشیاء پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ایجادات: جدید ٹیکنالوجی کی بدولت انسان اور فضا وخلاء کی قوتوں کو مسخر کرنے کے قابل ہو گیا ہے نئی نئی ایجادات معرض وجود میں آرہی ہیں۔ نئے حقائق منکشف ہو رہے ہیں۔

انسانی بوجھ میں کمی: جدید ٹیکنالوجی نے انسانی اعضاء پر کام کے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے بھاری بھرکم دیوہیکل کام مشینوں کی مدد سے محض بٹن دبانے سے انجام پائے جاتے ہیں۔

لاگتوں میں کمی: جدید ٹیکنالوجی نے نہ صرف زور پیدا آوری اور کثیر پیداواری کو ممکن بنایا ہے بلکہ اس کی بدولت اشیاء وخدمات کے متعارف پیدائش بھی کم ہو گئے ہیں۔

آسائشات میں اضافہ: جدید ٹیکنالوجی کی بدولت انسان کی زندگی میں سہولتوں اور آسائشات کا قابل قدر اضافہ ہوا ہے اب موسموں کی شدت اور سفر کی صعوبت کا کوئی احساس باقی نہیں رہا فاصلوں کی دوری سمٹ گئی ہے۔

قوت کارکردگی میں اضافہ: جدید ٹیکنالوجی کی بدولت انسان کے حالات کار اور شرائط ماضی کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہو گئے ہیں۔ اس سازگار ماحول نے اس کی قوت کارکردگی پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے۔

بین الاقوامی روابط میں اضافہ: جدید ٹیکنالوجی کے سامنے مغرافیائی فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ اقوام عالم ایک دوسرے کے قریب آگئی ہیں نقل وحمل اور خبر رسائی کے ترقی یافتہ ذرائع نے انہیں باہم مربوط کر دیا ہے۔

معیار تعلیم بلند ہونا: جدید ٹیکنالوجی کی ترقی اور اس سے استفادہ حاصل کرنے کے لیئے تعلیم وتربیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک میں ٹیکنالوجی اور تعلیم دوش بدوش چلتی ہیں۔

پاکستان میں جدید ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے حکومتی اقدامات: پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جو ابھی بھی معاشی ترقی کے لیے ہر شعبے میں سرگرم عمل اور ترقی کی راہوں میں سرگرداں ہے۔ پاکستان کی آبادی غریب ہے۔ زیادہ تر کا تعلق دیہی علاقوں سے ہے۔ اور انحصار زراعت پر ہے۔ زیادہ تر لوگ کھیتی باڑی سے جڑے ہوئے ہیں۔ بہت سے شعبے ایسے ہیں کہ جن میں بھرپور نئی اصلاحات لانے کی ضرورت ہے۔ ان کو نئی راہوں پر لانا ہے اور نئے جدید طریقوں کے متقاضی منصوبے تیار کرنے ہیں۔ ان تمام کاموں میں ٹیکنالوجی ہماری بھرپور مدد کر سکتی ہے۔

2 **طریق پیدائش میں تبدیلی:** پاکستان میں ابھی بھی پرانے فرسودہ نظام کاشتکاری استعمال کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں آبادی جس رفتار سے بڑھ رہی ہے وہ متقاضی ہے کہ طریق پیدائش میں تبدیلی لائی جائے اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے پیداوار میں کم سے کم وقت میں اضافہ کر کے بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کو بطریق احسن پورا کر سکیں۔

3- **پیداواری استعداد میں اضافہ:** دیگر کم ترقی یافتہ ممالک کی پاکستان کو بھی ضرورت ہے کہ وہ ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی یافتہ ممالک کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے مواقع حاصل کریں۔ تاکہ اکیسویں صدی کے تقاضوں کے مطابق اور اپنے ملک کی آبادی کیلئے اپنی پیداواری استعداد میں اضافہ کریں۔ نہ صرف ملک اس میں خود کفیل ہو بلکہ ہم برآمدات میں بھی کثیر اضافہ کر سکیں۔

4- **افرادی قوت کی تعلیم وتربیت:** پاکستان قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے افرادی قوت کی دولت سے بھی نواز رکھا ہے۔ لیکن افرادی قوت باہمت ہونے کے باوجود بنیادی نوعیت کی تعلیم وتربیت سے محروم ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شعبہ میں پیداواری استعداد بہت کم ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ افرادی قوت کو جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے روشناس کروایا جائے اور پھر اس کی استعداد کاری سے بہترین نتائج حاصل کیے جائیں۔

5- **عالم اقوام میں نمایاں مقام:** آج دنیا چھوٹی چھوٹی ایجادات سے بہت آگے نکل چکی ہے۔ خلا اور چاند کو تسخیر کرنے کے بعد ان کی نظریں دیگر کائنات کے چھپے ہوئے رازوں کی تلاش میں ہیں۔ پاکستان کو بھی ٹیکنالوجی کی جدت سے فائدہ اٹھانا ہے اور ایٹمی قوت بننے کے بعد اسے خلائی دوڑ میں بھی اپنا لوہا منوانا ہے تاکہ عالم اقوام میں وہ خود کیلئے نمایاں مقام حاصل کر سکے جسے کوئی تسخیر نہ کر پائے۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com
03345054551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

سوال نمبر 22۔ کن وجوہات کی بناء پر پاکستان میں تجارتی بنکوں کو پرائیوٹائز (Privitize) کیا جارہا ہے؟ بحث کیجیے۔

جواب:

اسٹیٹ بینک کا تعارف

ہر ملک کا ایک مرکزی بینک ہوتا ہے۔ جو اس ملک کے نظام زر کو کنٹرول کرتا ہے۔ اور اسے مستحکم بنیادوں پر رواں دواں رکھتا ہے۔ پاکستان کے مرکزی بینک کا نام "اسٹیٹ بینک آف پاکستان" ہے۔ یہ بینک یکم جولائی 1948ء کو معرض وجود میں آیا۔ اس کا افتتاح بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھوں سے ہوا۔

انتظام

اسٹیٹ بینک کا انتظام ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے سپرد ہے۔ بینک کے تین اہم شعبے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

شعبہ بینکاری

یہ شعبہ تجارتی بینکوں کے کام کی نگرانی کرتا ہے اور قرضوں کے لین دین کے معاملات پر نظر رکھتا ہے۔

شعبہ زرمبادلہ

یہ شعبہ زرمبادلہ کے حصول، تحفظ اور تقسیم کا کام کرتا ہے۔ برآمدات کے بدلے حاصل کیا ہوا زرمبادلہ یہیں جمع کرایا جاتا ہے اور درآمد کنندگان کو درآمدات کیلیے زرمبادلہ یہی شعبہ جاری کرتا ہے۔

اسٹیٹ بینک کے فرائض

اسٹیٹ بینک کے فرائض حسب ذیل ہیں۔

حکومت کا بینک

وفاقی حکومت کے مالی معاملات نمٹانے کی ذمہ داری اسی بینک کے سپرد ہے۔ حکومت کے لیے عوام اور دوسرے اداروں سے قرض لینا اور واپس کرنا اسی بینک کا کام ہے۔ سرکاری ملازمین کو تنخواہ کی ادائیگی بھی یہی کرتا ہے۔ سرکاری ٹیکسوں کی وصولی کا فریضہ بھی اسی کے زمے ہے۔ حکومت کی امانتوں کی حفاظت کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔

بینکوں کا بینک

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ملک میں زر اعتبار کی مقدار بڑھانے اور گھٹانے کا زمہ دار ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ عام تجارتی بینکوں کے لیے ایک پالیسی وضع کرتا ہے اور اس پر عملدرآمد کراتا ہے۔ عام بینکوں کو اپنی پالیسی کا پابند بنانے کے لیے اسٹیٹ بینک ان سے ان کی امانتوں کا 5 فیصد نقد شکل میں ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ عام بینکوں کے لیے شرح سود کا تعین کرنا اور ان کی طرف سے ہنڈیوں پر بٹہ لگانے کی شرح کا اعلان کرنا، اسٹیٹ بینک کے فرائض مین شامل ہے۔ اس کے علاوہ بینکوں کو مختلف علاقوں میں برانچیں کھولنے کی اجازت بھی اسٹیٹ بنک ہی دیتا ہے۔

اسٹیٹ بینک کا تعارف

ہر ملک کا ایک مرکزی بینک ہوتا ہے۔ جو اس ملک کے نظام زر کو کنٹرول کرتا ہے۔ اور اسے مستحکم بنیادوں پر رواں دواں رکھتا ہے۔ پاکستان کے مرکزی بینک کا نام "اسٹیٹ بینک آف پاکستان" ہے۔ یہ بینک یکم جولائی 1948ء کو معرض وجود میں آیا۔ اس کا افتتاح بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھوں سے ہوا۔

انتظام: اسٹیٹ بینک کا انتظام ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے سپرد ہے۔ بینک کے تین اہم شعبے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

شعبہ بینکاری: یہ شعبہ تجارتی بینکوں کے کام کی نگرانی کرتا ہے اور قرضوں کے لین دین کے معاملات پر نظر رکھتا ہے۔

شعبہ زرمبادلہ: یہ شعبہ زرمبادلہ کے حصول، تحفظ اور تقسیم کا کام کرتا ہے۔ برآمدات کے بدلے حاصل کیا ہوا زرمبادلہ یہیں جمع کرایا جاتا ہے اور درآمد کنندگان کو درآمدات کیلیے زرمبادلہ یہی شعبہ جاری کرتا ہے۔

اسٹیٹ بینک کے فرائض

اسٹیٹ بینک کے فرائض حسب ذیل ہیں۔

حکومت کا بینک

وفاقی حکومت کے مالی معاملات نمٹانے کی ذمہ داری اسی بینک کے سپرد ہے۔ حکومت کے لیے عوام اور دوسرے اداروں سے قرض لینا اور واپس کرنا اسی بینک کا کام ہے۔ سرکاری ملازمین کو تنخواہ کی ادائیگی بھی یہی کرتا ہے۔ سرکاری ٹیکسوں کی وصولی کا فریضہ بھی اسی کے زمے ہے۔ حکومت کی امانتوں کی حفاظت کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔

بینکوں کا بینک

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com
0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ملک میں زرِ اعتبار کی مقدار بڑھانے اور گھٹانے کا ذمہ دار ہے۔اس مقصد کے لیے وہ عام تجارتی بینکوں کے لیے ایک پالیسی وضع کرتا ہے اور اس پر عملدرآمد کراتا ہے۔عام بینکوں کو اپنی پالیسی کا پابند بنانے کے لیے اسٹیٹ بینک ان سے ان کی امانتوں کا 5 فیصد نقد شکل میں ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے۔عام بینکوں کے لیے شرح سود کا تعین کرنا اور ان کی طرف سے ہنڈیوں پر بٹہ لگانے کی شرح کا اعلان کرنا ،اسٹیٹ بینک کے فرائض مین شامل ہے۔ اس کے علاوہ بینکوں کو مختلف علاقوں میں برانچیں کھولنے کی اجازت بھی اسٹیٹ بنک ہی دیتا ہے۔

بنکوں کا قومیانہ۔

بنکوں کو پرائیوٹ سرمایہ کاری کی تحویل میں دینے کا مقصد تجارتی خسارہ کم کرنے اور توازن کی ادائیگوں کے بحران سے ملک کو نکالنا ہے۔قومی اسمبلی میں قائمہ کمیٹی برائے وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت کے چیئر مین کرنل (ر) امیر الہ مروت نے ادارہ برائے فنون وثقافت بل 2018ء پر قائمہ کمیٹی برائے وفاقی تعلیم و تربیت کی رپورٹ پیش کی۔قومی اسمبلی میں مالیاتی قرضہ پالیسی کے 2017-18ء کے گوشوارے پیش کر دیئے گئے ہیں۔قومی اسمبلی میں وزیر مملکت برائے خزانہ رانا محمد افضل خان نے مالیاتی ذمہ داری وتحدید قرضہ ایکٹ 2005ء کی دفعات 6 اور 7 کی متقضیات کے مطابق مالیاتی وقرضہ پالیسی کے گوشوارے برائے سال 2017-18ء قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیئے۔بنکوں کو قومیانے کے بنیادی مقصد کچھ یوں ہیں۔

مخصوص قرضہ جاتی اداروں کا قیام: بنکوں کو قومیانے کا بنیادی مقصد مخصوص قرضہ جاتی اداروں کو استحکام دینا ہے۔اس مقصد تجارتی بینک زیادہ تر تجارت پیشہ لوگوں کو ہی قرضہ دینے پر اکتفا کرتے تھے۔اسٹیٹ بینک نے باقی شعبوں کی حق تلفی محسوس کرتے ہوئے ان کے لیئے مخصوص مقاصد رکھنے والے قرضہ جاتی ادارے تشکیل دیئے۔مکانات کی تعمیر ومرمت کیلیے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن ،سرمای کاری کے فروغ کے لیے انویسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان۔صنعتو ں کو قرض مہیا کرنے کے صنعتی ترقیاتی بینک آف پاکستان ،صنعتی اداروں کو زرمبادلہ کی شکل میں طویل مدت قرضوں کی فراہمی کے لیے صنعتی قرضہ وسرمایہ کاری کی کارپوریشن وغیرہ قائم ہوئے۔ان اداروں کے قیام سے مختلف شعبوں کو قرضے کی فراہمی آسان ہوگئی۔ان صنعتوں اور شعبوں کے قائم ہونے سے روزگار، پیداوار، آمدنی اور سہولتوں میں اضافہ ہوا۔ان امور میں اضافہ سے معاشی ترقی رونما ہوئی۔

زرعی قرضوں کا خصوصی اہتمام: بنکوں کو قومیانے کا بنیادی مقصد زرعی قرضوں کا برابر حصول ہے۔ہمارا ملک 60 سال گزرنے کے باوجود ابھی تک زرعی معیشت میں شمار ہوتا ہے۔ہماری قومی آمدنی میں 20.9 فیصد حصہ اب بھی زرعی آمدنیوں اور پیداوار کا ہے۔اس شعبہ سے آبادی کے کثیر حصے کا وابستہ ہونا ایک اہم عنصر ہے۔زراعت جیسے اہم شعبہ کی ترقی کیلیے خصوصی اقدامات کیئے گئے۔ایک طرف زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔تو دوسری طرف تما م تجارتی بینکوں کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ زرعی قرضے کی فراہمی کے سلسلے میں اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ قرضے کاشتکاروں کو بروقت دستیاب ہو جائیں ۔زرعی شعبے کی مجموعی بہتری کے لیے دیگر اقدامات بھی اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی زیر نگرانی اٹھائے گئے مثلاً چاول کی برآمدی کارپوریشن اور کپاس کی برآمدی کارپوریشن اور ایگریکلچرل سٹوریج اینڈ سروسز کارپوریشن ٹیوب ویل کارپوریشن ،وغیرہ کا قیام اور زراعت سے وابستہ لوگوں کو مختلف قرضہ جاتی اداروں نے جو قرضے دیئے ان کی تفصیل یوں ہے:

- ☆ زرعی بینک نے 2007-08ء کے دوران 39561.17 ملین روپے کے قرضے دیئے۔
- ☆ عام تجارتی بینکوں نے 2007-08ء کے دوران 65124.83 ملین روپے کے قرضے دیئے۔
- ☆ پنجاب صوبائی کارپوریٹو بینک نے 2007-08ء کے دوران 3935.16 ملین روپے کا قرضہ دیا۔

تربیت کا سہولت: بنکوں کو قومیانے کا بنیادی مقصد مالیاتی مسائل میں تربیتوں کا حصول ہے قیام پاکستان کے وقت بینکوں کی داغ بیل ڈالی جانے لگی تو تربیت یافتہ عملے کی شدید کمی لاحق ہوئی۔اس مسئلے کو اسٹیٹ بینک نے حل کیا۔اسٹیٹ بینک نے تجارتی بینکوں کو عملہ خود بھرتی کرنے کے لیئے کہا اور ان کو تربیت دینے کی ذمہ داری خود سنبھالی۔بینکاری کے مختلف شعبوں میں مستعد نوجوانوں کو تربیت دینے کا ادارہ کراچی میں قائم ہوا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسٹیٹ بینک کی ذمہ داری کم ہوتی گئی۔اور ہر ایک تجارتی بینک نے اپنے تربیتی ادارے کھول لئے۔موجودہ صورتحال یہ ہے کہ تمام بڑے تجارتی بینکوں کے تربیتی ادارے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔اعلیٰ تربیت کے سلسلے میں یہ بینک بھی اسٹیٹ بینک کی خدمات حاصل کرے ہیں۔

بچت کی عادت کے لیے پبلسٹی: ہمارے ملک کے لوگوں میں فضول خرچی کا بہت رواج ہے۔صرف کی حد بڑھی ہوئی ہونے کے سبب بچت کی عادت بہت کم ہے۔ترقی کے منصوبوں کی تکمیل کیلیے روپے کی کمی لاحق ہوتی رہی ہے۔اس کمی پر قابو پانے کے لیے اسٹیٹ بینک نے ملک بھر میں بچت کی عادت ڈالنے کی مہم کا آغاز کیا۔عوام میں بچت کی اہمیت واضح کرنے کے لیے ایک ''پبلسٹی بورڈ'' تشکیل دیا گیا ہے۔جو بچت کے ہفتے یا دن مناکر۔سیمینار منعقد کر کے اور تقریری پمفلٹ جاری کر کے عوام میں بچت کی عادت راسخ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

افراط زر کی روک تھام: بنکوں کو قومیانے کا بنیادی مقصد افراط زر کی روک تھام ہے پاکستان میں آبادی میں اضافہ ،زر کی مقدار میں توسیع ،منافع خوری کی روش اور دوسرے قومی اور عالمی نوعیت کے اسباب کی بناء پر افراط زر کا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ہر سال یہ مسئلہ زیادہ اہم ہوتا چلا جاتا ہے۔اسٹیٹ بینک نے بڑھتی ہوئی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

گرانی پر قابو پانے میں بھی مدددی ہے۔افراط زر کو کنٹرول کرنے کے لیئے اس بینک نے شرح بینک میں اضافہ کیا ہے۔بینکوں کی زیادہ امانتیں اپنے پاس رکھنی شروع کی ہیں اور زیر گردش زر کو مختلف طریقوں سے محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔

سوال نمبر 23۔ پاکستان میں افراط زر کے کیا اسباب ہیں؟ انہیں کنٹرول کرنے کے لیے اقدامات تجویز کیجیے۔

جواب۔

افراط زر (Inflation) سے ہماری مراد پاکستان جیسی معیشت میں قیمتوں کی عمومی سطح میں ایک مستقل اضافہ ہے۔بہ الفاظ دیگر یہ ایسی صورتحال ہے کہ جب ''بہت سی رقم بہت کم اشیا کے تعاقب'' میں ہو۔جہاں تک افراط زر کے مسئلے کا تعلق ہے، پاکستانی معیشت کا بھی اپنا ایک مخصوص مزاج رہا ہے۔اعداد وشمار کا بغور جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک مندرجہ بالا ہر قسم کا افراط زر مختلف اوقات میں یہاں کی معیشت میں موجود رہا ہے۔

پاکستان میں افراط زر کے اسباب

قیام پاکستان سے لے کر اب تک کے اعداد وشمار کے بغور جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں افراط زر کے مندرجہ ذیل اسباب رہے ہیں۔

منافع خوری

بدعنوانی کے رجحانات پاکستان کے صنعتکاروں اور تاجروں میں عام ہیں۔پاکستان کا یہ طبقہ ابھی تک دوررس منصوبوں اور قومی ترقی کو پائی ترقی نہ سمجھنے پر مصر ہے اور اس لئے فوری فائدہ حاصل کرنے کے لئے قیمتوں میں ناجائز طور پر مسلسل اضافہ کرتا رہتا ہے۔

سرکاری اخراجات

افراط زر کا اتنا ہی بڑا دوسرا سبب ریاست کے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات میں بے پناہ اضافہ اور مسلسل نئے نوٹوں کی چھپائی کی وجہ سے ملک میں مقدار زر میں غیر متناسب اضافہ ہے۔1950ء میں ملک میں مجموعی طور پر قریباً دو ارب روپے کی کرنسی گردش کر رہی تھی جو 58 سال بعد یعنی 2008ء کے اعداد وشمار کے مطابق کئی گنا اضافے کے بعد 4408088 ملین روپے کے لگ بھگ ہو چکی ہے۔

سکے کی قیمت میں کمی

گونا گوں وجوہات کی بناء پر روپے کی قیمت میں کمی کے باعث ایک طرف تو درآمدات کی قیمتوں میں اضافہ ہوا اور دوسری طرف برآمدات بڑھ جانے کے باعث ملکی منڈی میں اشیائے صرف کی رسد میں کمی اور نتیجتاً ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔

بیروزگاری

ملک میں متوازن اور صحت مند صنعتی ماحول نہ ہونے کے سبب ایک طرف تو بے روزگاری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف صنعتی تنازعات کے نتیجے میں پیداوار میں کمی رہی ہے۔چنانچہ قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔

افزائش آبادی ملک میں افزائش آبادی کی شرح تین فیصد سے زائد ہے اور ایک اندازے کے مطابق ہر چوبیس سال میں آبادی دگنی ہو جاتی ہے۔اس سے ملک میں مجموعی طلب میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اور قیمتیں چڑھتی رہی ہیں۔اس طلب کو پورا کرنے کے لئے پیداوار میں اسی تناسب سے اضافہ نہیں ہوا۔

عالمی قیمتیں

افراط زر کا ایک سبب پوری دنیا اور عالمی منڈی میں موجود قیمتوں کی بلند ہوتی ہوئی سطح ہے۔08-2007ء مالی سال کے اعداد وشمار کے مطابق ملکی درآمدات کی مالیت 1979103 ملین روپے اور برآمدات کی کل مالیت 940484 ملین روپے تھی۔بین الاقوامی منڈی سے اتنے وسیع پیمانے پر لین دین کی وجہ سے بین الاقوامی قیمتوں کی سطح لازمی طور پر اندرون ملک قیمتوں کے نظام کو متاثر کرتی ہے۔

افراط زر کا سدباب

ممکنہ علاج

عمومی طور پر ملکی معیشت سے افراط زر کو کم کرنے اور مؤثر طریقے پر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف حکومت کی معاشی پالیسیاں صحیح خطوط پر استوار کی جائیں بلکہ ان پر عملدرآمد بھی مؤثر مشینری کے ذریعے کیا جائے۔قانون کی حکمرانی کے ذریعے تاجروں اور صنعتکاروں کو ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ اور ناجائز جائیں، ملکی پیداوار میں اضافہ کیا جائے اور عاملین پیداوار کی ذاتی کارکردگی میں اضافہ کے لئے اقدامات کئے جائیں۔آبادی میں اضافے کی شرح کو گھٹانا بھی اسی سلسلے کا ایک اہم قدم ہے۔

سوال نمبر 24۔ پاکستان میں وفاقی حکومت کیلئے اخراجات کی بڑی بڑی مدات بیان کریں۔سب سے زیادہ خرچ کس مد پر ہوتا ہے۔

جواب:

وفاقی حکومت کے اخراجات کی مدات:

وفاقی حکومت کے اخراجات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

0345-5054551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

الف) غیر ترقیاتی اخراجات ب) ترقیاتی اخراجات

غیر ترقیاتی اخراجات وہ ہوتے ہیں جو حکومت کے عام فرائض مثلاً امن وامان کے قیام، انصاف کی فراہمی، تعلیمی وصحت اور سماجی بہبود وغیرہ پر خرچ کئے جائیں۔ان اخراجات سے براہ راست قومی اثاثوں میں اضافہ نہیں ہوتا۔ترقیاتی اخراجات سے مرادوہ اخرابات ہوتے ہیں جو ترقیاتی منصوبوں کی تعمیر و تکمیل پر برداشت کئے جائیں۔مثلاً آبپاشی وبجلی کے منصوبے نقل وحمل کے ذرائع، صنعتی وزرعی اسکیمیں وغیرہ۔

دفاع: غیر ترقیاتی اخراجات میں سب سے زیادہ اہمیت ملکی دفاع کو دی جاتی ہے۔کیونکہ مضبوط اور مستحکم دفاع کی موجودگی میں نہ صرف ملک کی سلامتی برقرار رہتی ہے۔بلکہ اندرون ملک معاشی سرگرمیوں کے فروغ پانے کی سازگار فضاء قائم ہوتی ہے۔2007-08ء میں اس مد پر 277300 ملین روپے خرچ کئے گئے جو کل اخراجات کا 12.4 فیصد تھے

انتظامیہ: وفاقی حکومت کو اپنے انتظامی محکموں کو چلانے کے لیے کثیر رقم درکار ہوتی ہے۔ان محکموں میں بیرونی ممالک میں متعین سفیروں، حکومت کے وزراء، قومی اسمبلی وسینٹ کے انتظام، وفاقی پبلک سروس کمیشن، منصوبہ بندی کمیشن، صنعت وحرفت، تعلیم صحت، زراعت، سپریم کورٹ اور فراہمی محصولات وغیرہ شامل ہیں۔2007-08ء میں پاکستان کی وفاقی حکومت نے انتظامیہ پر 368159 ملین روپے خرچ کئے گئے جو کہ کل اخراجات کا 16.5 فیصد بنتا ہے۔

مصارف قرضہ: وفاقی حکومت اپنے منصوبوں کی تعمیر وتکمیل کے لیے اپنے عوام، بیرونی ممالک اور بین الاقوامی مالی اداروں سے قرضے حاصل کرتی ہے۔ان قرضوں کی واپسی اور سود کی ادائیگی کے لیے اسے کثیر رقم مختص کرنا پڑتی ہے۔2007-08ء میں اس مد پر 424275 ملین روپے صرف کرنے پڑے۔

اعانے (Subsidies): حکومت آجروں اور پیدا کنندگان کے مفادات کا تحفظ کرنے اور انہیں پیداوار کی مناسب قیمت دلانے کا انتظام کرنے کے لیے بعض بنیادی ضرورت کی اشیاء کی قیمت کا تعین کر دیتی ہے۔اور اس قیمت پر اشیاء خود خرید کر عوام کو نسبتاً کم قیمت پر مہیا کر دیتی ہے۔اس طرح آجروں اور عوام دونوں کے مفادات کا بیک وقت تحفظ ہوجاتا ہے۔اس طرح حکومت جو خرچ برداشت کرتی ہے اسے اعانہ کہا جاتا ہے۔

صوبائی حکومتوں کی امداد: وفاقی حکومت صوبائی حکومتوں کو اس کے ترقیاتی منصوبوں کے لیے امداد مہیا کرتی ہے۔2007-08ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے صوبوں کو 87000 ملین روپے کی امداد مہیا کی گئی۔

رفاع عامہ کے محکمے: ان میں وہ محکمے شامل ہیں جو لوگوں کی فلاح وبہبود اور تعلیم وتربیت اور صحت سے تعلق رکھتے ہیں۔اگرچہ ان محکموں کی ذمہ داری بنیادی طور پر صوبائی حکومتوں کے دائرہ میں آتی ہے۔تاہم وفاقی حکومت بھی ان خدمات پر خرچ کرتی ہے۔2007-08ء میں حکومت پاکستان نے صرف معاشرتی خدمات پر 78900 ملین روپے خرچ کئے۔

سوال نمبر 25۔ بجٹ کی معاشی اہمیت بیان کیجیے۔

جواب:

میزانیہ (Budget): میزانیہ یا بجٹ حکومت کا ایسا گوشوارہ ہوتا ہے جس میں ایک سال کے لئے اس کی آمدنی اور خرچ کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔وفاقی طرزِ حکومت میں مرکزی اور صوبائی حکومتیں ہر سال اپنا الگ الگ میزانیہ بناتی ہیں جس میں ان کی آمدنی اور اخراجات کی مکمل تفصیل موجود ہوتی ہے۔کسی حکومت کا میزانیہ اس کی معاشی حکمت عملی اور معاشی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے اس لیے اسے اندرون ملک اور بیرون ملک ایک اہم دستاویز تصور کیا جاتا ہے۔ملک کی معیشت پر اس کے گہرے اثرات پڑتے ہیں اور اس کے ذریعہ ملکی وسائل کا رخ متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور تقسیم دولت کے نظام میں خاطر خواہ تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں۔میزانیہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

(الف) میزانیۂ محاصل۔ (ب) میزانیۂ سرمایہ

(الف) میزانیۂ محاصل: اس میں حکومت کے عام اخراجات اور آمدنی کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔اس میزانیہ کی آمدنی عام طور پر محصولات (بالواسطہ یا بلاواسطہ) کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے جبکہ اخراجات بالعموم حکومت کے روزمرہ فرائض کی انجام دہی پر برداشت کئے جاتے ہیں۔

(ب) میزانیۂ سرمایہ: اس میں حکومت کی آمدنی زیادہ تر ملکی اور غیر ملکی قرضوں سے حاصل ہوتی ہے۔میزانیہ محاصل کی فاضل (Surplus) آمدنی بھی عام طور پر اس طرف منتقل کر دی جاتی ہے۔میزانیہ سرمایہ کا خرچ ملک کے طویل المدت اور دیرپا ترقیاتی منصوبوں پر ہوتا ہے مثلاً آبپاشی کے منصوبے اور بجلی کے منصوبے وغیرہ۔اس لیے اسے ترقیاتی میزانیہ (Development Budget) بھی کہا جاتا ہے۔

میزانیہ کی اقسام: میزانیہ تین طرح کا ہوسکتا ہے۔

(الف) فاضل میزانیہ (Surplus Budget)

(ب) خسارہ میزانیہ (Defeiit Budget)

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، الف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشتعالی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

(ج) متوازن میزانیہ (Balanced Budget)

(الف) فاضل میزانیہ: میزانیہ اس وقت فاضل کہلاتا ہے جب میزانیہ محاصل میں حکومت کی متوقع آمدنی کی متوقع اخراجات سے زیادہ ہو۔ میزانیہ محاصل کی فاضل آمدنی کو حکومت ترقیاتی میزانیہ میں منتقل کر کے اسے ملکی ترقی کے لیے استعمال کرتی ہے یا پھر اسے اپنے قرضوں کی واپسی وغیرہ کے لیے استعمال کرتی ہے۔

(ب) خسارہ میزانیہ: جب میزانیہ محاصل میں حکومت کے متوقع اخراجات اس کی متوقع آمدنی سے زیادہ ہوں اسے خسارہ میزانیہ کہتے ہیں۔ ان زائد اخراجات کو پورا کرنے کے لئے جہاں ایک طرف حکومت نئے محصولات عائد کرتی ہے اور پرانے محصولات کی شرح میں اضافہ کرتی ہے وہاں وہ قرضوں کا سہارا لیتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمایل خاسر (Deficet Financing) کی پالیسی بھی اختیار کرتی ہے۔

(ج) متوازن میزانیہ: جب حکومت کی میزانیہ محاصل کی آمدنی اور خرچ برابر ہوں تو اسے متوازن میزانیہ کہا جاتا ہے۔ نظری طور پر متوازن میزانیہ کو بہترین پالیسی قرار دیا جاتا ہے لیکن عملی طور پر میزانیہ شاید ہی متوازن ہوتا ہے۔

میزانیہ کی تیاری: میزانیہ کی تیاری ایک فنی عمل ہے۔ حکومت کے تمام شعبے ایک خاص ضابطے کے تحت آئندہ سال کے لیے اپنی آمدنی اور خرچ کی مفصل رپورٹ تیار کر کے وزارت مالیات (Minstry of Finance) کے بھیج دیتے ہیں۔ آمدنی اور خرچ کے ان تخمینوں میں کو موجودہ ذرائع سے آمدنی اور معرض وجود میں آنے والے نئے ذرائع سے آمدنی شامل ہوتی ہے۔ اس طرح اخراجات کے زمرے میں موجودہ اخراجات اور نئے متوقع اخراجات کے عنوانات سے گوشوارے شامل کئے جاتے ہیں۔ میزانیہ میں تین قسم کے اعداد و شمار پیش کیے جاتے ہیں۔

(الف) اصل تخمینے

(ب) نظر ثانی شدہ تخمینے

(ج) میزانیہ کے تخمینے

(الف) اصل تخمینے: جب بھی میزانیہ تیار کیا جاتا ہے تو اس میں سال رواں کی آمدنی اور اخراجات کے اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار سال رواں کے میزانیہ کے ابتدائی تخمینوں کو ظاہر کرتا ہے۔

(ب) نظر ثانی شدہ تخمینے: اصل میزانیہ کے تخمینوں میں سال رواں کے دوران میں عملی اعتبار سے حالات اور ضروریات کے مطابق کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے پیش نظر آمدنی و خرچ کا نظر ثانی شدہ تخمینہ تیار کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں یہ گوشوارہ جولائی سے مارچ تک کے نو مہینوں کی آمدنی اور خرچ کے حقیقی اعداد و شمار پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی روشنی میں باقی تین ماہ یعنی اپریل، مئی، جون کی آمدنی اور خرچ کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ نظر ثانی شدہ میزانیہ کے اعداد و شمار کافی حد تک سال رواں میں حکومت کی حقیقی آمدنی و خرچ کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اصل میزانیہ کی آمدنی و خرچ کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

(ج) میزانیہ کے تخمینے: آئندہ سال کے لئے حکومت کی آمدنی و خرچ کا جو گوشوارہ تیار کیا جاتا ہے اسے "میزانیہ کا تخمینہ" Budget Estimate کہا جاتا ہے۔ اس مین آئندہ سال میں حکومت کی متوقع آمدنی اور متوقع خرچ کے تخمینے پیش کئے جاتے ہیں۔

میزانیہ کی تیاری کے بعد اسے کابینہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ کابینہ کی منظوری کے بعد وزیر مالیات اسے قومی اسمبلی میں پیش کرتا ہے اور ایک مفصل تقریر کے ذریعہ اس کے مختلف پہلوؤں کی توضیح کرتا ہے۔ قومی اسمبلی میں اس پر سیر حاصل بحث کی جاتی ہے اور بالآخر اسے مناسب رد و بدل کے بعد منظور کر لیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی کی عدم موجودگی میں وزیر خزانہ ریڈیو، ٹیلیویژن پر اسے قوم کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس کے بعد صدر مملکت کی توثیق سے میزانیہ کو حتمی منظوری حاصل ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر 26۔ سماجی بہبود کے فروغ کے لیے موجودہ حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

جواب۔

آج قوم کو درپیش تمام چیلنجز، ہم سے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے پیغام، رہنما اصولوں اور ویژن سے ایک بار پھر صحیح طریقے سے رجوع کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ ایسا کرنا اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ اس سے ہم اپنے عظیم قائد کے خوابوں کے مطابق ملک کو آگے بڑھتے ہوئے اور ترقی پسند جدید جمہوریت بنانے کیلئے اپنی ترجیحات کو از سر نو وضع کر سکتے ہیں۔ قوم اس وقت ایک حقیقی جمہوری معاشرے میں ڈھلنے کیلئے جدوجہد کر رہی ہے کیونکہ جمہوریت اور جمہوری اقدار اس کے عظیم سیاسی مفکر اور بے مثل معمار قوم کیلئے بنیادی اہمیت کی حامل تھیں۔

تاریخ پر نگاہ دوڑاتے ہوئے ہم قائداعظم کی ایک متاثر کن رہنما اور ایک مخلص و لگن کے حامل رہنما کے طور پر غیر معمولی خصوصیات دیکھ سکتے ہیں جن کے نزدیک عوام کی فلاح و بہبود ان کی جدوجہد کا سب سے اہم مقصد تھا۔ ذاتی حیثیت میں بھی قائد نے انتہائی نظم و ضبط کی حامل زندگی بسر کی اور ایک بے داغ کردار پیش کیا جس کے باعث وہ سب سے آگے رہتے ہوئے قوم کی رہنمائی کرنے میں کامیاب رہے۔ قائداعظم کی جدوجہد کی بنیاد ایک ایسا ملک قائم کرنے پر تھی جس میں رنگ، نسل اور عقیدے سے قطع نظر تمام آبادی کو یکساں اقتصادی مواقع اور سماجی انصاف میسر ہوگا۔ ان کی سیاسی فہم و فراست کے نتیجہ میں ایک زیر نگیں اور بے سمت اقلیت میں سے ایک قوم تشکیل دینے کے علاوہ جدید قومی ریاست تشکیل دینے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، ڈی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

ملکی سطح پر سماجی بہبود کے اقدامات کا جائزہ۔

پاکستان میں سرکاری سطح پر منسٹری آف پلاننگ، ڈویلپمنٹ اینڈ ریفارم نے یو این ڈی پی اور آکسفورڈ پاورٹی اینڈ ہومن ڈویلپمنٹ پروگرام کی تکنیکی معاونت سے 2016 کے دوران ملک میں غربت کے بارے میں پہلی مرتبہ ایک جامع رپورٹ کا اجراء کیا۔اس رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 39 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کررہی ہے رپورٹ کے مطابق پاکستان کے شہری علاقوں میں غربت کی شرح دس فیصد جبکہ دیہی علاقوں میں یہ شرح 54 فیصد ہے۔اس رپورٹ کے مطابق فاٹا میں 73 فیصد، بلوچستان میں 71 فیصد، کے پی کے میں 49 فیصد، گلگت بلتستان اور سندھ میں 43 فیصد پنجاب میں 31 فیصد اور آزاد جموں وکشمیر میں 25 فیصد لوگ خط غربت سے نیچے رہ رہے ہیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں غربت کا وسیع تفاوت پایا جاتا ہے۔مثال کے طور پر جہاں ایک طرف اسلام آباد، لاہور اور کراچی جیسے شہروں میں دس فیصد افراد خط غربت سے نیچے زندگی بسر کررہے ہیں وہاں قلعہ عبداللہ، ہرنائی اور بارکھان جو کہ بلوچستان کے اضلاع ہیں وہاں غربت کا تناسب 90 فیصد ہے۔

خوراک صحت اور تعلیم۔ شہریوں کو ملنے والی خوراک، رہائش، تعلیم اور صحت وغیرہ جیسی بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لیے پاکستان میں ہیومن ڈویلپمنٹ انڈیکس (HDI) کی شرح بھی دیگر ترقی پزیر ممالک کی نسبت بہت کم ہے اور پاکستان دنیا بھر میں 117 نمبر پر ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں مختلف علاقوں کے درمیان ہیومن ڈویلپمنٹ کا وسیع فرق بھی پایا جاتا ہے جس پر توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے ورنہ یہ محرومیاں وفاق پاکستان کو بہت کمزور کرسکتی ہیں۔ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں انتہائی امیر لوگوں کی تعداد دس فیصد، اپر مڈل کلاس کی تعداد بیس فیصد، لوئر مڈل کلاس تیس فیصد جبکہ چالیس فیصد افراد انتہائی غریب ہیں۔کسی بھی معاشرے میں آبادی پر کنٹرول اور انسانی وسائل کی ترقی سے ہی غربت کے خاتمے کے اہداف طے کئے جاسکتے ہیں اور ہمارے ہاں ابھی تک یہ انتہائی توجہ طلب امور ہیں۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ پاکستان کے متوقع وزیراعظم عمران خان نے اپنی وکٹری سپیچ میں ملک کو فلاحی ریاست بنانے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

یقیناً ایسا راتوں رات ہونا ممکن نہیں لیکن بہتر، دیرپا اور قابل عمل حکمت سے ہم فلاحی ریاست کے اہداف حاصل کرسکتے ہیں۔اس سلسلے میں ملک کے ان علاقوں کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے جہاں غربت کی شرح بلند ہے خاص طور پر جنوبی پنجاب، فاٹا، تھر اور بلوچستان کے علاقوں کا احساس محرومی دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں نئی حکومت کو ایک مربوط حکمت عملی کے تحت سماجی بہبود کے اداروں کی تشکیل نو کرنی چاہیئے جبکہ ان اداروں کی سربراہی ایسے فعّال افراد کو دینی چاہیئے جو اس میدان میں تعلیم، تجربہ اور اہلیت کے ساتھ ساتھ انسانیت کا درد رکھتے ہوں۔ پاکستان میں متعدد ادارے اپنے اپنے دائرہ کار کے تحت الگ الگ سماجی بہبود اور غربت کے خاتمے کے لیے کام کررہے ہیں جن میں پاکستان بیت المال، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام، پاکستان فنڈ برائے تخفیف غربت (پی پی اے ایچ)، ورکرز ویلفیئر فنڈ، ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن (ای او بی آئی)، محکمہ زکوٰۃ وعشر، سٹاف ویلفیئر آرگنائزیشن جبکہ نجی سطح پر بے شمار مائکروفنانس بینک اور متعدد این جی اوز بھی شامل ہیں۔ یہ تمام ادارے علیحدہ علیحدہ مینڈیٹ کے تحت کام کررہے ہیں اور ان سب کا الگ الگ ڈیٹا بیس ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تمام اداروں کو ایک پلیٹ فارم یا ایک وفاقی وزارت کے تحت اکٹھا کیا جائے اور تمام اداروں کے ڈیٹا بیس کو ایک دوسرے سے منسلک کردیا جائے یا خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والوں کا ایک مفصل ڈیٹا بیس بنایا جائے جس میں انتہائی غریب گھرانوں کے لئے تعلیم، معیشت، صحت اور دیگر سماجی اشاروں کی درجہ بندی کرکے ان کی بحالی کے اقدامات کئے جائیں اور ایسے افراد کو بحالی تک متعلقہ ادارے بغیر کسی لمبی چوڑی سرکاری کاروائیوں کے ان کے گھر کی دہلیز تک ریلیف پہنچانے کے پابند ہوں۔

دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ریلیف کے خواہاں شہری ان اداروں میں دھکے کھارہے ہوتے ہیں اور شائد محدود وسائل کی وجہ سے سفارش کے بغیر کسی کا کام نہیں ہوتا۔اس سارے عمل میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ہم نے اپنی قوم کو باصلاحیت بنانا ہے نہ کہ انھیں بھکاری بنانا ہے اس لیے نقد یا چیک کی صورت میں مالی معاونت کو ایسے بزرگ خواتین وحضرات اور معذور افراد تک محدود کیا جائے جو کام کرنے کی سکت نہ رکھتے ہوں جب کہ باقی لوگوں کو اپنے پسند کے شعبوں میں فنّی معاونت فراہم کرنے کے اقدامات کئے جائیں تو بہتر ہوگا۔

فنی تعلیم کی ضرورت اور اہمیت۔

اس سلسلے میں فنّی تربیت کے اداروں کو بھی اسی پلیٹ فارم کے ماتحت کرنا بہتر ہوگا اور ملک کے چاروں صوبوں میں کم از کم ایک ایک فنّی تربیت کی یونیورسٹیاں قائم کردی جائیں تو یہ عمل غربت کے خاتمے اور فلاحی ریاست کے قیام کے لیے سنگ میل ثابت ہوگا۔ان اقدامات کی بدولت نہ صرف ہنرمند افراد میں اضافہ کرکے ان کیلئے وسیع پیمانے پر ملکی اور غیر ملکی سطح پر ملازمتوں کی فراہمی کو ممکن بنایا جاسکتا ہے بلکہ بیرونی ترسیلات اور ایکسپورٹ میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

معاشی استحکام کی ضرورت۔

ان تربیت یافتہ افراد کو مائیکروفنانس بینکوں سے قرض دلوا کر کاروباری سرگرمیوں کو بھی فروغ دیا جاسکتا ہے۔اس سارے عمل میں سابقہ حکومتوں میں شروع کئے گئے سماجی بہبود کے مختلف پروگراموں کو یکسر ختم کرنے کی بجائے ان میں موجود خامیوں کو دور کرنے پر توجہ دینی چاہیئے۔اس کے باوجود کہ ایک ترقی یافتہ ملک

0334 5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

بننے کیلئے ہمارے پاس مطلوبہ صلاحیتیں اور وسائل موجود ہیں پاکستان ہنوز ایک ترقی پزیر ملک ہے۔ہماری ترقی میں درپیش بڑی رکاوٹیں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی،انسانی ترقی کے عمل میں سست روی، انتظامی غفلتیں اور کسی جامع منصوبہ بندی کا فقدان ہے۔سماجی بہبود سے منسلک سرکاری اداروں کے ملازمین کی تربیت کی بھی اشد ضرورت ہے، ان ملازمین کو نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ بیرون ملک بھی تربیت دی جانی چاہیئے سماجی بہبود کے شعبوں میں خواتین مردوں کی نسبت کہیں زیادہ بہتر کام کرسکتی ہیں لہٰذا ان شعبہ جات میں خواتین کا کوٹہ زیادہ سے زیادہ رکھا جائے تو مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔اگر مربوط حکمت عملی کے تحت کوشش کی جائے تو سماجی بہبود کے تمام ادارے حکومت سے گرانٹ حاصل کرنے کی بجائے اپنی ضروریات کیلئے درکار بیشتر رقم اپنے وسائل سے جمع کر سکتے ہیں۔مثال کے طور پر فنّی تربیت کے اداروں میں ہنرمند طلباء - سے بہت سی مصنوعات تیار کروا کر انھیں مارکیٹ کیا جاسکتا ہے یا یہ ادارے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت بہت سی چھوٹی صنعتیں قائم کر کے ان میں تیار ہونے والی مصنوعات کو ملکی اور غیر ملکی مارکیٹ میں پیش کر کے اپنے لئے وسائل جمع کر سکتے ہیں اس کیلئے ملک بھر میں اور بیرون ملک پاکستانی سفارت خانوں کی مدد سے ڈسپلے سنٹر قائم کیئے جائیں اور ان کی اچھی تشہیر کی جائے تو مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں آسانی ہو گی۔

محنت اور افرادی قوت۔

بہت سے وضائف ایسے ہیں جنہیں ناظمانہ وظائف کہا جاتا ہے۔یہ وظائف ہیں جنہیں ریاست اپنے کارکنوں کے ذریعے سے خود سرانجام نہیں دیتی بلکہ ان کے بارے میں صرف ہدایات دیتی ہے مثلاً کارخانوں میں کام کا صورت حال، تجارت کے لیے لائسنس کا اجرا، فرنچ گاہیں اور عوامی گھر، کاپی رائٹ ایکٹ کی نگرانی، ٹریڈ مارک اور کمپنیوں کی رجسٹریشن، بنک انشورنس کمپنیاں معاہدے، شراکت داری وغیرہ۔بہت سے وظائف ہے جو ایک ریاست کے لیے لازمی تو نہیں البتہ ریاست کو ادا کرنے چاہیے خاص کر اگر وہ ریاست ایک فلاحی ریاست ہونے کا دعوی کریں، چند یہ ہیں:

☆ تمام شہریوں کے زندگی کے گزر بسر کے لیے خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام کرنا۔

☆ بڑھاپے کے لیے پنشن

☆ تمام شہریوں کے لیے خواہ وہ کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہو، کے لیے لازمی اور یکساں نظام تعلیم۔

☆ مستحق شہریوں کے لیے مفت علاج

کسی مسیحا کو تلاش کرنے کی بجائے ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ بہر حال انسان بذات خود ہی اپنا سب سے بڑا مسیحا ہوتا ہے اصل مسیحا وہ نہیں ہوتا جو دوسروں کے دکھ درد کو خود دور کرتا ہے بلکہ اصل مسیحا وہ ہوتا ہے جو کسی کا دکھ درد بانٹنے کے ساتھ اسے آئندہ کیلئے اس مصیبت سے نجات کا نسخہ بتا تا ہے۔لوگوں پر حکومت کی خواہش سے ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور صرف خوف خدا رکھنے والے ہی اس ذمہ داری کے اہل ہوتے ہیں۔ذاتی نمود و نمائش کیلئے اقتدار حاصل کرنے والے لوگوں کو تاریخ عبرت کا نشانہ بنا دیتی ہے۔ہم ایک ایسے دین کے پیروکار ہیں جو انسان تو ایک طرف، بھوکے کتے کے حقوق کا بھی خیال رکھنے پر زور دیتا ہے۔سوال یہ ہے کہ کروڑوں غریب، بے بس، مجبور، لاچار اور دو وقت کی روٹی کیلئے محتاج افراد پر حکومت کی خواہش رکھنے والے ہمارے نئے حکمران انسانی خدمت کی ایک نئی تاریخ رقم کریں گے یا عبرت کی علامت بننے کو ترجیح دیں گے؟

سوال نمبر 27۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کے لیے مالیاتی مسلک کی اہمیت بیان کیجیے۔

جواب۔۔

<u>مالیاتی مسلک کی تعریف</u>(Fiscal policy):۔موجودہ زمانے میں ہر حکومت اپنے عوام کی معاشی بہبود کے لئے اہم خدمات انجام دیتی ہے۔اس مقصد کے لئے اسے ایک طرف آمدنی درکار ہوتی ہے۔ جسے وہ محصولات اور قرضوں کے ذریعے حاصل کرتی ہے اور دوسری طرف اسے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے مختلف نوعیت کی خدمات مہیا کرنے اور معاشی ترقی کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔حکومت کی ان ہی سرگرمیوں کو" مالیاتی مسلک" کا نام دیا جاتا ہے۔

پروفیسر لپسے (Lipsey) کے الفاظ مین مالیاتی مسلک؛

" حکومت کے مالیات اکٹھا کرنے اور انہیں خرچ کرنے کے سلسلے کی سرگرمیاں مالیاتی پالیسی کہلاتی ہیں"

امریکی معیشت دان ایم ڈبلو لی M.W.LEE کے مطابق:۔

"مالیاتی پالیسی کا تعلق ان سرکاری فیصلوں سے ہوتا ہے جن کے تحت ٹیکس عند کرنے سرکاری خراجات عمل میں لانے سرکاری قرضے حاصل کرنے اور ان کے متعلق بندوبست کرنے کے اقدامات کیے جاتے ہیں"

پس حکومت کی مالیاتی پالیسی سے مراد یہ ہے کہ حکومت مختلف ذرائع سے آمدنی کیسے حاصل کرتی ہے اور انہیں اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے کس طرح خرچ کیا جاتا ہے۔

<u>مالیاتی مسلک کی اہمیت</u>:۔مالیاتی مسلک کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے۔

کاشان اکیڈمی 03345504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

(1) وسائل کا تعین:۔ ''مالیاتی مسلک'' کے ذریعہ حکومت ملکی وسائل کا رخ کم پیدا آور شعبوں سے زیادہ پیدا آور اور سماجی لحاظ سے زیادہ مفید شعبوں کی طرف موڑ سکتی ہے۔حکومت جس شعبہ میں اپنے اخراجات میں اضافہ کرتی ہے،اس میں معاشی سرگرمیوں کے لئے سازگار ماحول اور ضروری لوازمات وجود میں آجاتے ہیں۔اس سے ملکی سرمایہ کاروں کا اس شعبہ کی طرف میلان ایک قدرتی امر ہے۔

(2) بہتر تقسیم دولت:۔ مالیاتی مسلک کے ذریعہ حکومت ملک میں تقسیم دولت کے نظام کو بہتر بنا سکتی ہے۔اس مقصد کے لئے بڑی بڑی آمدنیوں پر متزائید محصول Progressive Tax عائد کرکے اور ان محاصل کو کم آمدنی پانے والے طبقات کے مفاد میں خرد کرکے آمدنیوں میں پائے جانے والے فرق کو کم کیا جاتا ہے۔

(3) تشکیل سرمایہ:۔ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک عمومی غربت و افلاس کے باعث سرمایہ کا شکار ہیں۔جس کی وجہ سے افلاس کے شیطانی چکر vicious Circle سے نجات حاصل کرنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔ان میں تشکیل سرمایہ کے لئے مالیاتی مسلک کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔اس کی ایک شکل یہ ہے کہ حکومت اشیائے تعیش Luxuries اور غیر ضروری صرف کی اشیاء پر بھاری محصولات عائد کرکے اپنے محاصل کو بڑھانے اور پھر اس آمدنی کو ملک کے ترقیاتی منصوبوں کی تعمیر و تکمیل کے لئے استعمال کرے۔

(4) افراط زر پر قابو پانا:۔ترقی پذیر ممالک کی اکثریت افراط زر سے دوچار ہے۔اس کی وجہ سے یہاں تشکیل سرمایہ کے عمل میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مالیاتی مسلک کو افراطِ زر پر قابو پانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔حکومت محصولات کے ذریعہ زائد قوت خرید کو عوام کے ہاتھوں سے نکال کر اپنی تحویل میں لے سکتی ہے۔

(5) تجارتی دوروں Trade Cycle کی شدت کو کم کرنا:۔تجارتی دور سرمایہ دارانہ آزاد معیشت کا خاصا بن چکے ہیں۔ان سے مکمل طور پر نجات تو ممکن نہیں تاہم ان کی شدت کو کم کیا جاسکتا ہے۔معیشت کے توسیعی دور Expansion Phase میں فاضل میزانیہ Surplus Budget کے ذریعہ آمدنی کے اخراجات سے زیادہ رکھ کر حکومت زر کی زائد رسد کو گردش سے نکال کر ملک کو افراطِ زر کے گرداب سے بچا سکتی ہے۔اس کے برعکس جب کساد بازاری Depression کے زمانے میں آمدنی کے مقابلہ میں اخراجات میں اضافہ کرکے زر کی رسد کو بڑھایا جاتا ہے۔جس سے آمدنیوں اور روزگار میں اضافہ ہوتا ہے۔

مالیاتی مسلک کا مقاصد:۔ سرکاری مالیاتی مسلک سے درج ذیل اہم مقاصد کو پورا کیا جاتا ہے۔

ا۔ تجارتی چکر کے اتار چڑھاؤ کی روک تھام:(The elimination of business cycles)

معیشت میں پیدا ہونے والے تجاتی چکروں کی روک تھام سرکاری یا مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد ہوتا ہے۔کیونکہ یہ تجارتی چکر کسی بھی معیشت کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں گرم بازاری کی صورت میں ملک میں قیمتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔اور افراط زر پھیل جاتا ہے۔جبکہ قیمتوں کے گرنے کا رجحان ہو تو معیشت میں تفریط زر یعنی سرد بازاری ہوجاتی ہے۔قیمتیں اتنی گرجاتی ہیں کہ کہ آجروں کے لیے مصارف پیدائش پورا کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ایسے میں زیادہ تر آجر پروڈکشن بند کردیتے ہیں۔ملک میں بے روزگاری عام ہوجاتی ہے۔مالیاتی پالیسیاتی کے تحت ان پر قابو پایا جاسکتا ہے۔افراط زر میں فاضل بجٹ تیار کیا جاتا ہے۔حکومت اپنی آمدنی میں آضافہ کرتی ہیاور اکراجات میں کمی کرکے گرم بازاری کی روک تھام کرتی ہے۔حکومت نئے ٹیکس لگاتی ہے جبکہ سرد بازاری کے دوران خسارے کا بجٹ تیار کرتی ہے۔آممدنی کم کرکے اخراجات کو بڑھاتی ہے۔نئے ٹیکس نہیں لگاتی اور خود ئی شعبوں میں سرمایا کاری کرتی ہے۔

۲۔ مکمل روزگار کا حصول:(The achievement of Desirable Employment)

ملک میں مکمل روزگار پیدا کرنا ہر حکومت کا بنیادی فرض ہے۔ملک میں موجود تمام لوگ کام کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتے ہوں ان کو مکمل روزگار فراہم کرے۔حکومت خود سرمایا کاری کرتی ہے۔نئے منصوبے بناتی ہے۔اور ترقیاتی پرگرام کے پھیلاؤ کو وسیع کرتی ہیتا کہ ملک میں سرمایا کاری کی مطلوبہ مقدار حاصل کرکے لوگوں کو مکمل روزگار کی فراہمی ممکن بنائی جاسکے اور اگر مکمل روزگار ہو تو اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۳۔ قیمتوں کو مناسب سطح پر برقرار رکھنا:(The achievement of Desirable price level)

ملک میں قیمتوں کی ایک خاس سطح کو برقرار رکھنا بھی حکومت اہم ذمہ داریوں اور مالیاتی پالیسی کے اہم مقاصد میں سے ایک ہے۔کیونکہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ بھ ملکی معیشت کو نقصان دیتے ہیں اگر قیمتوں میں اضافہ ہوجائے تو آجرین کے لیے سرمایہ کاری خاس نفو بخش ہوتی ہے جس سے وہ اشیاء زیادہ پیدا کرتے ہیں لیکن یہ زائد پیداوار سرد بازاری کو جنم دیتی ہے۔اور قیمتیں زیداہ ہونے کی وجہ سے صارفین کی قوت خرید بھی کم ہوجاتی ہے۔حکومت اشیاء کی پرائس کنٹرول کے ذریعے قیمتوں کو کنٹرول کرتی ہے۔اور ھر آجر کم قیمت پر اشیاء نہ دیں تو حکومت ان کو مہنگے داموں خرید کر صارفین کو سستی مہیا کرتی ہے۔مختلف چھوت (Subsides) دیتی ہے اور خسارے کو نئے ٹیکس سے پورا کرتی ہے۔معیشت میں قیمتیں گرنے کا رجحان زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ایسی صورت میں معیشت کو بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔حکومت مالیاتی پالیسی کے ذرئعے قیمتوں کا ایک خاص معیار قائم کرتی ہے۔کہ نہ ان میں اضفہ ہو اور نہ ہی ان میں کمی آئے بلکہ ان کی مناسب سطح کو برقرار رکھا جائے۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

میٹرک ،ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

03334504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

۴۔**<u>عدم مساوانہ آمدنیوں کو کم کرنا</u>:(The achievement of Desirable income Distribution)**

مختلف مملک میں موجود لوگوں کی آمدنیوں میں بہت فرق پایا جاتا ہے لوگوں میں عام طور پر دو طبقات پائے جاتے ہیں امیر اور غریب۔امیر طبقہ زندگی کی آسائشات سے لطف اندوز ہوتا ہے۔جبکہ غریب طبقہ بنیادی ضروریات کے حصول سے بھی محروم رہتا ہے۔مالیاتی پالیسی کی مدد سے امیر اور غریب کے درمیان فرق کو کم کیا جاسکتا ہے۔امیروں پر ٹیکس عائد کر کے ان کی آمدنیوں کو کم کیا جاتا ہے۔اور ٹیکس سے حاصل کردہ رقوم غریبوں کی بہبود پر خرچ کر کے ان کی زندگی کے معیار کو بلند کیا جاتا ہے۔

۵۔**<u>صرف دولت کا مناسب معیار برقرار رکھنا</u>:۔** مالیاتی پالیسی کی مدد سے صرف دولت کے مناسب معیار کو برقرار رکھنا جاتا ہے۔افراط زر کی صورت میں لوگوں کی آمدنیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اس لیے ان کا خرچ کی طرف رجحان بڑھ جاتا ہے۔اس کے برعکس تفریط زر کے دوران لوگوں کی آمدنی میں کمی آجاتی ہے اور ان کا خرچ کم ہو جاتا ہے لوگ بے روزگار ہو جاتے ہیں اور اشیاء کی طلب میں کمی آجاتی ہے۔حکومت افراط زر کے پیش نظر ٹیکس لگا کر لوگوں کی آمدنی کو کم کرتی ہے اور تفریط زر میں صرفی خرچ کو بڑھا دیتی ہے۔بے روزگاری الائنس،پنشن اضائف کی صورتوں میں حکومت لوگوں کو مالی امداد فراہم کرتی ہے۔تاکہ لوگوں کے معیار زندگی کو گرنے نہ دے۔یوں مالیاتی پالیسی کی مدد سے صرف دولت کے مناسب معیار کو قائم سکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

٦۔**<u>معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ کرنا</u>:۔**

حکومت کی مالیاتی پالیسی کا ایک اہم مقصد ملک کی معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا ہے۔ایک ترقی پزیر ملک کی معاشی ترقی کے لیے آمدنی کا حصول ضروری ہے۔اس کے لیے حکومت لوگوں کو بچتوں کی ترغیب دیتی ہے۔تاکہ ان بچتوں سے مزید سرمایہ کاری کی جاسکے۔اور معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کیا جاسکے اس کے علاوہ حکومت خسارے کی سرمایہ کاری کے ذریعے بھی مالیتی کی فراہمی کا بندوبست کرتی ہے ترقی کی موجودہ شرح کی برقرار کے لیے بھی حکومت اقدامات کرتی ہے۔ان تمام مقاصد کے پیش نظر دیکھا جاسکتا ہے۔کہ مالیاتی پالیسی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۷۔**<u>توازن ادائیگی میں توازن</u>:۔** بعض یورپی مما لک کثیر دفاعی اخراجات کی وجہ سے توازن ادائیگی میں خسارہ سے دوچار ہیں پسماندہ مما لک بھی اس مسئلہ کا شکار ہیں۔جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی درآمدات برآمدات سے زیادہ ہیں توازن ادائیگی کیدرستی کے لیے حکومت درآمدات پر بھری ٹیکس عائد کر کے ان کی مقدار میں اضافہ کرتی ہے۔اس طرح گیر ملکی باشندوں کی آمدنیوں پر ٹیکس زیادہ نہیں ہونے چاہئیں تاکہ وہ نیا سرمایہ اور فنی مارت خوشی سے ملک میں لاسکیں۔

<u>مالیاتی پالیسی کے آلات کار</u>:1-<u>شرح سود میں تبدیلی</u>: عوام اپنا روپیہ تجارتی بنکوں میں جمع کرتے ہیں اور انہی سے قرضہ کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔اسٹیٹ بنکنے عوام کی امانتوں پر دیئے جانے والے سود کی شرح میں اضافہ کرسکتا ہے۔تاکہ لوگوں میں بچت کرنے کی ترغیب پیدا ہو۔شرح سود میں اضافہ سے صرف دولت میں کمی لانے کا مقصد پورا ہوتا ہے۔جبکہ شرح سود کم کرکے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے۔

2-**<u>شرح بنک کی پالی</u>:** جس شرح سے اسٹیٹ بنک تجارتی بنکوں کو قرض دیتا ہے اس شرح کو بنک کی شرح کہتے ہیں۔شرح سود کی پالیسی اختیار کر کے بھی اسٹیٹ بنک زر کی رسد کو کنٹرول کرتا ہے۔اس پالیسی کے تحت افراط زر کے دور میں شرح بنک میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔جس کے نتیجے میں عام بنک اسٹیٹ بنک سے قرض کم لیتے ہیں۔تجارتی بنک بھی شرح سود بڑھا دیتے ہیں۔جن سے آجرین اور تاجر بھی قرضہ کم لیتے ہیں۔قرضوں کی رسد کم ہونے سے اعتبار زر بھی کم ہو جاتا ہے۔افراط زر کے دور میں اسٹیٹ بنک تجارتی بنکوں سے پہلے دیئے گئے قرض بھی واپس طلب کرتا ہے۔جبکہ تفریط زر کے دور میں اسٹیٹ بنک سود کی شرح کم کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں کاروباری افراد اور آجرین زیادہ قرض لیتے ہیں جس سے زر کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔پاکستان میں شرح بنک 1947ء سے لے کر 1958ء تک 1/3 رہی ہے۔1958 سے 1965ء تک 4 فیصد رہی ہے۔جو بڑھتے بڑھتے 9 فیصد تک جا پہنچی اب اسے کم کر کے 6 فیصد تک لایا گیا ہے۔

3-**<u>کھلے بازار کا عمل</u>:** کھلے بازار کے عمل میں اسٹیٹ بنک افراط زر کے دور میں کفالتیں تجارتی بنکوں کے پاس فروخت کر دیتا ہے اور تجارتی بنک کفالتیں لوگوں کے پاس فروخت کر دیتے ہیں۔اس عمل سے بنکوں کی رقم اسٹیٹ بنک کے پاس اور لوگوں کی رقوم تجارتی بنکوں کے پاس آجاتی ہیں۔یوں زر کی رسد میں کمی آجاتی ہے جس سے افراط زر کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔تفریط زر کے دور میں اسٹیٹ بنک اور تجارتی بنک کفالتیں خریدنا شروع کر دیتے ہیں جس سے لوگوں کو رقوم منتقل ہوتی ہیں۔عوام کے پاس زر کی رسد زیادہ ہونے سے تفریط زر کا خاتمہ ممکن ہوتا ہے۔

4-**<u>زر ضمانت میں کمی بیشی</u>:** قانوناً پاکستان کے تمام تجارتی بنک اپنی امانتوں کا کچھ فیصد حصہ اسٹیٹ بنک کے پاس لازماً رکھواتے ہیں۔تاکہ اگر زری پالیسی پر عملدرآمد کے بارے میں اگر تجارتی بنک کوئی کوتاہی کریں تو ان کی امانتوں کو بحق سرکار ضبط کیا جاسکے۔نیز اسٹیٹ بنک میں امانتوں کی موجودگی سے زیر گردش زر کی مقدار بھی کم ہو جاتی ہے۔زر ضمانت بڑھانے سے زری پالیسی کا مقصد قیمتوں میں استحکام حاصل ہوتا ہے۔جبکہ اس کی شرح کم ہونے سے سرمایہ کاری کو فروغ ملتا ہے۔

5-**<u>سرمایہ کی راشن بندی</u>:** افراط زر کے دور میں اسٹیٹ بنک تجارتی بنکوں کے قرض جاری کرنے کی ایک حد مقرر کرتا ہے۔مقررہ حد سے زیادہ قرض جاری نہ ہونے کی وجہ سے زر اعتبار کی رسد میں کمی آجاتی ہے۔جس سے افراط زر پر قابو پایا جاسکتا ہے۔جبکہ تفریط زر میں قرض جاری کرنے کی اس حد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اور زیادہ قرضے جاری ہونے سے زر اعتبار کی رسد میں اضافہ ہوتا ہے اور تفریط زر کے مسئلے کا تدارک ہوتا ہے۔

6-**<u>نئی برانچوں کا قیام</u>**: علاقے کی صنعتی، تجارتی اور زرعی اہمیت کے پیش نظر اسٹیٹ بنک نیک نیتی بنکوں کی شاخیں کھولنے کی اجازت دیتا ہے۔ اجازت دیتے وقت اسٹیٹ بنک اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ وہ تمام بنکوں کی شاخیں ایک ہی علاقے میں مرکوز نہ ہو جائیں اور اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ نئی برانچیں ان علاقوں میں قائم کی جائیں جہاں پہلے سے یہ شاخیں موجود نہیں ہیں۔ پاکستان میں تجارتی بنکوں کے قومی ملکیت میں آنے کے بعد شاخوں کی علاقائی تقسیم پہلے سے کافی بہتر ہو گئی ہے۔ نئی برانچوں کے قیام سے نہ صرف بچتوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے بلکہ قرضوں کی تقسیم بھی کافی حد تک منصفانہ ہو جاتی ہے۔

7-**<u>نشر واشاعت</u>**: ملک کی موجودہ اقتصادی حالت کے مطابق اسٹیٹ بنک اخبارات، رسائل، ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے لوگوں کو تمام صورتحال سے آگاہ کرتا ہے اور ان سے مدد کی درخواست بھی کر سکتا ہے۔

8-**<u>زراعت کے لیے خصوصی قرضے</u>**: زراعت کے لیے اسٹیٹ بنک آف پاکستان نے ہمیشہ قرضوں کا اہتمام کیا ہے۔ قومی تحویل میں آنے سے پہلے تجارتی بنک زیادہ تر صنعت یا تجارت کے لیے قرضے جاری کرتے تھے۔ زرعی ملک ہونے کے باعث اسٹیٹ بنک نے زرعی پالیسی کے تحت یہ انتظام کیا ہے کہ ہر بنک میں زرعی قرضے کی فراہمی کے لیے خصوصی کاؤنٹر کھولے گئے ہیں۔ ان بنکوں کے ذریعے قرضے کی فراہمی کاشتکاروں کے لیے آسان رکھی گئی ہیں تاکہ چھوٹے کاشتکار بھی آسان شرائط پر قرضے لے کر پیداوار میں اضافہ کر سکیں۔ زرعی ترقیاتی بن گھر گھر جا کر کاشتکاروں کو قرضے دیتا ہے۔ پاکستان میں 79-1978 میں زرعی ترقیاتی بنک نے تقریباً 70 کروڑ روپے کے قرض کاشتکاروں کو دیا۔ اس سے ملک میں سرمایہ کے فروغ کے ساتھ ساتھ علاقائی عدم توازن بھی کم ہوا ہے۔

9-**<u>اخلاقی ترغیب</u>**: اسٹیٹ بنک تجارتی بنکوں پر اخلاقی دباؤ ڈالتا ہے اور انہیں اخلاقی طور پر اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ ملکی مفادات کے لیے استحکام پر کاربند رہیں۔

10-**<u>انتخابی کنٹرول</u>**: انتخابی کنٹرول کا طریقہ سب سے پہلے امریکہ میں استعمال کیا گیا۔ اس کے مطابق صارفین کی قوت خرید کو متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ افراط زر میں ایسی اشیاء جو قسطوں پر بیچی جاتی ہیں ان کی حوصلہ شکنی اور تفریط زر میں ان کی خرید وفروخت کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

11-**<u>برآمدات کے لیے خصوصی شرح سود پر قرضے کی فراہمی</u>**: توازن ادائیگی کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ درآمدات میں کمی اور برآمدات میں اضافہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے ملکوں کی طرف سے پاکستان کی برآمدات پر عائد ہونے والی پابندیوں نے بھی ہمارے لیے زرمبادلہ کی کمائی میں اضافہ بنا دیا ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اسٹیٹ بنک پاکستان نے برآمد کنندگان کو خصوصی رعائتی شرح پر تجارتی بنکوں سے قرضے فراہم کیے ہیں۔ اس سکیم کے تحت صفر شرح پر سٹیٹ بنک تجارتی بنکوں کو قرضے فراہم کرتا ہے۔

سوال نمبر 28۔ بین الاقوامی تجارت کے فوائد بیان کریں نیز بین الاقوامی تجارت کے نظریات پر بحث کیجیے۔

جواب۔

تجارت خارجہ کی اہمیت غیر ممالک سے تجارت تہذیب انسانی کے اولین دور سے ہی ہوتی آرہی ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اسکی وسعت، اہمیت اور ضرورت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آج کی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جو دوسرے ممالک سے تجارت نہ کرتا ہو۔ موجودہ دور میں ہر معیشت کھلی معیشت کا درجہ رکھتی ہے۔ پاکستان نے بھی پانے قیام سے ہی دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت کو اپنا رہنما اصول قرار دے رکھا ہے۔ پاکستان یا پاکستان جیسے کسی بھی ترقی پذیر ملک کے لیے تجارت خارجہ جو اہمیت رکھتی ہے وہ ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

غیر ملکی اشیاء کا استعمال پاکستان جیسے ملک کیلیے یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے کہ یہاں کے عوام کا معیار زندگی بلند ہو۔ معیار زندگی کی بہتری کا دارومدار اشیاء کی مقدار پر ہے جو استعمال میں آتی ہیں۔ معیار زندگی میں بلندی کیلیے ہم کئی ممالک سے ایسی اشیا درآمد کر رہے ہیں جو ہمارے ہاں بالکل پیدا نہیں ہوتیں مگر ان کو استعمال کرنے کی خواہش ہم سب رکھتے ہیں۔ مثلاً گھڑیاں، ریفریجریٹر، موٹر کاریں، ٹھنڈے مشروبات وغیرہ۔ یہ اشیاء دوسرے ممالک میں بنتی ہیں۔ تجارت خارجہ کی بدولت یہ اشیاء ہمارے استعمال میں بھی آرہی ہیں۔

مقامی مہنگی پیداوار تجارت خارجہ کے ذریعہ ایک فائدہ یہ پہنچا ہے کہ پاکستان وہ اشیا درآمد کر لیتا ہے جو ہمارے ہاں بھی پیدا ہو رہی ہیں یا ہو سکتی ہیں مگر ان کو پیدا کرنے کی لاگت بہت زیادہ آتی ہے۔ اشیاء کی مقامی پیدائش پر زیادہ مصارف آنے کی بنا پر یہ اشیا درآمد کرنا بھی سودمند ہوتا ہے۔ ایسی اشیاء جو اس ضمن میں آتی ہیں۔ یہ ہیں، پٹ سن، پیٹرول، فولاد اور مشینیں وغیرہ۔ تجارت خارجہ نے ان اشیاء کو کم لاگت پر درآمد کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

فاضل مقامی پیداوار بیرونی دنیا سے تجارتی روابط نے ہمیں اس قابل بنایا ہے کہ ہم اپنی فاضل پیداوار کا نکاس کر سکیں۔ اگر عالمی تجارت نہ ہوتی تو ہماری بے شمار فاضل پیداوار کے سبب یہیں گل سڑ جاتیں اور ہمارے کاشتکار بھائیوں کی محنت رائیگاں جاتی۔ پاکستان کپاس، تمباکو، کھیلوں کے سامان، جراحی کے آلات، قالین، اور چاول وغیرہ کے مقابلے میں فاضل پیداوار رکھتا ہے۔ یہ تجارت خارجہ کا ذریعہ ہی ہے کہ ہم اس فاضل پیداوار کو ضرورت مند ملکوں کے ہاتھ اچھی قیمت پر فروخت کر لیتے ہیں۔

ہنگامی حالات میں امداد ہنگامی حالات کسی بھی وقت کسی بھی معیشت کو پیش آسکتے ہیں۔ ملک گیر ہڑتالیں، سیلاب، قحط سالی، خشک سالی، وبائیں، سمندری طوفا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

ن، زلزلے اور جنگ وغیرہ کے حالات اکثر پھوٹ پڑتے ہیں۔ان حالات میں متاثرہ ملک میں پیداوار کی شدید کمی لاحق ہوجاتی ہے۔ان ہنگامی حالات میں تجارت خارجہ کا سہارا ہی کام آتا ہے۔ان حالات میں دوست ممالک سے ضروریات کا سامان خریدا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں کئی طرح کے ہنگامی حالات رونما ہوئے اور ہم نے ان حالات میں پیدا ہونے والی قلتوں کا تجارت خارجہ کے ذریعہ ہی مقابلہ کیا۔

معاشی ترقی تجارت خارجہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں معاشی ترقی کی رفتار بڑھی ہے۔تجارت خارجہ کے ذریعہ ہم نے وہ خام مال، نیم تیار شدہ مصنوعات اور مشینیں حاصل کیں جو ہمارے ہاں تیار نہیں ہوتیں۔کپڑے کے کارخانوں کے پلانٹ، تربیلا ڈیم کی مشینری، ریلوے کا سامان اور بندرگاہوں کے لیے مختلف نوعیت کا خام لوہا اور فولادی اشیاء پاکستان نے بیرونی تجارت کے بل بوتے پر حاصل کیں۔ان اشیاء اور منصوبوں کی بدولت ہمارے ہاں معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوئی ہے۔

بڑے پیمانے کی کفایات تجارت خارجہ کے بل بوتے پر کئی دیگر فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ان فوائد میں ایک اہم فائدہ بڑے پیمانے کی پیدائش کی کفایات ہیں۔غیر ملکی تجارت کے سبب پاکستان کو کئی اشیاء نہ صرف اپنے لیئے بنانی پڑتی ہیں بلکہ دوسرے ممالک کی ضروریات کیلیے بھی تیار کرنی پڑتی ہیں۔اس طرح بھاری مقدار میں اشیاء تیار کرنیکی ضرورت بڑے کارخانے قائم کرنے اور بڑی کاشتکاریوں کے قیام کی راہ ہموار کرتی ہے۔جب اشیاء بڑے پیمانے پر تیار ہوتی ہیں تو کارخانوں کو اپنے اندر سے اور بار سے کئی فوائد خود بخود ملنے شروع ہوجاتے ہیں۔یہی فوائد کفایات شعار ہوتے ہیں۔ان کی موجودگی سے فی اکائی لاگت کم ہو جاتی ہے۔

فنی معلومات: تجارت خاجہ کے ذریعے پاکستان نے وہ فنی معلومات حاصل کی ہیں جو اس کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔غیر ممالک سے تجارتی روابط کے ذریعے اس بات سے آگاہی ہوتی ہے کہ دوسرے ممالک کئی طرح کی اشیاء کی پیدائش میں کیا طریقہ استعمال کررہے ہیں۔انہوں نے کون سا فارمولا دریافت کر لیا ہے، ان کی لاگتوں کو کم کرنے اور زیادہ وسیع منڈیوں تک رسائی حاصل کرنے کے کیا کیا ذرائع ہیں۔ان فنی معلومات کے بل بوتے پر کوئی بھی ملک غلطیوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔اور وہاں کم وقت میں زیادہ ترقی ممکن ہوجاتی ہے۔

روزگار میں اضافہ بیرونی دنیا سے تجارتی رشتے استوار ہونے سے پاکستان میں بیروزگاری کا مسئلہ حل کرنے میں مدد ملی ہے۔نہ صرف یہ کہ غیر ممالک کیلیے اشیاء بنانے کیجذبہ کے تحت کارخانوں میں پاکستانیوں کو پہلے سے زیادہ روزگار دستیاب ہے۔ بلکہ دیگر ممالک سے روابط کے وسیلے سے ان ممالک میں روزگار کے مواقع سے پاکستانی مستفید ہورہے ہیں۔ایک اندازے کے مطابق 27 لاکھ پاکستانی بیرونی ممالک میں برسر روزگار ہیں۔اگر تجارتی تعلقات کا وسیلہ موجود نہ ہوتا تو اس قدر بڑی مقدار کا ملک سے باہر جاکر ملازمتیں کرنا ناممکن ہوتا۔

امن عالم کو تقویت غیر ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ دنیا میں امن قائم رہے۔جنگ سرمایہ کاری کی فضاء کو آلودہ کردیتی ہے۔تجارت کے ذریعے حاصل ہونے والے ممکنہ فوائد سے دنیا کی قومیں اس وقت مستفید ہوسکتی ہیں جب کہ ہر خطے میں امن عالم کی ضمانت دی گئی ہو۔دنیا کی قومیں ''جنگ یا ترقی'' کے نعرہ میں ترقی کی حمایت کرتی ہیں۔ترقی کی خاطر وہ جنگ کو مسلسل ملتوی کرتی جارہی ہیں۔تجارت خارجہ کے ذریعے اس طرح امن عالم کو تقویت ملتی ہے۔

قرضے اور امداد 1945ء کے بعد خاص طور پر عالمی تجارت میں وسیع اضافہ ہوا ہے۔تجارت خارجہ ہی کا سبب ہے کہ دنیا کے تقریباً سب ہی ممالک اب ایک دوسرے کی مالی امداد کرتے ہیں۔کبھی یہ امداد قرضوں کی شکل میں ہوتی ہے اور کبھی عطیات کی شکل میں۔ان قرضوں اور عطیات کی بدولت ترقی یافتہ ممالک زائد از ضرورت سرمایہ سازی کے مضر اثرات سے محفوظ ہوگئے ہیں۔اور ترقی پذیر ممالک کی سرمایہ کی قلت کی دشواری دور ہوگئی ہے۔اس باہمی تعاون کی بدولت دونوں طرح کے ملکوں میں ترقی کی رفتار تیز ہوگئی۔یہی حال پاکستان کا ہے۔

حکومت کی آمدنی میں اضافہ غیر ممالک سے تجارتی روابط درآمدی اور برآمدی اشیاء سے منسلک ہیں۔کچھ ممالک سے ہم صرف درآمدات کرتے ہیں اور کچھ دیگر ممالک کو صرف برآمد کرتے ہیں۔ پاکستان کی حکومت درآمدی اور برآمدی اشیاء پر مختلف شرحوں سے ٹیکس لگائے ہوئے ہے۔جنہیں کسٹمز ڈیوٹی کہا جاتا ہے۔کسٹمز ڈیوٹی سے ہر حکومت کو خطیر رقم ملتی ہے۔ ہمارے ہاں تجارت خارجہ کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے سبب حکومت کی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ 2007-08ء کے سال کے دوران حکومت پاکستان نے صرف کسٹمز ڈیوٹی کے ذریعے تقریباً 154,000 ملین روپیہ کمایا۔

ماہرانہ خدمات کا حصول معاشی ترقی کا ایک اہم بنیادی تقاضا یہ ہے کہ متعلقہ ملک کو ماہرین کی خدمات دستیاب ہوں۔ماہرانہ خدمات کے لیے زرمبادلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔جو برآمدات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔پاکستان نے بھی عالمی شہرت کے ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں۔تربیلا ڈیم، اسلحہ ساز فیکٹری، ریلوں کے ڈبے بنانے کا ادارہ، قاسم پورٹ کی تعمیر اور چشمہ رائٹ بینک کینال وہ شعبے ہیں جہاں ہمیں غیر ملکی ماہرین کی خدمات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔یہ کام ایسی نوعیت کے تھےکہ ہم ملکی ماہرین پر اکتفاء کرکے انہیں جلد مکمل نہ کرسکتے تھے۔ان ماہرین کا گراں قدر معاوضہ ہم نے تجارت خارجہ کے ذریعے کمائے ہوئے زرمبادلہ سے ادا کیا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔